ذکرِ اہلبیت علیہم السلام

مذہبی، دینی اور اسلامی مضامین کا مجموعہ

تالیف

حجۃ الاسلام مولانا مرزا علی اکبر کربلائی

ذکر اہل بیت علیہم السلام

حجۃ الاسلام مولانا مرزا علی اکبر کربلائی

ZIKR-E-AHLEBAIT (A.S)

MIRZA MOHAMMAD KUMAIL, MIRZA NABIL RAZA
Address: 19/21, Gulshan Raza Abbas Nagar Ganghadra
Nellore Mandal, Chittoor District, Andhra Pradesh
Pin Code-517125 (India)
Contact No. 8179761214, 9618669514

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | حضرت امام علی المرتضیٰ علیہ السلام | سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا | حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام | امام زین العابدین علیہ السلام | حضرت امام محمد باقر علیہ السلام | حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام | حضرت امام علی رضا علیہ السلام | حضرت امام محمد تقی علیہ السلام | امام علی نقی علیہ السلام

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام | حضرت امام مہدی علیہ السلام

ذکرِ اہلبیت علیہم السلام

(مذہبی، دینی اور اسلامی مضامین کا مجموعہ)

تالیف

حجت الاسلام والمسلمین مولانا مرزا علی اکبر کربلائی

مرتبہ و نظر ثانی

حجت الاسلام والمسلمین مولانا سید غافر رضوی فلکؔ چھولسی

انتساب:

میں اس مسودہ کو حضرت حجت علیہ السلام سے منسوب کرتا ہوں کیونکہ آپؑ وارث انبیاءؑ ہونے کے ساتھ ساتھ حاضر و ناظر اور حیات ظاہریہ سے بہرہ مند ہیں ۔ "گر قبول افتد زہے عزو شرف"

کتاب کا تعارف:

کتاب کا نام	:	ذکرِ اہلبیت علیہم السلام (مذہبی، دینی و اسلامی مضامین کا مجموعہ)
تالیف:	:	حجت الاسلام والمسلمین مولانا مرزا علی اکبر کربلائی
مرتبہ ونظر ثانی	:	حجت الاسلام والمسلمین مولانا سید غافر رضوی فلکؔ چھولسی
ناشر	:	مرزا محمد کمیل و مرزا نبیل رضا (فرزندانِ مؤلف)
اشاعت	:	(اوّل)-۱۴۴۷ھ/۲۰۲۵ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۲۵۰ روپے

❁ جملہ حقوق اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیں ❁

﴿ملنے کے پتے﴾

۱۹/۲۱ گلشن رضا، عباس نگر، گنگادھرا نلور ضلع چتور (آندھرا پردیش)

مولانا نواب حیدر طوسی، ۴۱۸/۳۲، نزد آشیانہ ٹینٹ ہاؤس، ترلوکپوری، دہلی

﴿فہرست مطالب﴾

﴿عرض ناشر﴾ ۷

﴿پیش لفظ﴾ ۹

﴿تقریظ﴾ ۱۱

﴿ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام﴾ ۱۳

﴿نام محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم﴾ ۲۳

﴿ام المؤمنین حضرت خدیجہؑ کی فضیلت﴾ ۳۷

﴿مودت اہل بیت علیہم السلام﴾ ۴۶

﴿ولایت علی علیہ السلام اور موت﴾ ۵۵

﴿امامت کا اقرار کرنے والا جنتی﴾ ۵۸

﴿حضرت علی و زہرا علیہما السلام کی شادی﴾ ۶۳

﴿ولادت امام حسن علیہ السلام﴾ ۷۴

﴿عید کے دن نئے لباس﴾ ۸۳

﴿فضیلتِ زیارتِ امام حسین علیہ السلام﴾ ۸۹

﴿مباہلہ کی تاریخ﴾ ۱۳۵

﴿امام سجاد علیہ السلام کی دو سوکھی روٹیاں﴾ ۱۴۸

﴿امام سجاد علیہ السلام کے ہاتھ کا دھوون﴾ ۱۵۵

﴿امام محمد باقر علیہ السلام کے فضائل﴾ ۱۶۳

﴿عطائے امام جعفر صادق علیہ السلام﴾ ۱۷۴

﴿جنت البقیع مدینہ منورہ﴾ ۱۸۰

﴿امام علی رضا علیہ السلام﴾ ۱۹۲

﴿تفسیر آیہ مودت امام رضاؑ کی زبانی﴾ ۲۱۴

﴿فاطمہ معصومہ قم سلام اللہ علیہا﴾ ۲۲۴

﴿امام محمد تقی علیہ السلام﴾ ۲۵۸

﴿امام علی نقی علیہ السلام کی تاریخ ولادت﴾ ۲۶۷

﴿امام حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت﴾ ۲۷۶

﴿امام حسن عسکری علیہ السلام کے معجزات﴾ ۲۸۰

﴿امام حسن عسکریؑ کی عظمت﴾ ۲۹۷

﴿امام زمانہ عج کا عذاب سے نجات دلانا﴾ ۳۱۴

﴿بیت اور اہل بیتؑ﴾ ۳۲۵

﴿بیت نہیں اہلبیت ہدایت کرتے ہیں﴾ ۳۳۴

﴿مسجد جمکران کا واقعہ﴾ ۳۴۰

﴿جناب زینب سلام اللہ علیہا﴾ ۳۴۵

﴿جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا﴾ ۳۴۹

﴿جناب مسلمؑ کے فضائل اور مکہ سے روانگی﴾ ۳۶۱

﴿عظمت جناب فضہ سلام اللہ علیہا﴾ ۳۷۵

﴿قاتلانِ امام حسینؑ کا انجام﴾ ۳۸۳

﴿قاتلانِ امام حسینؑ کا انجام﴾ ۳۹۰

﴿جشن عید زہرا سلام اللہ علیہا﴾ ۴۰۵

❀❀❀

﴾عرض ناشر﴿

پیش نظر کتاب الموسوم بہ "ذکر اہل بیت علیہم السلام" شعور، احساس اور عرفان کو نشر کرنے کی ایک بے مثال کاوش ہے جسے والد علام خطیب اہلبیت و مبلغ شریعت حجت الاسلام مولانا مرزا علی اکبر کربلائی مد ظلہ العالی نے بڑی جانفشانی سے مرتب فرمایا ہے، اس کتاب میں روایات کے عربی متن کو بھی شامل کیا گیا ہے، سال بھر کی خاص مناسبتوں کے موضوعات پر مشتمل کتاب ہے، ساتھ ہی مستند کتابوں سے ماخوذ اہل بیت اطہار علیہم السلام سے منقول احادیث مبارکہ جمع کی گئی ہیں، ہماری کوشش ہے کہ کتاب ہذا کے ذریعہ قارئین کرام کو صرف علمی نکات ہی نہیں بلکہ روحانی غذا بھی فراہم کی جائے۔

آخر میں ہم دعا کرتے ہیں رب کریم ہمیں اس کتاب سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور والد علام کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔"آمین"

والسلام ناشر کتاب: خاکپائے خادمان دین اہل بیت علیہم السلام

مرزا محمد کمیل و مرزا نبیل رضا

۱۹/۲۱ گلشن رضا، عباس نگر، گنگھادر انلور منڈل ضلع چتور (آندھرا پردیش)

پن کوڈ: ۵۱۷۱۲۵-فون نمبر: ۹۶۱۸۲۶۹۵۱۴/۸۱۷۹۷۶۱۲۱۴

پیش لفظ

حمد و ثنا خدائے لم یزل کے نام اور درود و سلام بر محمد و آل محمد علیہم السلام، بندہ حقیر سراپا تقصیر نے موریشس میں تبلیغی امور کی انجام دہی کے دوران سالانہ مناسبتوں کے اعتبار سے کچھ مضامین قلمبند کئے اور ان پر نظر ثانی نیز کتابی شکل دینے کے لئے حجت الاسلام والمسلمین عالیجناب مولانا سید غافر رضوی فلکؔ چھولسی صاحب قبلہ سے استفادہ کیا۔

اس کتاب میں انبیاء، اولیاء، اوصیاء، ائمہ معصومین، محفوظین نیز اصحاب ائمہ اطہار علیہم السلام کے واقعات درج کئے ہیں؛ جن میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی سوانح حیات کو بھی مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔ چونکہ اس کتاب میں حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام کا تذکرہ ہے لہٰذا اس کتاب کو میں نے "ذکر اہل بیت علیہم السلام" کے نام سے موسوم کیا ہے۔

اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو انسان کی کیا مجال ہے کہ ان ہستیوں کے حالات کو اپنے ہاتھوں سے قلمبند کر سکے! ان کے حالات تو خود قرآن کریم بیان کرتا ہے، چونکہ میں نے اپنی زندگی میں مختلف مؤلفین کی تالیفات اور متعدّد مصنفین کی تصنیفات کو زیرِ مطالعہ رکھا لہٰذا میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر یہ تمام لوگ اہلبیت علیہم السلام کے فضائل کو قلمبند کر سکتے ہیں تو میں بھی سمندر کے مقابل ایک ناچیز قطرہ تو بن ہی سکتا ہوں! یہی سوچ کر میں نے قلم اٹھایا اور عربی متن کے ہمراہ اہلبیت علیہم السلام کے فضائل کو نقل کرنا شروع کر دیا۔

انسان گذشتہ واقعات سے آشنائی حاصل کرنے کے بعد اپنے مستقبل کو روشن کر سکتا ہے، گذشتہ علمائے اعلام نے فضائل کو قلمبند کرنے کے لئے اپنا کتنا قیمتی وقت دیا اور اپنا مستقبل کتنا خوبصورت بنایا! میں نے بھی یہی سوچتے ہوئے ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے تاکہ

روز محشر میرے لئے زادہ راہ بن سکے۔ اہل بیت علیہم السلام کا وسیلہ ہی انسان کی زندگی کو روشن کرتا ہے۔

میں نے بھی اپنی زندگی میں چار چاند لگانے کی خاطر اہلبیت علیہم السلام کے دامن کو تھاما ہے اور ان کے فضائل کے ذریعہ اپنی زندگی روشن کرنا چاہتا ہوں، کتابِ حاضر سے قبل ماہ برکت و رحمت کے نام سے میری پہلی کتاب شائع ہو چکی ہے، اس کے علاوہ "شیعہ و محب" نیز "امیر المومنین اور مومنین" کے عناوین سے دو کتابیں ان شاء اللہ عنقریب منظر عام پر آئیں گی؛ قارئین کرام کے سامنے حقیر کی یہ چوتھی کتاب ہے جس کو میں نے ذکر اہل بیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ انشاءاللہ اسی کے ساتھ "زندگی کی روشنی" کے نام سے پانچویں کتاب بھی آپ حضرات کی دعاؤں کی مستحق ہوگی۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں کوئی خامی دیکھیں تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے درست کیا جا سکے، آپ حضرات کی اطلاع بندہ حقیر سراپا تقصیر کی تسلی خاطر کا سبب اور مشعل راہ ہوگی۔

آخر کلام میں حجت الاسلام عالیجناب مولانا سید غافر رضوی فلکؔ چھولسی صاحب قبلہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکرگزار ہوں کہ موصوف نے نہایت عرق ریزی سے کتاب حاضر پر نظر ثانی فرمائی اور میرے مضامین کو کتابی شکل دینے میں میری مدد فرماتے ہوئے اپنے مفید مشوروں سے نوازا، اسی طرح شکریہ ادا کرتا ہوں اپنے دونوں فرزندوں "مولانا مرزا محمد کمیل سلمہ" اور "مولانا مرزا نبیل رضا سلمہ" کا کہ انہوں نے اس کتاب کی طباعت کا بیڑہ اٹھایا اور منظر عام پر لانے میں بھرپور تعاون کیا؛ دعا ہے کہ خداوند عالم ہماری اس مختصر سی خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ "آمین"

والسلام: احقر العباد مرزا علی اکبر کربلائی

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۴۷ھ (روز ولادت باسعادت صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا)

❁ ❁ ❁

تقریظ

حجت الاسلام مولانا سید غافر حسن رضوی فلکؔ چھولسی صاحب قبلہ

اہلبیت اطہار علیہم السلام کا ذکرِ پاک حیاتِ انسانی میں دوام کی ضمانت ہے، تاریخ شاہد ہے جس نے اہلبیت اطہار علیہم السلام کا دامن تھاما وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہا اور اس کی پیشانی پر حدیث رسولؐ نے یہ مہر لگادی کہ "مَنۡ مَاتَ عَلَىٰ حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيۡداً" جو محبت اہلبیتؑ میں دنیا سے رخصت ہوا وہ شہید ہوتا ہے اور قرآنی نقطہ نظر سے شہید زندہ ہوتا ہے "وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِيۡ سَبِيۡلِ اللهِ اَمۡوَاتاًبَلۡ اَحۡيَاءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ" اور (خبردار!) جولوگ راہِ خدا میں قتل کئے گئے ہیں (شہید ہوئے ہیں) ان کو مردہ شمار نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی جانب سے رزق پاتے ہیں۔

جب آیات و روایات نے یہ ثابت کردیا کہ محب اہلبیتؑ شہید ہوتا ہے اور شہید مرتا نہیں بلکہ زندہ ہوتا ہے تو عقل و منطق کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنی حیات کو دوام دینے کے لئے اسی راہ کا انتخاب کرے۔

ہمارے برادرِ عزیز عالیجناب مولانا مرزا علی اکبر کربلائی صاحب قبلہ نے جب اس حقیقت پر نگاہ کی تو موصوف نے سوچا کہ کیوں نہ اپنی حیات کو دائمی بنایا جائے! اگر ہم دنیا سے چلے بھی جائیں تو ہمارا ذکر باقی رہ جائے اور اپنے ذکر کو زندہ رکھنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ ایسی ہستیوں کا ذکر کیا جائے جو زندہ جاوید ہیں لہٰذا موصوف نے قلم اٹھایا اور فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے اہلبیت اطہار علیہم السلام کے فضائل میں لکھنا شروع کردیا تاکہ اس ذکر کے ذریعہ ہمارے ذکر کو حیات حاصل ہو۔

موصوف نے کتاب کا نام "ذکر اہلبیت علیہم السلام" قرار دیا، اس کتاب میں انبیاء، اوصیاء اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے علاوہ اصحاب ائمہؑ کے تذکرے بھی جمع کئے اور اپنے مسودہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے حقیر کے سپرد کیا۔

حقیر نے اپنی استطاعت کے مطابق ردّوبدل اور تبادلہ خیال کے ذریعہ اس کتاب کو آخری مرحلہ تک پہنچاتے ہوئے زیورِ طبع سے آراستہ ہونے کی منزل تک پہنچایا، مصنف نے اس کتاب میں نہایت جانفشانی کی ہے جو عاشقانِ اہلبیتؑ کے لئے مفید ثابت ہوگی، خداوندعالم سے امید ہے کہ ہماری اس مختصر سی کاوش کو قبول فرمائے گا کیونکہ ہم نے ان ہستیوں کا تذکرہ کیا ہے جو پروردگار کی نظر میں بےنظیر اور تمام کائنات سے افضل واعلیٰ ہیں نیز بندوں کی دعائیں انہی کے وسیلوں سے قبول ہوتی ہیں۔

مؤمنین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھیں کیونکہ اس کتاب میں حیاتِ انسانی سے متعلق وافر تعداد میں اہلبیتؑ کے تعلیم کردہ نسخے موجود ہیں، اگر ان کو عملی جامہ پہنایا جائے تو ہماری زندگی چمنستانِ بہشت بن جائے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

سید غافر رضوی فلکؔ چھولسی

(۲۲ جمادی الثانی ۱۴۴۷ھ)

❀ ❀ ❀

﴿ابراہیم واسماعیل علیہما السلام﴾

(قربانی کے فضائل واحکام)

سورہ صافات آیت نمبر ۱۰۲ میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے: "فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی، قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ" پس جب بیٹا (اسماعیل) آپؑ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو آپؑ نے فرمایا: اے میرے لال! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تم غور کر کے بتاؤ کہ تمہاری رائے کیا ہے؟ (اسماعیل نے) عرض کیا: باباجان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ بجا لائیے، اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے: "فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ، وَنَادَیۡنٰهُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ" پس جب دونوں (باپ بیٹے) نے (ہماری مرضی کے سامنے) سرِ تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا، تو ہم نے انہیں ندا دی: اے ابراہیم!۔

"قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا، اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ" "تم نے خواب کو سچ کر دکھایا، بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔" "اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِیۡنُ، وَفَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ" "حقیقتاً یہ ایک کھلا ہوا واضح امتحان تھا، اور ہم نے ان کا فدیہ بھیج دیا (کربلا کی) ایک عظیم قربانی کے سبب سے۔

ان آیات کی تفسیر میں کچھ اس طرح آیا ہے کہ فضل بن شاذان نے امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: جب خداوند متعال نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کی جگہ دنبہ کو ذبح کر دیں تو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ کاش میں اپنا بیٹا اسمٰعیل اپنے ہاتھ سے خدا کی راہ میں ذبح کرتا اور مجھے بیٹے کی جگہ دنبہ ذبح کرنے کا حکم نہ ملتا تاکہ اس طرح وہ اس باپ کا احساس پاتے جس نے اپنے سب سے پیارے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور اس کے مصائب برداشت کرنے پر انہیں ثواب کے بلند ترین مراتب نصیب ہوتے! خداوند متعال نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے ابراہیم (ع)! آپ کے نزدیک میری محبوب ترین مخلوق کون ہے؟

عرض کیا: خداوندا! تو نے اب تک ایسی مخلوق خلق نہیں فرمائی جو میرے نزدیک تیرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب ہو۔

وحی آئی: اے ابراہیم! آپ ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا اپنے آپ سے؟ عرض کیا: ان سے؛ وحی آئی: اے ابراہیم! کیا آپ ان کے بیٹے سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا اپنے بیٹے سے؟ عرض کیا: ان کے بیٹے سے؛ وحی آئی: ظلم و ستم کے ساتھ دشمنوں کے ہاتھوں ان کے بیٹے کا سر جدا ہونے سے آپ کو زیادہ صدمہ پہنچتا ہے یا میری اطاعت کی بنا پر اپنے ہاتھوں اپنے بیٹے کا سر جدا کرنے سے؟ عرض کیا: دشمنوں کے ہاتھوں ان کے بیٹے کا سر جدا ہونے سے مجھے زیادہ صدمہ پہنچتا ہے؛ خداوند متعال نے ارشاد فرمایا: ایک گروہ کے لوگ جو اپنے آپ کو امت محمدؐ میں سمجھتے ہیں وہ محمدؐ کے بیٹے کو گوسفند کی مانند ذبح کریں گے اور اپنے اس کام کی وجہ سے میرے غضب کے مستحق قرار پائیں گے۔

ابراہیم علیہ السلام اس حقیقت سے آگاہ ہو کر آہ و بکا کرنے لگے، ان کو یہ سن کر سخت صدمہ ہوا چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں وحی فرمائی: اے ابراہیم! حسین علیہ السلام اور ان کے قتل پر آپ کے اس آہ و بکا کی بنا پر میں نے اسمٰعیل پر آپ کے غم اور رنج کو۔اگر آپ انہیں ذبح کرتے۔قبول کر لیا اور مصائب پر صبر کی پاداش میں ثواب کے بلند ترین درجات آپ کو نصیب کروں گا۔

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: یہی ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کا مطلب کہ "وَ فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ: ہم نے ذبح عظیم اور عظیم قربانی کو اسمٰعیل کی قربانی کا فدیہ اور عوض قرار دیا۔

"مَنْصُورِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ اذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ، قَالَ هِيَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ، كَانُوا إِذَا أَقَامُوا بِمِنًى بَعْدَ النَّحْرِ تَفَاخَرُوا فَقَالَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ كَانَ أَبِي يَفْعَلُ كَذَا وَ كَذَا فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ، فَاذْكُرُوا اللهَ ... كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْراً، قَالَ وَ التَّكْبِيرُ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ اَللهُ أَكْبَرُ عَلَى مَا هَدَانَا اَللهُ أَكْبَرُ عَلَى مَا رَزَقَنَا مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ "منصور ابن حازم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس ارشاد خداوندی کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: اس سے ایام تشریق میں تکبیر کہنا مراد ہے، زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جو لوگ قربانی کرنے کے بعد منیٰ میں رہ جاتے تھے وہ اپنے بزرگوں پر باہمی فخر و مباہات کیا کرتے تھے، کوئی کہتا تھا: میرا باپ یہ کرتا تھا، دوسرا کہتا تھا میرا باپ یہ کرتا تھا، وہ کرتا تھا تو خداوند عالم نے سورہ بقرہ آیت

نمبر ۲۰۰ میں یہ حکم نازل فرمایا: " فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا " جب مقام عرفات سے منیٰ کی طرف لوٹو تو خدا کا اسی طرح ذکر کیا کرو جس طرح اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے ہو یا اس سے بھی بڑھ کر اور اس طرح (مذکورہ بالا) تکبیر پڑھا کرو۔[1]

عید قرباں کے متعلق اس طرح بھی روایت آئی ہے: "وَ كَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَبْدَأُ بِالتَّكْبِيرِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ ، وَ كَانَ يَقْطَعُ التَّكْبِيرَ آخِرَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ عِنْدَ الْغَدَاةِ وَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلاَةٍ فَيَقُولُ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ فَإِذَا انْتَهَى إِلَى الْمُصَلَّى تَقَدَّمَ فَصَلَّى بِغَيْرِ أَذَانٍ وَ لاَ إِقَامَةٍ فَإِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلاَةِ صَعِدَ الْمِنْبَرَ الْحَدِيثَ " حضرت امیر المومنین علیہ السلام عید قربان کے دن نماز ظہر پڑھ کر تکبیر کہنے کا سلسلہ شروع کرتے تھے اور ایام تشریق میں آخری دن ۱۳ ذی الحجہ نماز صبح کے بعد ختم کرتے تھے اور اسی اثناء میں ہر نماز کے بعد یہ تکبیر کہتے تھے: " اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ " اور جب نماز عید پڑھانے کے لئے اس جگہ پہنچتے تھے تو اذان اور اقامت کہے بغیر آگے بڑھ کر نماز پڑھاتے تھے اور جب نماز سے فارغ ہوتے تو منبر پر تشریف لے جاتے اور خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔[2]

قربانی کرو چاہے قرض لینا پڑے!

---

[1]۔ وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ، ج ۷، ص ۴۵۹۔

[2]۔ وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ، ج ۷، ص ۴۶۰۔

روایات میں قربانی کی بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے، یہاں تک بھی کہا گیا ہے کہ اگر قربانی کا وقت آجائے اور تمہاری جیب میں معقول رقم موجود نہ ہو تو قرض لیکر قربانی کرو، مثال کے طور پر یہ حدیث: "قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِأُمِّ سَلَمَةَ وَ قَدْ قَالَتْ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ يَحْضُرُ الْأَضْحَى وَ لَيْسَ عِنْدِي مَا أُضَحِّي بِهِ فَأَسْتَقْرِضُ وَ أُضَحِّي قَالَ فَاسْتَقْرِضِي فَإِنَّهُ دَيْنٌ مَقْضِيٌّ" ایک مرتبہ ام سلمہ سلام اللہ علیہا نے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے قربانی کرنا ہے مگر میرے پاس کچھ نہیں جس سے قربانی کا جانور خریدوں تو کیا قرض لے کر جانور خرید کر قربانی کروں؟ فرمایا: ہاں! قرض لے کر قربانی کرو (یاد رکھو! اگر قرض لیکر قربانی کروگی تو) یہ قرض ادا ہو جائے گا۔[۱]

دوسری روایت میں اس طرح مرقوم ہے: " عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِي الْأُضْحِيَّةِ لَاسْتَدَانُوا وَ ضَحَّوْا إِنَّهُ لَيُغْفَرُ لِصَاحِبِ الْأُضْحِيَّةِ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا" حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قربانی کرنے کا کیا ثواب ہے تو قرض لے کر قربانی کریں گے اس لئے کہ قربانی کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ قربانی کرنے والے کی مغفرت کر دیتا ہے۔[۲]

قربانی میں اخلاص شرط ہے:

---

[۱]۔ علل الشرایع، عربی، ج۲، ص۴۴۰۔

[۲]۔ علل الشرایع، عربی، ج۲، ص۴۴۰۔ علل الشرائع، اردو، ص۳۵۰۔

اخلاص کے متعلق روایت میں اس طرح بیان ہوا ہے: "عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ مَا عِلَّةُ الْأُضْحِيَّةِ فَقَالَ إِنَّهُ يُغْفَرُ لِصَاحِبِهَا عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا إِلَى الْأَرْضِ وَلِيَعْلَمَ اللهُ تَعَالَى مَنْ يَتَّقِيهِ بِالْغَيْبِ قَالَ اللهُ تَعَالَى لَنْ يَنَالَ اللهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ ثُمَّ قَالَ انْظُرْ كَيْفَ قَبِلَ اللهُ قُرْبَانَ هَابِيلَ وَرَدَّ قُرْبَانَ قَابِيلَ " امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: جانوروں کو قربان کرنے کا سبب کیا ہے تو آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ جانور کی قربانی کے خون کا قطرہ جونہی زمین پہ گرتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ قربانی کرنے والے کی مغفرت فرمادیتا ہے اور اللہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ غیب سے کون ڈرتا ہے، چنانچہ اس نے قران مجید میں سورہ حج کی آیت ۳۷ میں ارشاد فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک نہ ان کا گوشت پہنچے گا اور نہ خون ہاں اس تک تمہاری پرہیزگاری یقیناً پہنچے گی، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی کیسے قبول کرلی اور قابیل کی قربانی کو رد کردیا!۔[1]

قربانی کس طرح تقسیم کریں؟

قربانی کرنے کے بعد اس کا گوشت کس طرح تقسیم کرنا چاہئے ؟ اس کے متعلق روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: "عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ لَحْمِ الْأَضَاحِيِّ فَقَالَ كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ وَابْنُهُ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَصَدَّقَانِ بِالثُّلُثِ عَلَى جِيرَانِهِمَا وَبِثُلُثٍ عَلَى الْمَسَاكِينِ وَثُلُثٍ يُمْسِكَانِهِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ" امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک

[1] علل الشرایع، عربی، ج۲، ص ۴۳۷۔

شخص نے قربانی کے گوشت کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ امام علی ابن الحسین اور آپ کے فرزند امام محمد باقر علیہم السلام ایک تہائی اپنے ہمسائیوں پہ تقسیم کر دیتے تھے، ایک تہائی فقراء اور مساکین کو دے دیتے تھے اور ایک تہائی اپنے اہل بیت کے لیے رکھ لیتے تھے (یعنی قربانی کے تین حصے کرتے تھے جن میں سے صرف ایک حصہ اہل خانہ کے لئے ہوتا تھا)۔[1]

اگر ہمیں یہ دیکھنا ہو کہ ہمارے درمیان کتنا اتحاد ہے! تو اس طرح دیکھیں کہ ہم مسجد میں ایک ساتھ، عزاخانہ میں ایک ساتھ، ولیمہ کی دعوت میں ایک ساتھ، قبرستان میں ایک ساتھ۔ ہم الگ کہاں ہیں! ہر جگہ ایک ساتھ ہیں، فقط دماغ کے اعتبار سے سب الگ الگ ہیں، اگر ہم دماغ کی زمین پر متحد ہوجائیں تو ہمارے سارے اختلافات خود بخود ختم ہوجائیں گے۔

جس جانور کی قربانی دی جارہی ہے اس میں کسی قسم کا عیب نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ اس قربانی کو اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے؛ کان بھی اچھے ہوں، پیر بھی اچھے ہوں، آنکھیں بھی اچھی ہوں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی بارگاہ میں جو چیز حاضر ہورہی ہے کم سے کم اس کا ظاہر پاک ہونا چاہئے۔

اسی چیز کو مصلے پر آنے والا سوچے، یہی فکر فرش عزا پہ آنے والے کی ہونی چاہئے کہ مجھے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، میرے کان بھی صحیح ہوں، میری آنکھیں بھی صحیح ہوں، سب کچھ صحیح ہو تو انسان خود بخود سدھر جائے گا۔

---

[1] ۔ علل الشرایع، عربی، ج۲، ص۴۴۳۔ علل الشرائع، اردو، ص۳۴۸۔

قربانی کے لئے عیب دار بکرا دے سکتے ہیں، اس سے منع نہیں کیا گیا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ بے عیب ہو، لیکن اگر عیب دار ہو تب بھی کوئی قباحت نہیں۔ اللہ عیب دار بکرا قبول کرلے گا مگر عیب دار انسان کو قبول نہیں کرے گا۔

عزیزو! ہمیں ایک بکرے کو قربانی نہیں کرنا ہے بلکہ دو بکروں کو قربان کرنا ہے، ایک وہ بکرا جو باہر سے خرید کے لے کے آتے ہیں، اس کی ایک آواز ہوتی ہے "میں میں" یہ باہر والا بکرا ہے جو "میں میں" کرتا ہے اس کو ذبح کریں اس کو قربان کرنے میں ثواب ملے گا، اس سے زیادہ ثواب اس بکرے کو قربان کرنے میں ملے گا جو اپنے اندر پال رکھا ہے، ایک بکرا ہمارے اندر بھی پل رہا ہے جو ہمیشہ "میں میں" ہی کرتا رہتا ہے، میں یہ کر دوں گا، میں وہ کر دوں گا، باہری قربانی کے موقع پر اندرونی بکرے کی قربانی بھی دینا ہوگی تبھی کامیابی حاصل ہوگی۔

قربانی:

مستحب قربانی کے کیا احکام ہیں؟

حکم (۱): جو لوگ قربانی کرنے کی قدرت رکھتے ہیں ان کے لئے مستحب قربانی کی تاکید کی گئی ہے۔

حکم (۲): اگر کسی کے پاس قربانی کرنے کے پیسے ہوں لیکن جانور مہیا نہ ہو تو اسکی قیمت صدقہ میں دینا مستحب ہے۔

حکم (۳): انسان اپنے اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے ایک جانور قربانی کر سکتا ہے۔

حکم(۴): متعدّد افراد کا شریک ہوکر قربانی کرنا صحیح ہے، بالخصوص اگر جانور کم ہوں یا قیمت زیادہ ہو۔

حکم(۵): قربانی کا بہترین وقت عید قربان کے دن سورج نکلنے سے نماز عید کے اختتام تک ہوتا ہے۔

حکم(۶): وہ افراد جو میدان منیٰ میں ہیں ان کے لئے چار دن تک قربانی کرنا مستحب ہے اور جو منیٰ میں نہیں ہیں ان کے لئے تین دن تک مستحب ہے، اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ عید قربان کے دن ہی قربانی پیش کریں۔

حکم(۷): قربانی کا جانور اونٹ، گائے یا بھیڑ (بکرا) ہونا چاہئے اور احتیاط واجب کی بنا پر پانچ سال سے کم کا اونٹ، دو سال سے کم کی گائے اور سات مہینے سے کم کی بھیڑ کافی نہیں ہے۔

حکم(۸): مستحب قربانی میں ان شرائط اور صفات کا خیال رکھنا ضروری نہیں جو واجب قربانی میں ضروری ہیں؛ پس کانا، لنگڑا، کان کٹا، سینگ ٹوٹا، خصیہ یا لاغر جانور کی قربانی دینا جائز ہے۔ اگرچہ احوط اور افضل یہ ہے کہ جانور کے تمام اجزاء سلامت ہوں اور وہ موٹا تازہ ہو، اپنے پالتو جانور کی قربانی دینا مکروہ ہے۔

حکم(۹): بیمار، کمزور اور عیب دار جانور کی قربانی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حکم(۱۰): قربانی کے گوشت کا ایک حصہ اپنے لئے رکھے، ایک حصہ مسلمان پڑوسیوں کو دے اور احتیاط مستحب ہے ایک حصہ غریب مسلمانوں کو صدقہ دے۔

حکم(۱۱): قربانی کی کھال کو صدقہ کے طور پر دینا مستحب اور قصاب کو اجرت کے طور پر دینا مکروہ ہے۔

حکم (۱۲): قربانی کرنے والے شخص کا عقیقہ ساقط ہوجاتا ہے۔

حکم (۱۳): مُردوں کے لئے قربت کی نیت سے قربانی انجام دی جاسکتی ہے۔

حکم (۱۴): ایک جانور متعدّد لوگوں کے لئے قربان کرسکتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

﴿نام محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم﴾

(عطائے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اس طرح خطبہ ملتا ہے: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَرَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ، اِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ مَرْفُوْعٌ مَشْفُوْرٌ مَنْقُوْشٌ فِي اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ، سَيِّدِ الْعَرَبِ وَ الْعَجَمِ، جِسْمُهٗ مُطَهَّرٌ مُقَدَّسٌ مُنَوَّرٌ فِي الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ، شَمْسِ الضُّحٰى بَدْرِ الدُّجٰى صَدْرِ الْعُلٰى نُوْرِ الْهُدٰى، كَهْفِ الْوَرٰى، مِصْبَاحِ الظُّلَمِ، جَمِيْلِ الشِّيَمِ، شَفِيْعِ الْأُمَمِ، صَاحِبِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ، وَاللهُ عَاصِمُهٗ وَجِبْرِيْلُ خَادِمُهٗ، وَالْبُرَاقُ مَرْكَبُهٗ، وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُهٗ، وَسِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى مَقَامُهٗ، وَ قَابَ قَوْسَيْنِ مَطْلُوْبُهٗ، هُوَ سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ، خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْنَ، أُنْسُ الْغَرِيْبِيْنَ، رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ، رَاحَةُ الْعَاشِقِيْنَ، مُرَادُ الْمُشْتَاقِيْنَ، شَمْسُ الْعَارِفِيْنَ، سِرَاجُ السَّالِكِيْنَ، مِصْبَاحُ الْمُقَرَّبِيْنَ، مُحِبُّ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ، سَيِّدُ الثَّقَلَيْنِ، نَبِيُّ الْحَرَمَيْنِ، إِمَامُ الْقِبْلَتَيْنِ، وَشَفِيْعُنَا فِي الدَّارَيْنِ، صَاحِبُ قَابَ قَوْسَيْنِ، مَحْبُوْبُ رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ، وَ رَبِّ الْمَغْرِبَيْنِ، جَدُّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، مَوْلَانَا وَمَوْلَى الثَّقَلَيْنِ، أَبُو الْقَاسِمِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ نُوْرُ اللهِ، الَّذِيْ تَتَوَجَّهُ إِلَيْهِ أَنْظَارُ الْمُشْتَاقِيْنَ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا"

اللہ کے نام سے شروع، جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! درود بھیج ہمارے سردار اور آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو معراج اور براق کے صاحب ہیں، جو بلاؤں، وباؤں، قحط اور بیماری کو دور فرمانے والے ہیں۔

جن کا نام لوح و قلم "لوحِ محفوظ" پر بلند و بالا اور روشن تحریر میں لکھا ہوا ہے۔ وہ عرب و عجم کے سردار ہیں، ان کا جسم پاک، مقدس اور نورانی ہے، جو بیت اللہ اور حرم میں روشن ہے۔ وہ چمکتے سورج ہیں، رات کے اندھیروں میں بدر منیر ہیں، سب سے زیادہ بلند مقام پر ہیں، ہدایت کے نور ہیں، مخلوق کی پناہ گاہ ہیں، تاریکیوں کے چراغ ہیں، اخلاق کے حسین پیکر ہیں، امتوں کے شفیع ہیں، جود و کرم کے صاحب ہیں۔ اللہ ان کا محافظ ہے، جبرئیلؑ ان کا خادم ہے، براق ان کی سواری ہے، معراج ان کا سفر ہے، سدرۃ المنتہیٰ ان کا مقام ہے، اور قاب قوسین ان کی منزلِ مقصود ہے۔

وہی رسولوں کے سردار ہیں، وہی خاتم المرسلین ہیں، گناہگاروں کے شفیع ہیں، غریبوں کے مونس ہیں، تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں، عاشقوں کے لئے راحت ہیں، مشتاقوں کی مراد ہیں، عارفوں کے سورج ہیں، سالکانِ راہِ الٰہی اور مقربین کے چراغ ہیں، فقیروں، غریبوں اور مسکینوں کے محب ہیں۔

وہ دونوں جہاں کے سردار ہیں، دونوں حرموں کے نبی ہیں، دونوں قبلوں کے امام ہیں اور دونوں جہانوں میں ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ وہ قاب قوسین کے صاحب ہیں، مشرقین و مغربین کے رب کے محبوب ہیں، حسن و حسینؑ کے جد

امجد ہیں، ہمارے اور تمام جن وانس کے آقا ہیں، ابوالقاسم محمد بن عبداللہؐ ہیں، جو اللہ کا نور ہیں اور جن کی جمالی روشنی کی طرف مشتاقوں کی نگاہیں متوجہ رہتی ہیں۔

اے اللہ! درود و سلام بھیج ان پر، ان کی آل پر، اور ان کے اصحاب پر، اور کثرت کے ساتھ سلامتی نازل فرما۔

سورہ آل عمران کی آیت ۱۴۴ میں ارشاد ربّانی ہوتا ہے: "وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ" محمدؐ تو بس (خدا کے) رسول ہیں۔ بالتحقیق ان سے پہلے بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔

سورہ محمد آیت ۲ میں ارشاد ہوتا ہے: "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَ أَصْلَحَ بَالَهُمْ" اور جو لوگ ایمان لائے، نیک عمل کرتے رہے، اس (کتاب) پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کی گئی ہے اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اللہ نے ان کی برائیوں کو ان سے دور کر دیا اور ان کے حال کو سنوار دیا۔

سورہ فتح کی آیت ۲۹ میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے: "مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔

سورہ احزاب کی آیت ۴۰ میں خداوند عالم ارشاد فرما رہا ہے: "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا" محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

پیغمبر ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
"أَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَ آخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَ أَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَ كُلُّنَا مُحَمَّدٌ" ہمارا اوّل بھی محمد ہے، آخر بھی محمد ہے، اوسط بھی محمد ہے اور ہم سب کے سب محمد ہیں۔

چہاردہ معصومین علیہم السلام میں چار نام محمد ہیں، ایک خود پیغمبر اکرمؐ، ایک پانچویں امام محمد باقر علیہ السلام، ایک نویں امام محمد تقی علیہ السلام اور ایک آخری امام محمد مہدی آخر الزماں علیہ السلام۔

اللہ نے اس طرح بنائے ہیں محمد ہر دور میں ہر شخص کے پیارے ہیں محمد

اکثر در زہرا پہ یہ جبریل نے سوچا پیغام کسے دوں کہ یہ سارے ہیں محمد

ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے: "عَنْ أَبِي حَبِيبٍ النِّبَاجِيِّ أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي الْمَنَامِ وَ قَدْ وَافَى النِّبَاجَ وَ نَزَلَ بِهَا فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يَنْزِلُهُ الْحَاجُّ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَ كَأَنِّي مَضَيْتُ إِلَيْهِ وَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَ وَقَفْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ وَجَدْتُ عِنْدَهُ طَبَقاً مِنْ خُوصِ نَخْلِ الْمَدِينَةِ فِيهِ تَمْرٌ صَيْحَانِيٌّ فَكَأَنَّهُ قَبَضَ قَبْضَةً مِنْ ذَلِكَ التَّمْرِ فَنَاوَلَنِي فَعَدَدْتُهُ فَكَانَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ تَمْرَةً فَتَأَوَّلْتُ أَنِّي أَعِيشُ بِعَدَدِ كُلِّ تَمْرَةٍ سَنَةً فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ عِشْرِينَ يَوْماً كُنْتُ فِي أَرْضٍ بَيْنَ يَدَيَّ تُعْمَرُ لِلزِّرَاعَةِ حَتَّى جَاءَنِي مَنْ أَخْبَرَنِي بِقُدُومِ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمَدِينَةِ وَ نُزُولِهِ ذَلِكَ الْمَسْجِدَ وَ رَأَيْتُ النَّاسَ يَسْعَوْنَ إِلَيْهِ فَمَضَيْتُ نَحْوَهُ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي كُنْتُ رَأَيْتُ فِيهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ تَحْتَهُ حَصِيرٌ مِثْلُ مَا كَانَ تَحْتَهُ وَ بَيْنَ يَدَيْهِ طَبَقُ خُوصٍ فِيهِ تَمْرٌ صَيْحَانِيٌّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ عَلَيَّ وَ اسْتَدْنَانِي فَنَاوَلَنِي قَبْضَةً مِنْ ذَلِكَ

التَّمْرِ فَعَدَدْتُہٗ فَإِذَا عَدَدُہٗ مِثْلُ ذٰلِكَ الْعَدَدِ الَّذِی نَاوَلَنِی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَ آلِہٖ فَقُلْتُ لَہٗ زِدْنِی مِنْہٗ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰہِ فَقَالَ لَوْ زَادَكَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَ آلِہٖ لَزِدْنَاكَ "ابوحبیب نباجی کہتے ہیں: میں نے خواب میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ "نِباج" آئے ہیں اور اس مسجد میں اُترے ہیں جہاں ہر سال حاجی قیام کرتے ہیں۔ میں آپؐ کی خدمت میں گیا، سلام کیا اور ان کے سامنے کھڑا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے پاس مدینہ کی کھجور کی پتیوں سے بنی ہوئی ایک ٹوکری ہے جس میں صیحانی کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔

رسول اللہؐ نے ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی بھر کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں، جب میں نے ان کھجوروں کو شمار کیا تو وہ اٹھارہ کھجوریں تھیں۔ میں نے اس خواب سے یہ تعبیر لی کہ مجھے ہر کھجور کے بدلہ ایک سال زندگی ملے گی۔

بیس دن کے بعد میں ایک کھیت میں تھا جسے کھیتی کے لئے تیار کر رہا تھا، اچانک مجھے خبر ملی کہ حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام مدینہ سے تشریف لائے ہیں اور اسی مسجد میں قیام کیا ہے، جس میں حاجی قیام کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ان کی طرف دوڑ رہے ہیں تو میں بھی ان کی طرف گیا۔

جب پہنچا تو دیکھا کہ وہ بالکل اسی جگہ بیٹھے ہیں جہاں میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا تھا، اور ان کے نیچے بھی ویسا ہی چٹائی بچھی ہوئی تھی، ان کے سامنے بھی ایک کھجور کی پتیوں کی ٹوکری ہے جس میں صیحانی کھجوریں رکھی ہیں۔ میں نے حضرت کی خدمت میں سلام عرض کیا، آپؑ نے میرا سلام قبول کیا اور مجھے قریب بلایا۔ پھر ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی بھر کھجوریں مجھے عنایت کیں۔ جب میں نے ان کھجوروں کو شمار کیا

تو بالکل وہی اٹھارہ عدد جو رسول اللہؐ نے مجھے خواب میں دی تھیں۔ میں نے عرض کیا: "فرزندِ رسول! کچھ اور کھجوریں بھی عطا کر دیجئے!۔ آپؑ نے فرمایا: "اگر رسول اللہؐ نے زیادہ دی ہوتیں تو ہم بھی زیادہ دیتے۔[1]

مذکورہ واقعہ سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہیں: مذکورہ خواب اور اس کی تعبیر امام رضاؑ کا رسول اللہؐ سے براہِ راست تعلق اور ان کی وراثتِ معنوی کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ امام کے علم کو بیان کرتا ہے کہ تمہارا خواب دیکھنا بھی ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ ہستیاں عطا میں بھی برابر ہیں، چوتھے یہ کہ ان کی عطا صرف خواب میں نہیں ہوتی بلکہ حقیقت میں بھی ہوتی ہے۔

ایک روایت میں اس طرح منقول ہے: "يَا سَلْمَانُ وَ يَا جُنْدَبُ قَالَا لَبَّيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْكَ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَا أُحْيِيْ وَ أُمِيتُ بِإِذْنِ رَبِّيْ وَ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِي بُيُوْتِكُمْ بِإِذْنِ رَبِّيْ وَ أَنَا عَالِمٌ بِضَمَائِرِ قُلُوْبِكُمْ وَ الْأَئِمَّةُ مِنْ أَوْلَادِي عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُوْنَ وَ يَفْعَلُوْنَ هٰذَا إِذَا أَحَبُّوا وَ أَرَادُوْا لِأَنَّا كُلَّنَا وَاحِدٌ أَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَ آخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَ أَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَ كُلُّنَا مُحَمَّدٌ فَلَا تَفَرَّقُوا بَيْنَنَا وَ نَحْنُ إِذَا شِئْنَا شَاءَ اللهُ وَ إِذَا كَرِهْنَا كَرِهَ اللهُ الْوَيْلُ كُلُّ الْوَيْلِ لِمَنْ أَنْكَرَ فَضْلَنَا وَ خُصُوصِيَّتَنَا وَ مَا أَعْطَانَا اللهُ رَبُّنَا لِأَنَّ مَنْ أَنْكَرَ شَيْئاً مِمَّا أَعْطَانَا اللهُ فَقَدْ أَنْكَرَ قُدْرَةَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ مَشِيَّتَهُ فِيْنَا" امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص۳۵۔

اے سلمان اور اے جُندب! (یعنی ابوذر!)، ان دونوں نے عرض کیا: لبیک یا امیر المؤمنین! اللہ کا درود و سلام ہو آپ پر۔ حضرتؑ نے فرمایا: میں اپنے پروردگار کے اذن سے زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اپنے رب کے حکم سے تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔ میں تمہارے دلوں کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ ہوں۔ میرے بعد میرے امام بیٹے بھی یہ سب کچھ جانتے ہیں اور اگر چاہیں تو یہ افعال انجام دیتے ہیں، کیونکہ ہم سب ایک ہیں۔ ہمارا پہلا بھی محمد ہے، ہمارا آخری بھی محمد ہے اور ہمارا درمیانی بھی محمد ہے، ہم سب محمد ہیں۔ لہٰذا ہمارے درمیان کبھی فرق نہ کرنا۔ جو ہم چاہتے ہیں اللہ بھی وہی چاہتا ہے اور جو ہم ناپسند کرتے ہیں اسے اللہ بھی ناپسند کرتا ہے۔

ہلاکت ہے، پوری ہلاکت ہے اُس کے لئے جو ہمارے فضل، ہماری خصوصیت اور وہ سب کچھ جو ہمارے ربّ نے ہمیں عطا کیا ہے، اس کا انکار کرے۔ کیونکہ جو کوئی بھی اس چیز کا انکار کرے جو اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے تو گویا اُس نے ہمارے بارے میں اللہ کی قدرت اور اُس کی مشیت کا انکار کیا۔[1]

وضاحت:

"اذنِ الٰہی کے تحت" سے مراد یہ ہے کہ حضرتؑ اپنی ذات سے استقلالی طور پر نہیں بلکہ "بِإِذْنِ رَبِّيْ" کہہ کر وضاحت فرماتے ہیں کہ ان کے سارے تصرفات اللہ کے اذن اور قدرت سے ہیں۔ یہ وہی طرز ہے جو قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ

[1]۔ بحار الانوار، ج۲۶، ص۱۔

السّلام کے لئے ذکر کیا ہے کہ وہ اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے اور غیب کی خبریں دیتے تھے جیساکہ سورہ آل عمران کی آیت ۴۹ میں ارشاد ہوا ہے۔

دوسرا نکتہ علمِ غیب اور ولایت سے متعلق ہے، حضرتؑ نے فرمایا کہ ہم تمہارے دلوں کے اسرار و رموز کو جانتے ہیں اور یہی علم ائمہ اہل بیتؑ کو بھی عطا ہوا ہے؛ لیکن یہ علم ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے یعنی خداوند عالم نے عطا کیا ہے۔

تیسرا نکتہ کلنا محمد سے مربوط ہے، یہ جملہ اہل بیتؑ کی حقیقتِ واحدہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان سب کی نورانی اصل و حقیقت ایک ہے اور ان سب کی ذوات مقدسہ میں محمدی حقیقت جلوہ گر ہے؛ اسی لئے ان کے درمیان جدائی نہیں ہے۔

چوتھا نکتہ انکارِ ولایت سے متعلق ہے، جو کوئی اہل بیتؑ کے فضائل اور خدا کی طرف سے عطاکردہ خصوصیات کا انکار کرتا ہے، وہ دراصل اللہ کی مشیت، قدرت اور اس کی ولایت کا انکار کرتا ہے۔

ایک روایت کچھ انداز سے نقل ہوئی ہے: "عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ زَيْدٍ الشَّحَّامِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الرَّازِيُّ وَ حَدَّثَنَا بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُوفِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ زَيْدٍ الشَّحَّامِ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَيُّمَا أَفْضَلُ الْحَسَنُ أَمِ الْحُسَيْنُ قَالَ إِنَّ فَضْلَ أَوَّلِنَا يَلْحَقُ فَضْلَ آخِرِنَا وَ فَضْلَ آخِرِنَا يَلْحَقُ فَضْلَ أَوَّلِنَا فَكُلٌّ لَهُ فَضْلٌ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَسِّعْ عَلَيَّ فِي الْجَوَابِ وَ اللهِ مَا أَسْأَلُكَ إِلَّا مُرْتَاداً؛ فَقَالَ نَحْنُ مِنْ شَجَرَةٍ بَرَأَنَا اللهُ مِنْ طِينَةٍ وَاحِدَةٍ فَضْلُنَا مِنَ اللهِ وَ عِلْمُنَا مِنْ عِنْدِ اللهِ وَ نَحْنُ أُمَنَاءُ اللهِ عَلَى خَلْقِهِ وَ الدُّعَاةُ إِلَى دِينِهِ وَ الْحُجَّابُ فِيمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ خَلْقِهِ أَزِيدُكَ يَا زَيْدُ قُلْتُ نَعَمْ؛ فَقَالَ خَلْقُنَا

وَاحِدٌ وَعِلْمُنَا وَاحِدٌ وَفَضْلُنَا وَاحِدٌ وَكُلُّنَا وَاحِدٌ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقُلْتُ أَخْبِرْنِي بِعِدَّتِكُمْ فَقَالَ نَحْنُ اِثْنَا عَشَرَ هٰكَذَا حَوْلَ عَرْشِ رَبِّنَا جَلَّ وَعَزَّ فِي مُبْتَدَإِ خَلْقِنَا أَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَ أَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَ آخِرُنَا مُحَمَّدٌ" زید شحّام کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: "مولا! کون افضل ہیں، امام حسنؑ یا امام حسینؑ؟ امامؑ نے فرمایا: "ہمارے اوّل (پہلے امام) کی فضیلت ہمارے آخر (آخری امام) سے جڑی ہوئی ہے اور ہمارے آخر کی فضیلت ہمارے اوّل سے جڑی ہوئی ہے، اور ہم سب کے لئے اپنی اپنی فضیلت ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں! جواب کو اور وسیع کیجیے، کیونکہ میں نے واللہ یہ سوال کسی اور مقصد کے لئے نہیں کیا سوائے تحقیق کے۔ امامؑ نے فرمایا: ہم ایک پاکیزہ شجرہ سے ہیں۔ اللہ نے ہمیں ایک ہی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ ہمارا فضل اللہ کی طرف سے ہے، ہمارا علم بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ہم اس کی مخلوق کے امانتدار ہیں، ہم اس کے دین کی طرف بلانے والے ہیں، ہم اس کے اور مخلوق کے درمیان حجّت اور پردہ ہیں۔ اے زید! کیا میں تمہیں اور زیادہ بتاؤں؟ میں نے کہا: جی مولا۔ امامؑ نے فرمایا: "ہم سب کی خلقت ایک ہے، ہمارا علم ایک ہے، ہماری فضیلت ایک ہے اور ہم سب اللہ کے نزدیک ایک ہیں۔ زید نے کہا: مولا! مجھے اپنی تعداد بتا دیجئے۔ امامؑ نے فرمایا: ہم بارہ ہیں۔ اسی طرح اپنے ربّ عزّوجلّ کے عرش کے گرد خلقت کی ابتدا میں موجود تھے۔ ہمارا پہلا بھی محمد ہے، ہمارا درمیانی بھی محمد ہے اور ہمارا آخری بھی محمد ہے۔[1]

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج۳۶، ص۳۹۹۔

قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اس طرح بیان کرتا ہے کہ سورہ انبیاء کی آیت ۱۰۷ میں ارشاد ہوا: "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ" ہم نے آپ کو دراصل تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

جناب آدم علیہ السلام کے لئے سورہ بقرہ کی آیت ۳۰ میں ارشاد ہوا: " وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً " اور ذرا یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں؛ رسول کریمؐ کے لئے "أَرْسَلْنَا" استعمال ہوا جس کے معنی ہیں بھیجنا، آدمؑ کے لئے کہا "جَاعِلٌ" یعنی بنانے والا ہوں؛ دونوں میں فرق کیا ہے؟ اس کو آسانی کے ساتھ اس طرح سمجھیں کہ اگر کوئی مہمان آئے اور میں آپ سے کہوں کہ مہمان کو کچھ پلائیے، آپ نے پلانے میں دیر کردی تو میں کہوں گا کہ کیا ہوا؟ ابھی تک کچھ پلانے کے لئے لائے نہیں! آپ جواب دیں گے: ابھی جوز بن رہا ہے، میں نے کہا: پانی لائیے تو آپ فوراً لا کر دے دیں گے؛ فرق سمجھ میں آیا ناں! جوز بنایا جاتا ہے اور خالص پانی پیش کیا جاتا ہے؛ انبیاء بنائے گئے، رسول بھیجے گئے۔

تمام انبیاء کو ناموں کے ساتھ بلایا گیا، آدمؑ کو آدمؑ کے نام سے، نوحؑ کو نوحؑ کے نام سے، عیسیٰؑ کو عیسیٰؑ کے نام سے، موسیٰؑ کو موسیٰؑ کے نام سے، میں سب نہیں گنا تا اشارے دے رہا ہوں؛ انبیاء کو بلایا تو نام سے بلایا۔

مثلاً سورہ انعام کی ۸۶ اور ۸۷ آیت میں ارشاد ہوا: " وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ، وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ " اور زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ ان میں سے ہر ایک نیک

لوگوں میں سے تھا۔ اور اسمٰعیلؑ، الیسعؑ، یونسؑ اور لوطؑ ان میں سے ہر ایک کو ہم نے تمام جہانوں سے زیادہ عطا کیا۔

مگر جب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا تو القاب کے ساتھ بلایا، نام کے ساتھ نہیں بلایا۔ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۵ اور ۴۶ میں ارشاد ہوا: "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا؛وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا" اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ کے حکم واجازت سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بھی بنا کر بھیجا ہے۔ ان دو مختصر سی آیتوں میں سات القاب استعمال کئے گئے؛ نبی، شاہد، مبشر، نذیر، داعی، سراج منیر۔ اس کے علاوہ جہاں بھی یاد کیا، القاب سے یاد کیا، کبھی طٰہٰ کہا، کبھی یاسین کہا، کبھی مزمل کہا، کبھی مدثر کہا۔

اب آپ یہ پوچھیں گے کہ یہ فرق کیوں ہے؟ انہیں نام سے بلایا، انہیں القاب سے بلایا! ایک بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ بچے جب پڑھ رہے ہوتے ہیں ابھی علم حاصل کرنا باقی رہ گیا ہو تو انہیں نام سے ہی بلاتے ہیں، جی بیٹا میثم! جی بیٹا ابوذر! مگر جیسے ہی سند مل جاتی ہے ڈاکٹر کی، وکیل کی، تو پھر کہا جاتا ہے ڈاکٹر صاحب! وکیل صاحب! اب سمجھ میں آیا! یا دوسرے الفاظ میں اس طرح عرض کروں کہ وزیروں کو ناموں سے بلایا جاتا ہے، بادشاہ کو تہذیب و ادب اور القاب سے بلایا جاتا ہے؛ رسول خاتم المرسلین ہیں لہٰذا آپ کو اللہ نے جب بھی بلایا القاب سے بلایا۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ" اگر تم نہ ہوتے (اے محمد!)، تو میں آسمانوں اور کائنات کو پیدا نہ کرتا۔[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے رسول! اگر تمہارا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں اس کائنات کو خلق نہ کرتا، مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات ان کی وجہ سے بنائی گئی! اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں یہ مکان کس کے لئے بنایا؟ یہ گاڑی کس کے لئے خریدی؟ یاد رکھئے گا دو ہی لوگ ہوتے ہیں یا تو شریک حیات، جس سے آپ محبت کرتے ہیں یا وہ بچے جو آپ سے پیدا ہوئے ہیں یعنی اپنی پیداوار کے لئے یا اپنی چاہنے والی "محبوبہ" کے لئے بات ختم ہوگئی؛ ہم گاڑی خریدیں، زمین خریدیں، مال اور جائیداد یہ سب اپنے چاہنے والوں کے لئے اور اپنے بچوں کے لئے ہے! آپ سے پوچھا جائے کس کے لئے ہے؟ تو آپ کہیں گے ان کے لئے، اپنی فیملی کے لئے، پروردگار کہہ رہا ہے کہ اے محمد! تمہیں پیدا کرنا نہ ہوتا یعنی اگر تمہاری بات نہ ہوتی تو کائنات کو خلق نہ کرتا، بات ختم ہوگئی ناں کہ یہ سب ان کے لئے ہے؛ اسی لئے حدیث کساء میں پڑھتے ہیں یہ چاند، یہ ستارے، یہ زمین، یہ کہکشاں، یہ سب کچھ ان ہستیوں کی محبت میں ہے جو اس چادر کے نیچے ہیں ان تمام چیزوں کو میں نے ان سب کی محبت میں خلق کیا؛ اب اس کے بعد جو بھی خلق ہوئے ہیں وہ سب اسی ضمن میں آتے جائیں گے۔

دوسرے یہ کہ کائنات خلق ہوئی ہے ان کی وجہ سے، آپ دیکھتے رہتے ہیں کہ کسی منسٹر کے آنے کی وجہ سے بڑے بڑے پروگرام سجائے جاتے ہیں لیکن جیسے ہی

---

[1] ۔ الوافی، ج ۲، ص ۲۷۔

وہ جاتا ہے تمام چیزوں کو لپیٹ دیا جاتا ہے؛ اگر یہی بات ہے تو یہ بتایئے رسول تو اب دنیا میں نہیں ہیں! پھر رسول کے جانے کے بعد ان سب چیزوں کو اللہ نے کیوں ختم کیوں نہ کیا؟ عجب نہیں آواز آئے اے بندہ خدا! وہ گئے کہاں ہیں، اگر وہ چلے گئے ہیں تو پھر تم گواہی کیوں دیتے ہو "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً ارَسُوْلُ الله" میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

ایک حدیث میں اس طرح نقل ہوا ہے: "وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ نُورِيْ" جابر سے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: سب سے پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی، وہ میرا نور تھا۔[1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی جناب عبداللہ ابن عبدالمطلب، آپؐ کی والدہ جناب آمنہ بنت وہب، آپؐ کی والدہ کو آپ کا بارِ حمل محسوس نہیں ہوا۔

آپؐ بتاریخ ۱۷ ربیع الاوّل یکم عام الفیل بروز جمعہ صبح صادق یا بوقت شب شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے، یعنی ۵۷۰ عیسوی میں پیدا ہوئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پیدا ہوئے تو آپؐ نے دونوں ہاتھوں کو زمین پہ ٹیک کر سجدہ خالق ادا کیا، پھر آسمان کی طرف سر بلند کر کے تکبیر کہی اور "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ الله" زبان پہ جاری کیا۔

آپ کی آمد پر تمام غیر خدا کی عبادت کے مقامات منہدم ہو گئے۔ فارس کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے مسلسل روشن تھی، وہ بھی بجھ گئی۔ جادو اور کہانت کے ماہر اپنی عقلیں کھو بیٹھے اور ان کے موکل مبعوث ہو گئے۔ ایسے ستارے آسمان پر نکل آئے جنہیں کبھی کسی نے دیکھا نہ تھا۔ ساوہ کی وہ جھیل جس کی پرستش کی جاتی تھی جو

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۵۴، ص ۱۷۔

کاشان میں ہے وہ خشک ہوگئی۔ وادی ساوا جو شام میں ہے ہزار سال سے خشک پڑی تھی اس میں پانی جاری ہوگیا۔ ایوانِ کسریٰ کے ۱۴ کنگورے ٹوٹ کر زمین پہ گر پڑے اور کسریٰ کا محل شگافتہ ہوگیا۔

ہمارے لئے شریعت کا حکم یہ ہے کہ کسی سے بھی ملیں تو پہلے سلام بعد میں کلام، ایسا کیوں رکھا شریعت نے؟ وہ اس لئے کے سامنے والے نے اگر سلام کیا تو وہ تمہاری سلامتی چاہتا ہے، تم نے اس کی سلامتی کے لئے علیکم السلام کہا تو اب بات کرو، ایک دوسرے کے لئے کوئی بھی خطرہ نہیں ہے، یہ ہمارے آپس کے لئے ہے لیکن خدا سے جب ہم کلام کرتے ہیں تو پہلے سلام نہیں ہے، سیدھے سیدھے کلام، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝ اس طرح ہم اس کی تعریف و تمجید کرتے ہیں جب تعریف کرکے نماز مکمل ہونے لگتی ہے تو کہتے ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ایسا کیوں؟ خدا جواب دے گا، ایسا اس لئے ہے کہ تمہارے لئے ایک دوسرے کے درمیان خطرہ ہے، اگر مجھ سے باتیں کرو تو مجھ سے تمہارے لئے خطرہ نہیں ہے، میں ارحم الراحمین ہوں، ہاں جس نے مجھ تک پہنچنے کا راستہ بتایا ہے اس کا شکریہ سلام کے ذریعہ سے ادا کرو اور اسی کے ساتھ مجھ سے گفتگو کو ختم کرو۔ جن پر سلام بھیجے بغیر نماز تمام نہ ہو انہیں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں، جن کے اعلان ولایت کے بعد دین مکمل ہو، نعمتیں تمام ہوں، اس ذات گرامی کو علی مرتضےٰ کہتے ہیں۔ ہمیں اپنے جشن کو بھی نماز کی طرح نبی پر سلام بھیج کر تمام کرنا چاہئے۔

قرآن کریم سورہ احزاب آیت ۲۱ میں ارشاد ہوتا ہے: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" بالتحقیق تمہارے لئے خدا کے رسولؐ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ زندگی پیروی کرنے کے لئے موجود ہے۔

❀ ❀ ❀

﴿ام المؤمنین حضرت خدیجہؑ کی فضیلت﴾

سورہ ضحیٰ آیت نمبر ۸ میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے: "وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى" اور (کیا ہم نے) تم کو تنگ دست پا کر غنی نہیں بنایا ہے!۔

تفسیر آیت: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تنگدستی کو مال حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے ذریعہ دور کیا۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اپنا سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دعوت اسلام کے ابتدائی مشکل ترین حالات میں مدد ملی۔

کسی بھی دعوت کے ابتدائی مراحل نہایت اہم اور تقدیر ساز ہوتے ہیں، چونکہ ان مراحل میں اس تحریک کی کامیابی واضح طور پر نظر نہیں آ رہی ہوتی ہے اس لئے مددگار بھی میسر نہیں ہوتے۔ خصوصاً مکہ کی جہالت اور شرک و کفر کے وحشیانہ معاشرہ میں ان کے معبودوں کی نفی کر کے خدائے وحدہ لاشریک کی دعوت کس قدر سنگین کام ہے!۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سورہ مزمل کی پانچویں آیت میں خود ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّا سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا" عنقریب آپ پر ہم ایک بھاری حکم (کا بوجھ) ڈالنے والے ہیں۔

ایسے حالات میں دو قوتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سہارا دیا۔ ایک قوت جناب ابوطالب علیہ السلام کی جانب سے ہونے والی حمایت اور دوسری قوت

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی دولت۔ ابوطالبؑ نے "فَاٰوٰی "یعنی پناہ فراہم کی اور حضرت خدیجہؑ کی دولت نے "فَاَغْنٰی "یعنی غنی کیا۔[1]

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوا ہے: " عَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَطَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَرْبَعَ خُطَطٍ فِي اَلْأَرْضِ وَ قَالَ أَ تَدْرُونَ مَا هَذَا قُلْنَا اللهُ وَ رَسُولُهُ أَعْلَمُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَفْضَلُ نِسَاءِ اَلْجَنَّةِ أَرْبَعٌ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ آسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ "ابن عباس کہتے ہیں: ایک دن نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار لکیریں کھینچیں، پھر پوچھا جانتے ہو یہ لکیریں کیا ہیں ؟ ہم نے کہا: خدا اور اس کا رسول ہم سے دانا تر ہیں، فرمایا: جنت کی بہترین عورتیں چار ہیں، ایک تو خدیجہ بنت خویلد، دوسری فاطمہ بنت محمدؐ، تیسری مریم بنت عمران اور چوتھی آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون۔

کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ج ۱ ص ۵۰ پر روایت مرقوم ہے: "عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: ذَكَرَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ خَدِيجَةَ يَوْماً وَ هُوَ عِنْدَ نِسَائِهِ فَبَكَى "مولا امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد جب انکی وفاداری اور فدا کاری کے شیرین واقعات کو یاد کرتے تھے تو انکی یاد میں اشکبار ہو جایا کرتے تھے، ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ

---

[1]۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ج ۱۰، ص ۲۰۳۔

اچانک حضرت خدیجہ کا ذکر ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور انکے چہرے پر اشکوں کے قطرے بہنا شروع ہو گئے۔

"فَقَالَتْ عَائِشَةُ مَا يُبْكِيكَ عَلَى عَجُوزٍ حَمْرَاءَ مِنْ عَجَائِزِ بَنِي أَسَدٍ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ صَدَّقَتْنِي إِذْ كَذَّبْتُمْ وَ آمَنَتْ بِي إِذْ كَفَرْتُمْ وَ وَلَدَتْ لِي إِذْ عَقِمْتُمْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا زِلْتُ أَتَقَرَّبُ إِلَى رَسُولِ اللهِ بِذِكْرِهَا "

عائشہ نے آنحضرتؐ سے کہا: آپ کیوں اشک بہا رہے ہیں ؟ کیا آپکو قبیلہ اسد سے تعلق رکھنے والی ایک گندمی رنگ کی بوڑھی عورت کے لئے اشک بہانے چاہئیں ؟ رسول خداؐ نے جواب دیا: اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب تم لوگوں نے میری تکذیب کی، وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب تم لوگ کافر تھے، اس نے مجھے اولاد دی جبکہ تم سب بانجھ تھیں؛ عائشہ نے کہا: تو پھر میں ان کے ذکر سے منع نہیں کرتی۔

"قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَلَمَّا ذَكَرْنَا خَدِيجَةَ بَكَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ثُمَّ قَالَ خَدِيجَةُ وَ أَيْنَ مِثْلُ خَدِيجَةَ صَدَّقَتْنِي حِينَ كَذَّبَنِي النَّاسُ وَ وَازَرَتْنِي عَلَى دِينِ اللهِ وَ أَعَانَتْنِي عَلَيْهِ بِمَالِهَا إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَمَرَنِي أَنْ أُبَشِّرَ خَدِيجَةَ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَرِ الزُّمُرُّدِ لاَ صَخَبَ فِيهِ وَ لاَ نَصَبَ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَقُلْنَا فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَ أُمَّهَاتِنَا يَا رَسُولَ اللهِ" جناب ام سلمہ سلام اللہ علیہا کہتی ہیں جیسے ہی جناب خدیجہ کا ذکر آیا رسول خداؐ رونے لگے اور آپؐ نے فرمایا: خدیجہ! کہاں ہے (اب کوئی) خدیجہ کی مثل! جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو اس نے میری تصدیق کی، اس نے دین خدا کی خاطر میری مدد کی، اپنے مال

کے ذریعہ سے دین کی تبلیغ و ترقی میں میری مدد کی، خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری دوں کہ جنت میں زمرد کا قصر جس میں کسی قسم کی کوئی سختی اور ناآرامی نہیں ہوگی؛ ام سلمہ کہنے لگیں اے خدا کے رسول! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں!۔

"عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ : وَ قَدْ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ: وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ فَقَالَ سُورٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ قَائِمٌ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ وَ عَلِيٌّ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ فَاطِمَةُ وَ خَدِيجَةُ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ فَيُنَادُونَ أَيْنَ مُحِبُّونَا أَيْنَ شِيعَتُنَا فَيُقْبِلُونَ إِلَيْهِمْ فَيَعْرِفُونَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَ أَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: يَعْرِفُونَ كُلاًّ بِسِيمَاهُمْ فَيَأْخُذُونَ بِأَيْدِيهِمْ فَيَجُوزُونَ بِهِمْ عَلَى الصِّرَاطِ وَ يُدْخِلُونَهُمُ الْجَنَّةَ"۔[1]

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان حجاب سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ یہ گزر گاہ ہے جو بلند مقام پر ہے اور یہ جنت اور دوزخ کے درمیان ہے، پھر آپؑ نے فرمایا: اس اعراف کے مقام پر حضور پاکؐ، علی مرتضیٰؑ، حسن مجتبیٰؑ، حسین شہید کربلاؑ، جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور جناب خدیجہ صلواۃ اللہ علیہا ہوں گے اور پکار کر کہیں گے کہ کہاں ہیں ہمارے شیعہ؟ کہاں ہیں ہمارے دوست؟ ان کے شیعہ اور دوست ان کی طرف چل پڑیں گے اور وہ اپنے شیعوں اور دوستوں کو ان کے ناموں اور ان کے والد کے ناموں سے جانتے ہیں؛ وہ اپنے شیعوں اور دوستوں کے ہاتھ

---

[1]۔ بحار الأنوار وجامع لدرر أخبار، ج۲۴، ص۲۵۵۔

پکڑیں گے، ان کو مقام اعراف اور پل صراط سے عبور کرائیں گے اور جنت کی طرف روانہ کر دیں گے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جناب خدیجہؑ قیامت کے روز پیغمبر خداؐ کے ہمراہ ہوں گی اور وہ مقام اعراف پر علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ ہوں گی، اپنے محبوں اور دوستوں کی شفاعت کریں گی، وہ وہاں پر اعلیٰ مقام پر ہوں گی اور یہ اعلیٰ مقام صرف شفاعت کرنے والوں ہی کے لئے مخصوص ہے۔

(مدح حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا)

اسلام کی ترویج کا عنوان خدیجہؑ
ہر صاحب ایمان کا ایمان خدیجہؑ

ارمانِ خدیجہؑ تھے نبی ہم نے یہ مانا
پیغمبر آخر کا تھی ارمان خدیجہؑ

خاتون جناں جس کی ہے بیٹی یہ وہی ہیں
قرباں تری عظمت پہ دل وجان خدیجہؑ

اسلام ہے احسان مسلمانوں پہ رب کا
اسلام پہ ہے آپ کا احسان خدیجہؑ

یہ مجلس شبیر ہے جنت کی بشارت
جاری ہے تیرا آج بھی فیضان خدیجہؑ

توصیف تیری ہو نہیں سکتی ہے بشر سے
لکھ ڈالے اگر لاکھ بھی دیوان خدیجہؑ

دختر ہے تری چادر تطہیر کی مالک
شوہر ہے ترا بولتا قران خدیجہؑ

منکر تری عظمت کا اگر کوئی بشر ہے
بخشش کا نہیں پھر کوئی امکان خدیجہؑ

کہنے کو تو ازواج محمدؐ ہیں کئی اور
ہے سب سے جدا آپ ہی کی شان خدیجہؑ

ریحاؔن ثنا مادر زہرا کی رقم کر
کہ جان کی بخشش کا ہے سامان خدیجہؑ

❁❁❁

(قطعات)

کون بھولے بھلا پیغام خدیجہؑ تیرا
دل کی دنیا پہ رقم نام خدیجہؑ تیرا
تیری دولت نے دیا دین محمدؐ کو فروغ
اب بھی مقروض ہے اسلام خدیجہؑ تیرا

❁❁❁

حشر تک انسانیت کا ارتقا مقروض ہے
جس کے سب مقروض ہیں وہ مصطفےٰؐ مقروض ہے
اَقرضو کے حکم سے یہ بات ثابت ہو گئی
آدمیت کیا خدیجہؑ کا خدا مقروض ہے

❁❁❁

فاطمہؑ کی ماں کی دولت اور بچوں کا لہو
دین میں شامل نہ ہو تو دین میں رکھا ہے کیا
فاطمہ زہراؑ کا دے کر واسطہ کیجے دعا
پھر خدا پر چھوڑیئے اور دیکھئے ہوتا ہے کیا

❁❁❁

حیا کی کیوں نہ لکھوں انجمن خدیجہؑ کو
سلام کرتے ہیں جب پنجتن خدیجہؑ کو
سمجھ کے محسنۂ دیں، رسول اکرمؐ نے
دیا ہے اپنی عبا کا کفن خدیجہ کو

❁❁❁

خطبہ قاصعہ میں امام متقیان علی ابن ابیطالب علیہا السلام ارشاد فرماتے ہیں: "وَ لَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءَ، فَأَرَاهُ وَ لَا يَرَاهُ غَيْرِيْ، وَ لَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَّاحِدٌ يَّوْمَئِذٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ خَدِيْجَةَ وَ أَنَا ثَالِثُهُمَا. أَرٰى نُوْرَ الْوَحْيِ وَ الرِّسَالَةِ، وَ أَشُمُّ رِيْحَ النُّبُوَّةِ" اور (آپؐ) ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہؐ اور اخدیجہؑ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا ان میں مَیں تھا۔ میں وحی رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔

"وَالصَّحِيحُ أَنَّ أَبَا طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تُوُفِّيَ عَنْهُ فِي آخِرِ السَّنَةِ الْعَاشِرَةِ مِنْ مَبْعَثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ثُمَّ تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ بَعْدَ أَبِي طَالِبٍ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَسَمَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ذٰلِكَ الْعَامَ عَامَ الْحُزْنِ" جناب ابوطالب علیہ السلام بعثت رسول کے دسویں سال دنیا سے رخصت ہوئے اور ان کے تین دن بعد جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا وفات پا گئیں، ان دونوں ہمدردوں کی اچانک موت نے رسول خدا کے دل پر گہرا اثر ڈالا اسی واسطے حضور پاکؐ نے اس سال کو عام الحزن یعنی غموں کا سال قرار دیا۔

حقیقت میں جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا اور حضرت ابوطالب علیہ السلام، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے بہت بڑا دفاعی گروہ تھے اسی لئے جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو دفن کرنے کے بعد گھر گئے تو کم سن فاطمہ کو دیکھا جو بغیر ماں کے بے سہارا رہ گئی تھی، ایک دفعہ پیغمبر خدا بہت پریشان ہوئے کیونکہ ۲۵ سال کی شریک حیات اب ان کو گھر میں خوش آمدید کہنے کے لئے موجود نہ تھی، خدیجہ کی جگہ خالی دیکھ کر غمگین ہوگئے؛ پیغمبر کے لئے یہ بہت بڑی مصیبت تھی کہ شاید خدائے بزرگ کے علاوہ اور کوئی نہ سمجھ سکتا تھا، پیغمبر خدا کی

پوری زندگی میں سب سے بڑا حادثہ ابھی تک یہی تھا اسی لئے اس کی تلخی حضورؐ کے لئے جگر سوز اور کمر شکن تھی، آپؐ نے اس سال کو غم کا سال قرار دیا اور خدیجہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس شریک حیات کی عظمتوں کو بہت یاد کرتے تھے اور جب بھی اپ کے سامنے خدیجہ کا نام لیا جاتا آپؐ کے چہرہ پر غم کے آثار نمایاں ہوجاتے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے تھے۔

جس وقت جناب خدیجہ کی رحلت ہوئی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے رحمت کے فرشتے جناب خدیجہ کے لئے ایک مخصوص کفن لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ ایک طرف تو جناب خدیجہ کے لئے باعث رحمت وبرکت تھا اور دوسری جانب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث تسلّی وفخر تھا، یہ عمل جناب خدیجہ کے اعلیٰ درجات کا ثبوت تھا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے پاک ومطہر پیکر کو کفن میں لپیٹا اور پھر جنازہ کو ساتھیوں کے ہمراہ قبرستان معلیٰ جو کوہ حجون کے دامن میں واقع ہے اور مکہ سے اونچائی کی جانب ہے اس کی طرف لے گئے تاکہ ان کو اپنی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کی قبر کے پاس دفن کریں، وہاں جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے لئے قبر بنائی گئی، جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس قبر میں تشریف لے گئے اور لیٹ گئے، پھر باہر آئے اور اس قبر میں جناب خدیجہ کے پیکر کو رکھ کر سپرد خاک کیا۔

❁❁❁

﴿مودت اہل بیت علیہم السلام﴾

مودّت: محبت سے بھی گہرے رشتہ کو کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے جب اپنے رسولؐ کو اجرِ رسالت طلب کرنے کا حکم دیا تو محبت نہیں بلکہ مودّت طلب کرنے کا حکم دیا۔

سورہ شوریٰ آیت ۲۳ میں ارشاد ربّانی ہو رہا ہے: " ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ " یہ وہ بات ہے جس کی اللہ اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالح بجالاتے ہیں، کہدیجئے: میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے مودّت اختیار کرو، اور جو کوئی نیکی کمائے ہم اس کے لئے اس نیکی میں اچھا اضافہ کرتے ہیں، اللہ یقیناً بڑا بخشنے والا، قدر دان ہے۔

ایک روایت اس انداز سے منقول ہے: " عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عَلِيُّ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَرَضَ مَوَدَّتَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ فَأَوَّلُ مَنْ أَجَابَ مِنْهَا السَّمَاءُ السَّابِعَةُ فَزَيَّنَهَا بِالْعَرْشِ وَ الْكُرْسِيِّ ثُمَّ السَّمَاءُ الرَّابِعَةُ فَزَيَّنَهَا بِالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ثُمَّ السَّمَاءُ الدُّنْيَا فَزَيَّنَهَا بِالنُّجُومِ ثُمَّ أَرْضُ الْحِجَازِ فَشَرَّفَهَا بِالْبَيْتِ الْحَرَامِ ثُمَّ أَرْضُ الشَّامِ فَزَيَّنَهَا بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ

أَرْضُ طَيْبَةَ فَشَرَّفَهَا بِقَبْرِيْ ثُمَّ أَرْضُ كُوفَانِ فَشَرَّفَهَا بِقَبْرِكَ يَا عَلِيُّ! فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ أُقْبَرُ بِكُوفَانِ الْعِرَاقِ؟ فَقَالَ نَعَمْ يَا عَلِيُّ! تُقْبَرُ بِظَاهِرِهَا قَتْلاً بَيْنَ الْغَرِيَّيْنِ وَ الذَّكَوَاتِ الْبِيْضِ يَقْتُلُكَ شَقِيُّ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلْجَمٍ فَوَ الَّذِيْ بَعَثَنِي بِالْحَقِّ نَبِيّاً مَا عَاقِرُ نَاقَةِ صَالِحٍ عِنْدَ اللهِ بِأَعْظَمَ عِقَاباً مِنْهُ يَا عَلِيُّ يَنْصُرُكَ مِنَ الْعِرَاقِ مِائَةُ أَلْفِ سَيْفٍ"

ابن عباس کے سلسلہ سند سے نبی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک دن سرور انبیاءؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: یاعلی! میری اور میرے اہل بیتؑ کی مودت ذات احدیت نے ارض و سماء پر پیش کی، سب سے پہلے ساتویں آسمان نے ہماری مودت کو قبول کیا تو اللہ نے اسے عرش و کرسی سے مزین کیا؛ پھر چوتھے آسمان نے قبول کیا تو اسے اللہ نے بیت المعمور سے آراستہ کیا؛ پھر آسمان اوّل نے قبول کیا تو اسے اللہ نے ستاروں کا حسن عطا کیا؛ پھر وادی حجاز نے قبول کیا تو اللہ نے اسے بیت اللہ سے نوازا؛ پھر سرزمین شام نے ہماری مودّت کو قبول کیا تو اللہ نے بیت المقدس سے سعادت بخشی؛ پھر سرزمینِ طیبہ نے مودت کو قبول کیا تو اللہ نے وہاں میری قبر قرار دی؛ عراق کی زمین نے مودّت کو قبول کیا تو اسے اللہ نے تمہارے جسم کا امین قرار دیا؛ حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا میں عراق میں دفن ہوں گا؟ آپؐ نے فرمایا: یاعلی وادی نجف تمہارا مسکن ہوگا، کوفہ میں تمہیں عبدالرحمن ابن ملجم امت کا شقی ترین شخص شہید کرے گا، قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا! اللہ کے نزدیک صالحؑ کی اونٹنی کو مار ڈالنے والے پر جو عذاب ہوا،

اس سے بھی زیادہ سخت عذاب تمہارے قاتل پر ہوگا۔ اے علی! عراق سے ایک لاکھ تلواریں تمہاری مدد کے لئے نیاموں سے نکلیں گی۔[1]

ایک تفسیری روایت اس انداز سے آئی ہے: "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: قُلْ لاَ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ قَالُوا يَارَسُوْلَ اللهِ مَنْ قَرَابَتُكَ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ مَوَدَّتُهُمْ ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ اِبْنَاهُمَا " ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ" کہہ دیجئے: میں تم سے اپنی رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، سوائے قرابت داروں کی محبت کے، تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے وہ قرابت دار کون ہیں جن کی مودت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ علی ہیں، فاطمہ ہیں اور ان کے دونوں بیٹے (حسن وحسین)۔[2]

اہل بیت سے محبت کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ مودّت کا مطالبہ کیا جارہا ہے، ان دونوں لفظوں میں فرق کو محسوس کریں۔ "محبّت" اور "مودّت" دونوں کا تعلق عربی مادّہ (وَدَّ/حَبَّ) سے ہے، یعنی دوستی، انس، دل کا جھکاؤ اور چاہت۔

لیکن ان دونوں میں باریک اور معنوی فرق موجود ہے، محبّت کے لغوی معنی: لفظ "محبّۃ" عربی مادّہ (حَبَّ — یَحِبُّ) سے ہے، جس کے معنی ہیں: دل میں کسی کے لئے انس اور رغبت پیدا ہونا۔ اصطلاحی معنی: محبّت وہ کیفیت ہے جو دل کے اندر پیدا

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۱۹۷۔

[2]۔ بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۶۵۔

ہوتی ہے۔ کسی کے جمال، کمال، یا احسان کے باعث۔ یعنی یہ دل کی حالت ہے، ایک باطنی جذبہ۔

مودّت کے لغوی معنی: لفظ "مودّۃ" عربی مادّہ (وَدَّ–یَوَدُّ) سے ہے، جس کے معنی ہیں: محبّت کا عملی اظہار، یعنی دل کی چاہت کے ساتھ ساتھ عمل، وفا اور دوستی میں ثبات قدمی۔ اصطلاحی معنی: مودّت، وہ محبت ہے جو صرف دل تک محدود نہیں رہتی، بلکہ عمل، وفاداری، اور خیر خواہی میں ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی یہ محبت عمل اور وفا کے ساتھ ہے۔

سورہ شوریٰ کی آیت ۲۳ میں ارشاد ہوا: "قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ" یعنی اس آیت میں قربیٰ سے مودّت کا حکم دیا جا رہا ہے اور سورہ شعراء کی آیت ۲۱۴ میں ارشاد ہوا: "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" یعنی اس آیت میں قرابتداروں کو ڈرانے کا حکم ہو رہا ہے!۔

خلاصہ کے طور پر ایک جملہ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ "قربیٰ سے مودّت کے حکم ہے اور اقارب کو ڈرانے کا حکم دیا جا رہا ہے"۔

ایک روایت اس انداز سے آئی ہے: "وَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ مَعَ عِتْرَتِي عَلَى الْحَوْضِ فَمَنْ أَرَادَنَا فَلْيَأْخُذْ بِقَوْلِنَا وَ لْيَعْمَلْ بِعَمَلِنَا فَإِنَّ لَنَا الشَّفَاعَةَ وَ لِأَهْلِ مَوَدَّتِنَا الشَّفَاعَةَ فَشَافِعُوا وَ مَنْ لَقِيَ بِنَا لَقِيَنَا عَلَى الْحَوْضِ فَأَنَا أَذُودُ عَنْهُ عَدُوَّنَا وَ أَنَا أَسْقِي مِنْهُ أَوْلِيَاءَنَا مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا أَبَداً حَوْضَانِ مُتْرَعَانِ مِنَ الْجَنَّةِ أَحَدُهُمَا مِنْ تَسْنِيمٍ وَ الْآخَرُ مِنْ مَعِينٍ وَ عَلَى

حَافَتَيْهِ زَعْفَرَانٌ حَصَاتُهُ الدُّرُّ وَ الْيَاقُوتُ وَهُوَ الْكَوْثَرُ إِنَّ الْأُمُورَ إِلَى اللهِ وَلَيْسَتْ إِلَى الْعِبَادِ وَلَوْ كَانَتْ إِلَى الْعِبَادِ مَا اخْتَارُوا عَلَيْنَا أَبَداً أَحَداً وَ لَكِنَّهُ يَخْتَصُّ مِنْهُ مَنْ يَشَاءُ فَاحْمَدُوا عَلَى مَا اخْتَصَّكُمْ بِهِ عَلَى طِيبِ الْمَوَدَّةِ " امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: میں رسولِ خداؐ اور اپنی عترت (اہلِ بیتؑ) کے ساتھ حوض (کوثر) پر ہوں گا۔ جو ہم تک پہنچنا چاہے، وہ ہمارے قول کو اختیار کرے اور ہمارے حکم پر عمل کرے کیونکہ ہمارے لئے شفاعت ہے اور ہم سے مودّت رکھنے والوں کے لئے بھی حق شفاعت ہے لہٰذا تم شفاعت کرنے والوں میں سے ہو جاؤ اور جو ہم سے (دنیا میں) ملاقات کرے گا، وہ (قیامت کے دن) ہم سے حوض پر (بھی) ملاقات کرے گا۔

میں اپنے دشمنوں کو حوض کوثر سے دور ہٹاؤں گا اور اپنے دوستوں کو اس سے سیراب کروں گا۔ جو بھی اس (حوض) سے ایک گھونٹ پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہو گا۔ وہ دو بھرے ہوئے حوض ہوں گے: ایک تسنیم سے اور دوسرا معین سے۔ ان کے کنارے زعفران سے مزین ہوں گے، ان کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہوں گی، یہی کوثر ہے۔ بیشک تمام امور اللہ کی طرف لوٹتے ہیں، بندوں کی طرف نہیں۔ اور اگر یہ (اختیار) بندوں کے سپرد ہوتا تو وہ کبھی ہم پر کسی کو ترجیح نہ دیتے۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے، اپنے فضل سے منتخب کر لیتا ہے لہٰذا اس پر اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں پاکیزہ محبت (اہل بیتؑ کی مودّت) کے لئے منتخب فرمایا۔[1]

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۸، ص۶۶۔

(نوٹ: محبت سے محب بنتا ہے مودت سے شیعہ بنتا ہے، محب ہو تو اسے شفاعت کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اور اگر شیعہ ہو تو اسے شفاعت کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے)

امام حسن علیہ السلام کا وہ خطبہ جو امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ نے کوفہ میں دیا تھا اس کا ایک حصہ مجموعہ نفیسہ فی تاریخ الائمۃ من آثار القدماء من علماء الاِمامیۃ الثقات ج ۱، ص ۲۸۲، پر اس طرح مرقوم ہے: "أَنَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ اِفْتَرَضَ اللهُ حُبَّهُمْ فِيْ كِتَابِهِ. فَقَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ وَ مَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيْهَا حُسْناً فَالْحَسَنَةُ مَوَدَّتُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ" میں اُن اہلِ بیتؑ میں سے ہوں جن کی محبت کو اللہ نے اپنی کتاب میں فرض قرار دیا ہے۔ یہ بھی واضح کیا کہ اہلِ بیتؑ ہی وہ خاندان ہیں جن کی مودت قرآن سے واجب قرار دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہہ دو (اے رسول!) میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے مودّت اختیار کرو پھر فرمایا گیا اور جو کوئی نیکی کرے گا، ہم اس کے لئے نیکیوں میں اضافہ کردیں گے۔ وہ نیکی دراصل ہم اہلِ بیتؑ کی مودّت ہے۔

ایک روایت اس طرح آئی ہے: "زَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ: أَنَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْبَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ لَهُ رَجُلٌ إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللهِ تَعَالَىٰ فَقَالَ لَعَلَّكَ يَا عَلِيُّ اِصْطَنَعْتَ إِلَيْهِ مَعْرُوفاً قَالَ لَا وَ اللهِ مَا اصْطَنَعْتُ إِلَيْهِ مَعْرُوفاً فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ قُلُوبَ الْمُؤْمِنِيْنَ تَتُوقُ إِلَيْكَ بِالْمَوَدَّةِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَاتُ" زید بن علی روایت کرتے ہیں:

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے رسولِ خداؐ کو خبر دی کہ ایک شخص نے ان سے کہا: میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: اے علی! شاید تم نے اس شخص کے ساتھ کوئی نیکی یا احسان کیا ہو؟ امیر المؤمنینؑ نے عرض کیا: نہیں، خدا کی قسم! میں نے اس کے ساتھ کوئی نیکی نہیں کی۔ تب رسولِ خداؐ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مؤمنوں کے دلوں کو تمہاری مودّت کی طرف مائل کر دیا ہے۔ اسی موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔[1]

یہ روایت اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی مودّت مؤمن کے ایمان کا فطری جزو ہے، یعنی یہ مودّت کسی دنیاوی سبب سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے دلوں میں رکھی گئی ایک الٰہی مودّت ہے۔

ایک روایت اس انداز سے نقل ہوئی ہے: "عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي قَوْلِهِ: وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ، بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ، قَالَ: مَنْ قُتِلَ فِي مَوَدَّتِنَا وَ الدَّلِيلُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَوْلُهُ لِرَسُولِهِ: قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ" جابر سے روایت ہے کہ انہوں نے امام ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: "وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ، بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ" اور جب زندہ درگور کی گئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی؟ تو امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہماری محبت میں قتل کئے گئے ہیں اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا اپنے رسولؐ سے یہ فرمان ہے: "قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ" کہہ دیجئے: میں

[1]۔ بحار الانوار، ج۳۵، ص۳۵۵۔

تم سے اس (رسالت) پر کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے قرابت داروں سے مودّت اختیار کرو۔[1]

شرح و مفہوم:

امام باقر علیہ السلام نے اس آیت کی باطنی تفسیر بیان فرمائی کہ "الموءودۃ" یعنی وہ مظلوم مؤمنین و مؤمنات جو صرف اہلِ بیتِ رسولؐ کی محبت و ولایت کی وجہ سے قتل کئے گئے قیامت کے دن ان سے بھی سوال ہو گا اور ان کے قاتلوں سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے انہیں کس گناہ کے بدلہ میں قتل کیا!، حالانکہ ان کا گناہ صرف "مودّتِ قربیٰ" تھا۔ محبت میں در تک آتا ہے اور مودّت میں دار تک جاتا ہے۔ اگر محبت ہو تو تنور کے باہر مچلتا ہے اور اگر مودت ہو تو تنور میں کود جاتا ہے۔ اذان پہ خاموش ہونا اور بعد اذان دعا پڑھنا محبت ہے اور اذان کی آواز سن کر اٹھ کے چلے جانا اور نماز پڑھنا مودّت ہے۔ اہل بیت کی باتوں کو مان لینا محبت ہے اور اس راستہ کو عملی جامع پہنانا مودّت ہے۔ اطاعت اہل بیت محبت کی نشانی ہے اور اتباع اہل بیت مودّت کی علامت ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "اَلْمَحَبَّةُ أَنْ تَقُوْلَ، وَالْمَوَدَّةُ أَنْ تَعْمَلَ" محبّت صرف زبان سے کہنا ہے اور مودّت عمل سے ظاہر کرنا ہے۔[2]

---

[1]۔ تفسیر قمی، ج ۲، ص ۴۰۷۔

[2]۔ تفسیر نور الثقلین، ذیل سورہ شوریٰ، آیت ۲۳۔

"ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ": یہ وہ فضل کبیر ہے جس کی اللہ تعالیٰ نیک بندوں کو بشارت دیتا ہے تاکہ یہ بشارت مومنین کے دلوں پر ایسا اثر چھوڑے جس کی وجہ سے رضائے رب کی راہ میں پیش آنے والی ہر مصیبت آسان ہو جائے۔

سورہ توبہ کی آیت ۱۱۳ میں ارشاد ہوتا ہے: "مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰی" نبی اور ایمان والوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت طلب کریں خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میرے لئے اسلام بیان کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ" اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ اس اعرابی نے کہا: کیا اس پر آپ کوئی اجر مانگتے ہیں؟ فرمایا: "لَا ۔ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی"۔ نہیں۔ سوائے اپنے قریبی ترین رشتہ داروں کی مودّت اختیار کرنے کے سوا کوئی اجر نہیں مانگتا۔ اس نے کہا: میرے قریبی یا آپ کے قریبی؟ فرمایا: "قَرَابَتِیْ"، یعنی میرے قریبی۔ اس نے کہا: میں آپ کی بیعت کرتا ہوں اور جو آپ اور آپ کے رشتہ داروں سے محبت نہ کرے اس پر لعنت ہو۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: آمین۔[1]

❋ ❋ ❋

---

[1] ۔ حلیۃ الاولیاء، ج۳، ص۲۰۱۔ کفایۃ الطالب، ب۱۱۔

﴿ولایت علی علیہ السلام اور موت﴾

موت ہر انسان کی ایک جیسی نہیں ہوتی، ہر انسان کے عمل کے مطابق اس کی موت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ روایات میں ملتا ہے بعض لوگوں کی روح ایسے نکلتی ہے جیسے پھول سے خوشبو اور بعض لوگوں کی روح ایسے نکلتی ہے جیسے خاردار جھاڑی پر ریشمی کپڑا ڈال کر کھینچ لیا جائے!۔

ایک روایت میں اس طرح منقول ہے: " أَبِیْ عَنْ یُونُسَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَوْ غَیْرِهِ عَنْ رِیَاحِ بْنِ أَبِیْ نَصْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ کَانَ جَالِساً فِی مَلَأٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ قَامَ فَزِعاً فَاسْتَقْبَلَ جَنَازَةً عَلَىٰ أَرْبَعَةِ رِجَالٍ مِنَ الْحَبَشِ فَقَالَ ضَعُوْهُ ثُمَّ کَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ أَیُّکُمْ یَعْرِفُ هَذَا؟ فَقَالَ عَلِیُّ بْنُ أَبِی طَالِبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ أَنَا یَا رَسُولَ اللهِ! هَذَا عَبْدُ بَنِیْ رِیَاحٍ مَا اسْتَقْبَلَنِی قَطُّ إِلَّا قَالَ وَ اللهِ أَنَا أُحِبُّكَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ فَاشْهَدْ مَا یُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ لَا یُبْغِضُكَ إِلَّا کَافِرٌ وَ إِنَّهُ قَدْ شَیَّعَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفَ قَبِیْلٍ مِنَ الْمَلَائِکَةِ کُلُّ قَبِیْلٍ عَلَىٰ سَبْعِیْنَ أَلْفَ قَبِیْلٍ قَالَ ثُمَّ أَطْلَقَهُ مِنْ جَرِیْدِهِ وَ غَسَّلَهُ وَ کَفَّنَهُ وَ صَلَّى عَلَیْهِ وَ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِکَةَ تُضَایِقُ بِهِ الطَّرِیْقَ وَ إِنَّمَا فُعِلَ بِهِ هَذَا لِحُبِّهِ إِیَّاكَ یَا عَلِیُّ " ریاح بن ابی نصر کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے ہوئے سنا: رسولِ خداؐ اپنے چند اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک گھبرا کر کھڑے ہوگئے اور ایک جنازہ کی طرف متوجہ ہوئے جسے چار

حبشی (افریقی) افراد اٹھائے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اس جنازہ کو زمین پر رکھ دو پھر آپؐ نے اس کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: تم میں سے کون اسے پہچانتا ہے؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں پہچانتا ہوں، یہ بنی ریاح کا غلام ہے، اس نے کبھی مجھ سے ملاقات نہیں کی مگر یہ کہ یہ کہتے ہوئے: خدا کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: اے علی! گواہ رہنا تم سے محبت نہیں کرتا مگر مؤمن، اور تم سے بغض نہیں رکھتا مگر کافر۔ یقیناً اس کے جنازہ کے ساتھ ستر ہزار قبیلوں کے فرشتے شریک ہوئے، اور ہر قبیلہ میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

پھر رسولِ خداؐ نے (اس کے کفن کی) شاخوں کو کھولا اسے خود غسل دیا، کفن پہنایا اور اس پر نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد فرمایا: فرشتے اس کی خاطر راستہ تنگ کئے ہوئے ہیں اور یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا گیا کہ اس نے اے علی! تم سے محبت کی تھی۔[1]

الخرائج والجرائح، ج ۲، ص ۷۱۹ میں ایک روایت اس انداز سے بیان ہوئی ہے:

"وَ مِنْهَا: مَا قَالَ أَبُوْ بَصِيْرٍ: قَدِمَ عَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ هٰذَا الْأَمْرَ فَقَبِلَهُ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ يَوْماً وَ هُوَ فِيْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ فَقَالَ يَا أَبَا بَصِيرٍ قَدْ قَبِلْتُ مَا قُلْتَ لِيْ فَكَيْفَ لِيْ بِالْجَنَّةِ، فَقُلْتُ أَنَا ضَامِنٌ لَكَ عَلَىٰ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَاتَ فَدَخَلْتُ عَلَىٰ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَابْتَدَأَنِيْ فَقَالَ لِيْ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! قَدْ وُفِيَ لِصَاحِبِكَ بِالْجَنَّةِ" امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے جو ابو بصیر نے نقل کی ہے: ایک شخص شام کے علاقہ سے ہمارے پاس آیا۔ میں نے اُس کے سامنے "یہ امر" (یعنی ولایتِ اہلِ بیت

---

[1]۔ المحاسن، ج ۱، ص ۱۵۰۔ بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۲۵۴۔

علیہم السلام اور حقِ امامت) پیش کیا تو اُس نے قبول کر لیا۔ پھر ایک دن میں اُس کے پاس گیا جبکہ وہ موت کے عالم (حالتِ احتضار) میں تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا: اے ابو بصیر! میں نے وہ بات قبول کر لی جو تم نے مجھ سے کہی تھی، اب میری جنت کا کیا ہو گا؟ میں نے کہا میں تمہارے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ضمانت پر جنت کا ضامن ہوں۔

اس کے بعد وہ مر گیا۔ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے میری بات شروع ہوئے بغیر ہی خود فرمایا: اے ابو محمد! تمہارے اُس ساتھی کے لئے جنت کا وعدہ پورا کر دیا گیا ہے۔

خلاصہ: امام صادق علیہ السلام نے خبر دی کہ جس شخص نے ولایتِ اہلِ بیت علیہم السلام کو دل سے قبول کر لیا اُسے جنت کی ضمانت حاصل ہو گئی۔

❁ ❁ ❁

﴿امامت کا اقرار کرنے والا جنتی﴾

امامت، نہایت ہی اہم موضوع ہے اور اس کا اقرار کرنا فرض قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ اصل امامت کے معتقدین کو شیعہ اثناعشری کہا جاتا ہے۔

کتاب المحاسن ایک روایت اس طرح منقول ہے: " عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي دَاوُدَ الْحَدَّادِ عَنْ مُوسَى بْنِ بَكْرٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ رَجُلٌ فِي الْمَجْلِسِ أَسْأَلُ اللهَ الْجَنَّةَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْتُمْ فِي الْجَنَّةِ فَاسْأَلُوا اللهَ أَنْ لَا يُخْرِجَكُمْ مِنْهَا فَقَالُوا جُعِلْنَا فِدَاكَ نَحْنُ فِي الدُّنْيَا فَقَالَ أَلَسْتُمْ تُقِرُّونَ بِإِمَامَتِنَا قَالُوا نَعَمْ فَقَالَ هَذَا مَعْنَى الْجَنَّةِ الَّذِي مَنْ أَقَرَّ بِهِ كَانَ فِي الْجَنَّةِ فَاسْأَلُوا اللهَ أَنْ لَا يَسْلُبَكُمْ " عمر بن عبد العزیز نے ابو داؤد حداد سے، انہوں نے موسیٰ بن بکر سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں: ہم امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک شخص نے مجلس میں کہا: میں اللہ سے جنت طلب کرتا ہوں۔ امام جعفر صادقؑ علیہ السلام نے فرمایا: تم سب جنت میں ہو، اللہ سے یہ دعا کرو کہ وہ تمہیں اس سے نکال نہ دے۔ انہوں نے عرض کیا: ہماری جانیں آپ پر نثار! ہم تو دنیا میں ہیں! امامؑ نے فرمایا: کیا تم ہماری امامت کا اقرار نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ امامؑ نے فرمایا: یہی جنت کا مفہوم ہے۔ جو شخص امامت کا اقرار کرلے وہ جنت میں ہے، لہٰذا اللہ سے دعا کرو کہ وہ اس (نعمت) کو تم سے چھین نہ لے۔[1]

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۶۵، ص۱۰۲۔

امامؑ نے فرمایا: تم سب جنت میں ہو۔ جہنم تمہیں تلاش کرے گا مگر پائے گا نہیں۔ یہاں امامؑ نے ایک بنیادی قاعدہ بیان کیا: جو اہل بیتؑ کی امامت کا سچا اقرار کرے اور ان کی پیروی کرے وہ حقیقتاً جنتی ہے۔ جہنم اس پر قابو نہیں پا سکتا کیونکہ ولایت اہل بیتؑ ہی اصل نجات ہے۔ امامؑ نے تین بار قسم کھائی ہے: اللہ کی قسم! تم میں سے تین بھی جہنم میں نہ ہوں گے... نہ دو... نہ ایک!"

امام، عربی لفظ ہے، اس کے کئی معانی ہیں، جو سیاق کے مطابق بدلتے ہیں۔ کل معنی "یعنی اس کے تمام بنیادی معانی درج ذیل ہیں:

لغوی معنی: پیشوا: جو لوگوں کو راہ دکھانے والا ہو۔ رہنما: آگے چلنے والا، جس کے پیچھے لوگ چلیں۔ نمونہ: جسے معیار اور مثال بنایا جائے۔ سربراہ و حاکم: جو قوم یا جماعت کا سردار ہو۔ راہ: کبھی امام کا اطلاق سیدھی راہ پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: "وَ إِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ" یعنی وہ دونوں (شہر) ایک نمایاں راستے پر ہیں۔ کتاب/تحریر: قرآن نے "امام مبین" کو کتاب کے معنی میں بھی استعمال کیا یعنی لوح محفوظ کے معنی میں۔

اصطلاحی و اسلامی معنی: نبوت کے بعد سب سے بلند منصب یعنی اللہ کی طرف سے مقرر شدہ رہبر۔ ہادی برحق: جو دینی و دنیوی دونوں امور میں امت کی رہنمائی کرے۔ معصوم پیشوا: شیعہ عقیدہ کے مطابق امام، اللہ کی طرف سے منصوص اور خطا و گناہ سے محفوظ ہستی ہے۔ جماعت کا پیش نماز: عام استعمال میں بھی امام اس کو کہتے ہیں جو نماز میں جماعت کی قیادت کرے۔

خلاصہ: امام ہر اُس ہستی یا چیز کو کہا جاتا ہے جو آگے رہ کر دوسروں کی رہنمائی کرے، خواہ وہ راہ ہو، کتاب ہو، رہبر ہو یا پیشوا۔

پیشوا اس کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کو راہ دکھانے والا، رہنما، آگے چلنے والا جس کے پیچھے لوگ چل رہے ہوں مثلاً ایک ڈرائیور یا گائیڈ۔

گائیڈ اور پیشوا نیز راہ دکھانے والا کس کام آتا ہے؟ جب ہم کسی تک جانا چاہیں اور راستہ نہ پتہ ہو تو جو ہمارا پیشوا ہوگا ہم اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے؛ اگر وہ دائیں مڑے تو دائیں مڑیں گے، اگر وہ بائیں مڑے تو بائیں مڑیں گے؛ وہ رخ موڑ کر پیچھے چلنے لگے تو ہم بھی رخ پھیر کر پیچھے چلنے لگیں گے، وہ آگے کی جانب جائے گا تو ہم بھی آگے کی طرف ہی بڑھیں گے؛ اگر وہ رک جائے تو ہم بھی رک جائیں گے، اگر وہ بیٹھ جائے تو ہم بھی بیٹھ جائیں گے؛ یہی ہوتا ہے پیشوا کا کردار، اگر ہم ذرا اِدھر اُدھر باتوں میں لگے اور ہمارا پیشوا دائیں کے بجائے بائیں مڑ جائے پھر ہم اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور راستہ بھٹک جاتے ہیں، منزل تک نہیں پہنچ پاتے، بہت شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ یہی تو اس معاشرہ میں ہوا ہے، جسے رسالت مآبؐ نے رہنما بنایا تھا اس کے ساتھ چلنے کے بجائے دائیں بائیں بھٹک گئے، راستہ میں کسی جگہ کسی تماشا دیکھنے میں مگن ہو گئے، زمانہ کے لہو و لعب کی طرف متوجہ ہو گئے، راہ حق سے منحرف ہو گئے، منزل سے بھٹک گئے اور آج تک سیدھے راستے کی دعا کرتے ہیں اور لوگ آمین کہتے رہتے ہیں۔

جسے ہم پیشوا اور رہنما نیز ڈرائیور کی شکل میں منتخب کرتے ہیں، جو ہمیں لیکر آگے بڑھتا ہے، ہم ہر ایک انسان کو ڈرائیور نہیں بنا لیتے بلکہ معتبر انسان کو منتخب کرتے

ہیں، ایسے انسان کو چنتے ہیں جو ہمیں صحیح وسالم منزل تک پہنچادے۔ اگر ذرا سا یہ پتہ چل جائے کہ ڈرائیور نے پانی کی جگہ کچھ اور پی لیا ہے تو پھر اپنی جان کی حفاظت کے لئے گاڑی سے اتر بھی جاتے ہیں یا پھر کمپلین کرتے ہیں کہ یہ آپ کا بھیجا ہوار ہنما صحیح نہیں ہے؛ قارئین کرام! اطمینان ایسے شخص پر ہوتا ہے جو گاڑی چلاتے ہوئے جاگتا رہے، حالانکہ تمام سواریاں سو رہی ہیں! سواریوں کی نیند کو دیکھ کر اسے نیند نہیں آنی چاہیئے وہی ڈرائیور سواریوں کو منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ سواریاں اسی اطمینان کے ساتھ سوتی رہتی ہیں کہ ہمارا پیشوا جاگ رہا ہے۔

جس سواری کو گاڑی میں صحیح سے نیند نہیں آتی اس کی عجیب حالت ہوتی ہے، ڈرائیور نے بریک لگایا تو اس سواری کا منھ اگلی والی سیٹ پر جا کر لگا، دوبارہ بریک لگایا تو سواری کو غصہ آنے لگا، تیسرا بریک لگایا تو اب سواری سے نہیں رہا گیا، اپنی سیٹ سے اٹھے اور ڈرائیور کے پاس جا کر چیخنے لگے، بھائی تمہیں گاڑی نہیں چلانا آتا کیا! کیسے بریک لگا رہے ہو؟ یہاں ہمیں تکلیف ہو رہی ہے!۔

ڈرائیور جواب دے گا کہ گاڑی کے آگے ایک جاندار شئے آگئی تھی اس کی جوان بچانا میرا فریضہ تھا، آپ اپنی ذرا سی تکلیف پر برہم ہو رہے ہیں! آپ کی یہ تکلیف جان کے جانے سے زیادہ نہیں ہے۔ پہلا بریک جو میں نے لگایا ایک جانور کی جان بچانا مقصود تھا، میں نے اسے مرنے سے بچا لیا؛ دوسرا بریک اس لئے لگایا تھا کہ اسکول کے ایک بچہ کی جان بچا رہا تھا؛ اب سمجھ میں آیا کہ ہم کو ڈرائیور کا بریک لگانا تو نظر آتا ہے لیکن اس کے آگے کے مسائل نہیں نظر آتے؛ اہل بیت کی بابت بھی ایسا ہی کچھ ہے، ہمیں یہ تو نظر آجاتا ہے کہ یہ حرام کر دیا وہ حرام کر دیا، اِس کام سے روک

دیا، اُس کام سے روک دیا؛ قارئین کرام! یہ سب اہلبیتؑ کی جانب سے بریک ہیں؛ ہمیں صرف بریک دکھائی دے رہے ہیں لیکن بریک لگانے کے پس پردہ مقاصد کیا ہیں وہ ہمیں دکھائی نہیں دیتے!۔ ہمیں یہ بھی دکھائی نہیں دیتا کہ اہلبیت اطہارؑ ہمارے فوائد کی خاطر کتنی زیادہ تکلیفیں برداشت کرتے ہیں!۔ ہم یہ سوچنے کو کیوں تیار نہیں ہوتے کہ وہ ہماری خاطر پیاسے رہے، بھوکے رہے، پورا گھرانہ اجڑ گیا، ہم تو سوتے ہوئے زندگی گزار رہے ہیں!۔

امام جماعت: امام کی عظمت یہاں سے محسوس کیجئے کہ ہم کتنے ہی آہستہ نماز پڑھنے والے ہوں یا کتنے ہی جلدی نماز پڑھنے والے ہوں لیکن جیسے ہی امامؑ بناتے ہیں اس کی امامت کے تابع ہوتے ہی ہماری ذمہ داری الگ ہو جاتی ہے؛ وہ رکوع میں تو ہم رکوع میں، وہ سجدہ میں تو ہم سجدہ میں، وہ قیام میں تو ہم قیام میں۔

غور کرنے کی بات ہے، یہ دو رکعت کا امام ہے جس کے اتباع کا اتنا شدید حکم ملا ہے اگر نماز میں امام سے آگے چلے جائیں تو نماز باطل، اگر نماز میں امام سے پیچھے رہ جائیں تو بھی آپ کی نماز باطل۔ دو منٹ کے امام کی اقتدا اتنی زیادہ کہ وہ جیسا جیسا کرے ویسا ویسا ہی ہمیں کرنا ہے، جب امام جماعت کی اقتدا میں اتنی پابندی ہے تو پھر امامِ امت کی اقتدا میں کتنی پابندی ہوگی! جسے اللہ نے ہماری پوری زندگی کا امام بنایا ہے اگر اس کے آگے چلے جائیں یا اس کے پیچھے رہ جائیں تو غالی ہو جائیں یا مقصر ہو جائیں، ان دونوں حالتوں میں ہماری نجات نہیں ہے۔

❁ ❁ ❁

﴿حضرت علی وزہرا علیہما السلام کی شادی﴾

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شادی کے متعلق روایت میں ملتا ہے "وَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا عَلِيٌّ مَا كَانَ لِفَاطِمَةَ كُفْوٌ" جناب ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا: اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی ہمسر نہ ہوتا۔[1]

حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی شادی دوسری ہجری میں ہوئی اور اہل تشیع اسی مناسبت سے ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو جشن مناتے ہیں۔ حضرت فاطمہؑ کا رشتہ مانگنے کے لئے کئی لوگ آئے کہ حضرت پیغمبرؐ نے ان میں سے علی بن ابی طالبؑ کا انتخاب فرمایا اور اس رشتہ کو آسمانی رشتہ سے تعبیر کیا، آپؐ نے فرمایا کہ فاطمہؑ اور علیؑ کی شادی کا فیصلہ خود خداوند متعال نے فرمایا ہے، مشہور قول کے مطابق حضرت زہراءؑ کا حق مہر، پانچ سو درہم تھا۔

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش تھے، عبدالرحمٰن بن عوف نے رسول خداؐ سے پوچھا: آج آپ بہت زیادہ خوش ہیں! اس کی وجہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے مجھے ایک بشارت ملی ہے کہ کریم و رحیم اللہ نے علی و بتول علیہما السلام کی شادی کا ارادہ کیا تو اس نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ وہ شجر طوبیٰ کی شاخوں کو ہلائے فرشتہ نے شجر طوبیٰ کی شاخیں ہلائیں تو اس کے پتے گرے، اللہ نے اور بھی فرشتے پیدا کئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان پتوں کو اکھٹا کریں، جب قیامت کا

[1]۔ بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ، ج ۴۰، ص ۷۷۔

دن ہوگا تووہ فرشتے میدان محشر میں طوبیٰ کے پتے لئے ہوئے لوگوں میں چلیں گے، عرصۂ محشر میں اہل بیت کے جس خالص محب کو دیکھیں گے تو اس کے ہاتھ میں ایک پتّا پکڑا دیں گے اور اس پتے پر جہنم سے آزادی کی تحریر لکھی ہوگی، قیامت کے دن علی و فاطمہ علیہا السلام کی برکت سے میری امت کے بہت سے لوگ آتش جہنم سے نجات پائیں گے۔[1]

"عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ بِتَزْوِيجِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ عَلَيْهَا السَّلاَمُ [بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ] حِيناً وَ إِنَّ ذَلِكَ مُتَخَلْخِلٌ فِي قَلْبِي لَيْلِي وَ نَهَارِي وَ لَمْ أَجْتَرِءْ أَنْ أَذْكُرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ لِي يَا عَلِيُّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ [قَالَ] هَلْ لَكَ فِي اَلتَّزْوِيجِ فَقُلْتُ رَسُولُ اللهِ أَعْلَمُ إِذَا هُوَ يُرِيدُ أَنْ يُزَوِّجَنِي بَعْضَ نِسَاءِ قُرَيْشٍ وَ إِنِّي لَخَائِفٌ عَلَى فَوْتِ فَاطِمَةَ فَمَا شَعُرْتُ بِشَيْءٍ يَوْماً إِذْ أَتَانِي رَسُولُ اللهِ فَقَالَ يَا عَلِيُّ أَجِبْ رَسُولَ اللهِ وَ أَسْرِعْ فَمَا رَأَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِأَشَدَّ فَرَحاً مِنْهُ الْيَوْمَ قَالَ فَأَتَيْتُهُ مُسْرِعاً فَإِذَا هُوَ فِي حُجْرَةِ أُمِّ سَلَمَةَ فَلَمَّا نَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ تَهَلَّلَ وَجْهُهُ وَ تَبَسَّمَ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى أَسْنَانِهِ تُبْرِقُ فَقَالَ أَبْشِرْ يَا عَلِيُّ فَإِنَّ اللهَ قَدْ كَفَانِي مَا كَانَ قَدْ أَهَمَّنِي مِنْ أَمْرِ تَزْوِيجِكَ قُلْتُ وَ كَيْفَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ أَتَانِي جَبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ مَعَهُ مِنْ سُنْبُلِ الْجَنَّةِ وَ قَرَنْفُلِهَا وَ طِيبِهَا

[1] ۔ پند تاریخ، ج۵، ص۱۲۷۔

[وَ لِينِهَا] فَأَخَذْتُهَا وَ شَمِمْتُهَا فَقُلْتُ لَهُ يَا جَبْرَئِيلُ مَا سَبَبُ هَذَا السُّنْبُلِ وَ الْقَرَنْفُلِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَمَرَ سُكَّانَ الْجَنَّةِ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ وَ مَنْ فِيهَا أَنْ يُزَيِّنُوا الْجَنَّةَ كُلَّهَا بِمَغَارِسِهَا وَ أَشْجَارِهَا وَ أَثْمَارِهَا وَ قُصُورِهَا وَ أَمَرَ رِيحاً فَهَبَّتْ بِأَنْوَاعِ الطِّيبِ وَ الْعِطْرِ فَأَمَرَ حُورَ عِينِهَا بِالْغِنَاءِ فِيهَا بِسُورَةِ طٰهٰ وَ يٰس وَ طواسين وَ [حم] عسق ثُمَّ نَادَى مُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ أَلاَ إِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ وَلِيمَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَلاَ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ زَوَّجْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ إِلَى [مِنْ] عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ [عَلَيْهِ السَّلاَمُ] رِضًى مِنِّي بَعْضُهُمْ"۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرا جی تو چاہتا تھا کہ فاطمہ زہراؑ سے میری شادی ہو جائے لیکن اظہار کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ نبی کریمؐ کے سامنے اس کا ذکر کروں! اور یہ بات میرے دل میں شب و روز اضطراب پیدا کئے ہوئے تھی کہ میں رسول خداؐ سے کیسے ذکر چھیڑوں؟ ایک میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے علی! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپؐ نے ارشاد فرمایا: اپنی شادی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کیا: اس کے متعلق خود اللہ کے رسول کو بہتر علم ہے، پھر یہ بھی خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ میری شادی قریش کی کسی عورت سے کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں! کہیں میں فاطمہ زہراؑ سے محروم نہ ہو جاؤں! میں اس خیال میں رہا غرض وہاں سے اٹھ کر چلا آیا، فوراً ہی آنحضرتؐ کا ایک خادم آیا اور اس نے کہا: چلو جلدی چلو، حضرتؐ نے آپ کو یاد فرمایا ہے، ویسے آج آپ بہت زیادہ مسرور نظر آرہے ہیں، میں نے کبھی آپؐ کو اس قدر مسرور و شادمان نہیں دیکھا، یہ سن کر میں

تیزی کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ جناب ام سلمہ سلام اللہ علیہا کے حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور خوشی کے باعث چہرہ پر نور ضیا بار ہے، مجھے دیکھ کر آپ اس طرح مسکرائے کہ میں نے آپ کے دندان مبارک کو بجلی کی طرح چمکتے دیکھا، آپؐ نے فرمایا: اے علی! لو میری اللہ نے ساری فکر دور کر دی، میں نے عرض کیا: وہ کیسے یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل امین جنت سے سنبل اور قرنفل لے کر آئے، میں نے آنحضرتؐ سے لیکر سونگھا اور پوچھا یہ سنبل اور قرنفل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت میں مقرر فرشتوں اور وہاں کے ساکنین کو حکم دیا کہ جنت کے پودوں، درختوں، پھلوں اور وہاں کے محلات کو پوری طرح آراستہ کرو، پھر وہاں کی ہواؤں کو حکم دیا کہ وہ طرح طرح کی خوشبوئیں فضاؤں میں بکھیر دیں اور وہاں کی حوروں کو حکم دیا کہ وہ سورہ طٰہٰ و یاسین اور حمٓ عسق کی تلاوت کریں اس کے بعد زیر عرش ایک منادی نے ندا دی کہ آگاہ ہو جاؤ آج علی ابن ابی طالب کی شادی کا ولیمہ ہے، تم سب گواہ رہنا میں نے فاطمہ بنت محمدؐ کا عقد علی ابن ابی طالبؑ سے کر دیا، یہ دونوں بھی آپس میں شادی کرنے پر راضی اور خوش ہیں، پھر اللہ نے ایک سفید بادل بھیجا، اس نے آکر جنت کے مکینوں پر موتیوں، زبرجد اور یاقوت کی بارش کی اور ملائکہ نے اٹھا کر جنت کے سنبل و قرنفل لٹائے اور یہ وہی سنبل اور قرنفل ہیں جو فرشتوں نے اٹھائے تھے، اس کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جنت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو جس کا نام راحیل ہے ملائکہ میں اس سے زیادہ فصیح و بلیغ کوئی نہیں، حکم دیا کہ خطبہ نکاح پڑھے، اس نے ایسا خطبہ پڑھا جیسا آج تک اہل آسمان و زمین نے کبھی نہ سنا تھا، پھر آواز غیب آئی اور پکارنے والے

نے پکار کر کہا: اے میرے ملائکہ اور میری جنت کے ساکنو! محمد مصطفےٰؐ کے محبوب علی ابن ابی طالب علیہا السلام اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تک میری برکتیں پہنچا دو، کیونکہ میں نے اپنی اس کنیز کی شادی ایسے شخص سے کر دی ہے جو بعد نبی مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور تمام عورتوں میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بھی میرے نزدیک سب سے زیادہ پیاری ہیں۔ راحیل نے عرض کیا: بارالہا! ان دونوں حضرات کے لئے جو برکتیں تو نے جنت میں فراہم کر رکھی ہیں ان کو ہم دیکھ رہے ہیں، اب ان سے زیادہ تو انہیں اور کیا دینا چاہتا ہے؟ ارشاد رب العزت ہوا: اے راحیل! ان دونوں کے لئے میری مزید برکتیں ہیں کہ میں انہیں اپنی محبت پر جمع کر دوں اور انہیں اپنی مخلوق میں اپنی حجت قرار دوں، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں ان دونوں سے ایسی ہستیاں پیدا کروں گا جن کو اپنی زمین کا خزینہ دار، اپنے علم کا معدن، اپنے دین کا رہبر اور انبیاء و مرسلین کے بعد ان ہستیوں کو اپنی مخلوق پر حجت بناؤں گا؛ اتنا ارشاد فرمانے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! مبارک ہو اللہ نے تمہیں وہ شرف و بزرگی عطا فرمائی ہے جو اس نے عالمین میں سے کسی کو بھی نہیں عطا فرمائی اور میں اپنی دختر کی شادی تم سے اسی بنا پہ کر رہا ہوں جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارا عقد میری دختر فاطمہ سے پڑھا ہے، اس کے لئے جو اللہ کی مرضی ہے وہی میری مرضی ہے لہذا اب یہ تمہاری زوجہ ہے اور آج سے تم اس پر مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہو، مجھے جبرئیل امین نے خبر دی ہے کہ جنت تم دونوں کی ہی مشتاق ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ ہوتا کہ تم دونوں کی نسل سے ایک ذریت طیبہ پیدا کرے جو اللہ کی مخلوق پر اس کی حجت ہو تو وہ جنت اور اہل جنت کی یہ تمنا پوری کر دیتا

کہ تم ابھی سے ساکن جنت بن جاؤ، بس اے علی! تم میرے کتنے اچھے بھائی، کتنے اچھے داماد، کتنے اچھے صحابی ہو؟ تمہارے لئے اس کے متعلق صرف اللہ کی رضا کافی ہے؛ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اب میری قدر و منزلت اتنی بڑھ گئی اور اللہ کی نظر میں اس حد تک میں صاحب قدر و منزلت ہو گیا ہوں کہ میرا ذکر جنت میں ہوتا ہے اور فرشتے اور دیگر ساکنان جنت میرے مشتاق ہیں اور فرشتوں کی محفل میں میری شادی کی ہے؟ آپ نے فرمایا: سنو اللہ جب اپنے کسی ولی کو نوازنا چاہتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی اتنی عزت بڑھا دیتا ہے کہ ایسی عزت نہ کسی نے آنکھ سے دیکھی اور نہ کسی نے کان سے سنی، اے علی! یہ عزت و مرتبہ اللہ کی جانب سے تمہیں مبارک ہو، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پروردگار تو مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں "رَبِّي أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّهِ" حضرت علی علیہ السلام کی دعا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین کہا۔[1]

شادی کا ولیمہ:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال حبشی کو بلایا اور ان سے فرمایا: میری بیٹی کی شادی، میرے چچا کے بیٹے سے ہو رہی ہے، میں چاہتا ہوں کہ میری امت کے لئے یہ سنت ہو کہ شادی کے دن کھانا دیں۔ اس لئے جاؤ اور ایک بھیڑ اور پانچ مد جو مہیا کرو تاکہ مہاجرین اور انصار کو دعوت دوں۔ بلال نے یہ سب تیار کیا اور رسول خداؐ کے پاس لے آئے۔ آپؐ نے یہ کھانا اپنے آگے رکھا۔ لوگ پیغمبرؐ کے حکم پر گروہ

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۴۳، ص۱۱۸۔

در گروہ مسجد میں داخل ہوئے اور سب نے کھانا کھایا، جب سب نے کھا لیا تو کچھ مقدار میں جو بچ گیا تھا اسے آپؐ نے متبرک کیا اور بلال سے فرمایا: اس کھانے کو خواتین کے پاس لے جاؤ اور کہو: یہ کھانا خود بھی کھائیں اور کوئی دیگر خاتون بھی اگر ان کے پاس آئے تو اسے بھی اس کھانے میں سے کھلائیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا:

ولیمہ کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ہمراہ گھر میں داخل ہوئے اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کو آواز دی۔ جب فاطمہؑ نزدیک آئیں تو دیکھا کہ رسول اللہؐ کے ساتھ حضرت علیؑ بھی ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: نزدیک آ جاؤ۔ فاطمہؑ اپنے بابا کے نزدیک آئیں۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے ہاتھ کو پکڑا اور جب فاطمہؑ کا ہاتھ علیؑ کے ہاتھ میں دیا تو فرمایا: خدا کی قسم میں نے تمہارے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور تمہاری عزت کی اور اپنے خاندان کے بہترین فرد کو تمہارے لئے انتخاب کیا، خدا کی قسم! تمہاری شادی ایسے فرد سے کر رہا ہوں جو دنیا و آخرت میں سید و آقا اور صالحین سے ہے، جاؤ بیٹی علی کے ساتھ اپنے گھر کی جاؤ۔ خداوند عالم اس شادی کو تم دونوں کے لئے مبارک قرار دے اور تمہارے تمام امور کی اصلاح فرمائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا: ایک برتن میں میرے لئے پانی لے آؤ، اسماء فوراً گئیں اور ایک برتن پانی کا بھر کر لے آئیں۔ آپؐ نے پانی کا ایک چلو بھرا اور اسے حضرت فاطمہؑ کے سر پر ڈالا اور پھر ایک چلو بھرا اور آپؑ کے ہاتھوں پر ڈالا اور کچھ پانی آپؑ کی گردن اور بدن پر ڈالا۔ اس کے بعد فرمایا:

خدایا! فاطمہ مجھ سے ہے اور میں فاطمہ سے ہوں، پس جس طرح ہر پلیدی کو مجھ سے دور کیا اور مجھے پاک و پاکیزہ کیا ہے، اسی طرح اس کو بھی پاک و طاہر کر دے، پھر آپؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: یہ پانی پی لو اور اس سے اپنے منھ کو دھولو، اس کے علاوہ ناک میں ڈالو اور کلی کرو۔ پھر پانی کا ایک اور برتن طلب کیا اور علیؑ کو بلایا اور یہی عمل دوہرایا اور علیؑ کے لئے بھی اسی طرح دعا فرمائی اور پھر فرمایا: خداوند عالم تم دونوں کے دلوں کو ایک دوسرے کے لئے نزدیک اور مہربان کرے اور تمہاری نسل کو مبارک قرار دے نیز تمہارے امور کی اصلاح فرمائے۔[1]

بہترین میاں بیوی:

شادی کے بعد جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت علی علیہ السلام کے بیت الشرف تشریف لے گئیں تو ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دودھ سے بھرے ایک ظرف کے ساتھ ان سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ اس ملاقات کے دوران آپؐ نے اپنے داماد گرامی حضرت امام علیؑ سے پوچھا کہ یا علی! آپ نے اپنی شریک حیات کو کیسا پایا ہے؟ آپؑ نے جواب دیا: " نِعْمَ الْعَوْنِ عَلیٰ طَاعَةِ اللهِ" میرے نزدیک فاطمہ زہراؑ خدا کی عبادت و اطاعت کے سلسلہ میں بہترین مدد گار ثابت ہوئیں۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت فاطمہ زہراؑ سے سوال فرمایا کہ علیؑ کیسے شوہر ہیں؟ آپؑ نے جواب دیا: "خَیْرُ بَعْلٍ عَلِیٌ"، علی بہترین شوہر ہیں۔ یہ سننے کے بعد پیغمبرؐ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔[2]

---

[1]۔ طبقات، ابن سعد، ج۸، ص۲۲۔

[2]۔ مناقب آل ابی طالبؑ، ابن شہر آشوب، ج۳، ص۳۵۶۔

شادی کی رات راہ خدا میں انفاق:

شادی کی رات پیغمبر خداؐ نے اپنی لخت جگر حضرت زہراؑ کو ایک نئی قمیص دی تا کہ وہ اسے اس رات پہن سکیں، شب زفاف آپ مصلائے عبادت پر بیٹھی خداوند متعال سے راز و نیاز کر رہی تھیں کہ اچانک ایک سائل نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اونچی آواز سے کہا: رسالت کے گھرانے سے میں ایک پرانے لباس کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت زہراؑ نے چاہا کہ سائل کو اس کے سوال کے مطابق پرانا لباس دیں، اچانک آپ کے سامنے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۹۲ آئی جس میں خداوند متعال کا ارشاد ہے: "لَنۡ تَنَالُوۡا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ "تم ہر گز نیکی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی محبوب چیزوں میں سے راہ خدا میں انفاق نہ کرو۔

حضرت زہراؑ کو نیا لباس بہت عزیز تھا لہٰذا آپؑ نے اس آیت کریمہ پر عمل کرتے ہوئے وہی لباس سائل کو دے دیا۔ دوسرے دن جب رسول خداؐ نے حضرت زہراؑ کے جسم اطہر پر پرانا پیراہن دیکھا تو پوچھا: اے میرے جگر کے ٹکڑے! تم نے نیا پیراہن کیوں نہیں زیب تن کیا؟ آپؑ نے جواب دیا کہ وہ میں نے سائل کو دے دیا۔ اس کے بعد عرض کیا: باباجان! میں نے یہ طریقہ آپ سے ہی سیکھا ہے، جب میری مادر گرامی حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ آپ کی شریک حیات بنیں تو انہوں نے آپ کے راستے میں اپنی ساری دولت و ثروت فقراء و غرباء کے درمیان تقسیم کر دی اور صورت حال یہاں تک پہنچ گئی کہ جب ایک سائل آپ کے دروازہ پر آیا اور اس نے ایک پرانے لباس کا سوال کیا تو گھر میں کوئی پرانا لباس تک موجود نہیں تھا، جو اسے

دیا جاتا! آپ نے اپنا پیراہن اتارا اور سائل کے حوالہ کیا، جس پر یہ آیت نازل ہوئی: "وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ......"۔

ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت امام علیؑ اور حضرت زہراؑ گھر کے کاموں کی تقسیم کے سلسلہ میں رسول خداؐ کی خدمت اقدس میں تشریف لے گئے، پیغمبر خداؐ نے فرمایا: گھر کے اندر کے کام فاطمہ کے ذمہ ہیں اور گھر سے باہر کے کام علیؑ کے ذمہ ہیں۔

حضرت فاطمہؑ اس تقسیم سے بہت زیادہ خوش ہوئیں اور فرمایا: خدا کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ میں اس تقسیم سے کس حد تک خوش ہوئی ہوں کہ میرے والد بزرگوار نے اس تقسیم کے ساتھ مردوں سے میل جول کی ذمہ داری میری گردن پر نہیں ڈالی۔[1]

علامہ مجلسیؒ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۷۵ پر تحریر کرتے ہیں: اہل جنت جب جنت میں سکونت اختیار کریں گے تو ایک ایسا نور دیکھیں گے جس سے پوری جنت منور ہو جائے گی اور وہ لوگ بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے اپنی کتاب میں یہ فرمایا تھا: "لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا" جنت میں نہ تو لوگ دھوپ دیکھیں گے اور نہ سردی محسوس کریں گے (سورہ دہر/۱۳)۔ پھر یہ روشنی کیسی ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ایک منادی ندا دے گا: سنو اہل جنت! نہ تو یہ سورج کی روشنی ہے اور نہ چاند کی چاندنی بلکہ علی و فاطمہ علیہا السلام کسی بات پر مسکرائے ہیں، ان کی مسکراہٹ سے جنت کی ساری فضا منور ہوگئی ہے۔

---

[1]۔ بحار الانوار، علامہ محمد باقر مجلسیؒ، ج ۴۳، ص ۸۱۔

امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے: جب ہلال ماہ رمضان طلوع ہوتا اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا صحن خانہ میں آتیں تو آپؑ کے چہرہ کا نور اس ہلال پر غالب آجاتا اور جب آپ سامنے سے ہٹ جاتیں تو ہلال کا نور نظر آنے لگتا تھا۔

تعجب نہ کیجئے اس کے لئے ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں، ہم رات میں چاہے کتنی ہی لائٹ جلالیں لیکن جب وہ لائٹیں جل رہی ہوں اور اچانک صبح کا سورج نکلے تو پھر یہ روشنی اس کے سامنے ماند پڑجاتی ہے، جن کے صدقہ میں سورج اور چاند ستاروں کو روشنی ملے ان کی آمد پر اگر ان کا نور ہلکا ہوجائے تعجب کی کیا بات ہے!۔

❁ ❁ ❁

﴿ولادت امام حسن علیہ السلام﴾

امام حسن علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے متعلق روایت کچھ اس انداز سے آئی ہے: "عَنْ جَابِرٍ قَالَ: لَمَّا حَمَلَتْ فَاطِمَةُ بِالْحَسَنِ فَوَلَدَتْ وَ قَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَمَرَهُمْ أَنْ يَلُفُّوهُ فِي خِرْقَةٍ بَيْضَاءَ فَلَفُّوهُ فِي صَفْرَاءَ وَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَا عَلِيُّ سَمِّهِ. فَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَسْبِقَ بِاسْمِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَأَخَذَهُ وَ قَبَّلَهُ وَ أَدْخَلَ لِسَانَهُ فِي فِيهِ فَجَعَلَ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمَصُّهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَلَمْ أَتَقَدَّمْ إِلَيْكُمْ أَلَّا تَلُفُّوهُ فِي خِرْقَةٍ صَفْرَاءَ فَدَعَا بِخِرْقَةٍ بَيْضَاءَ فَلَفَّهُ فِيهَا وَ رَمَى الصَّفْرَاءَ وَ أَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنَى وَ أَقَامَ فِي الْيُسْرَى ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا سَمَّيْتَهُ؟ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَسْبِقَكَ بِاسْمِهِ. فَأَوْحَى اللهُ تَعَالَى ذِكْرُهُ إِلَى جَبْرَئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام أَنَّهُ قَدْ وُلِدَ لِمُحَمَّدٍ ابْنٌ فَاهْبِطْ إِلَيْهِ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ وَ هَنِّئْهُ مِنِّي وَ مِنْكَ وَ قُلْ لَهُ إِنَّ عَلِيّاً مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى فَسَمِّهِ بِاسْمِ ابْنِ هَارُونَ فَهَبَطَ جَبْرَئِيلُ فَهَنَّأَهُ مِنَ اللهِ تَعَالَى ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ جَلَّ جَلَالُهُ يَأْمُرُكَ أَنْ تُسَمِّيَهُ بِاسْمِ ابْنِ هَارُونَ قَالَ مَا كَانَ اسْمُهُ قَالَ شَبَّرَ قَالَ لِسَانِي عَرَبِيٌّ قَالَ سَمِّهِ الْحَسَنَ فَسَمَّاهُ الْحَسَنَ؛ فَلَمَّا وُلِدَ الْحُسَيْنُ جَاءَ إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ فَفَعَلَ بِهِ كَمَا فَعَلَ بِالْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ هَبَطَ جَبْرَئِيلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُولُ لَكَ إِنَّ عَلِيّاً مِنْكَ

بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسٰى فَسَمِّهٖ بِاسْمِ ابْنِ هَارُوْنَ قَالَ وَمَا كَانَ اِسْمُهٗ قَالَ شَبِيْراً، قَالَ لِسَانِي عَرَبِيٌّ قَالَ فَسَمِّهِ الْحُسَيْنَ. فَسَمَّاهُ الْحُسَيْنَ " جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ زہرا کے بطن مبارک سے امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس سے پہلے ہی رسول اللہؐ نے کہہ دیا تھا کہ ولادت کے بعد سفید پارچہ میں ملفوف کرنا، زرد پارچہ میں ملفوف نہ کرنا اور بعد ولادت حضرت فاطمہ زہراؑ نے حضرت علیؑ سے کہا: اس بچے کا نام تجویز کیجئے، آپؑ نے جواب دیا: مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں نام رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سبقت حاصل کروں، اتنے میں آنحضرتؐ تشریف لے آئے، اپنے بچہ کو گود میں لیا، اس کے بوسے لئے اور اپنی زبان بچہ کے منھ میں دے دی اور امام حسن علیہ السلام آپ کی زبان چوسنے لگے، پھر آنحضرتؐ نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ بچہ کو زرد پارچہ میں ملفوف نہ کرنا، اس کے بعد آپ نے ایک سفید پارچہ منگوایا اور اس میں ان کو ملفوف کیا اور زرد پارچہ نکال دیا، داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی پھر حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا: تم نے اس بچہ کا کیا نام رکھا؟ حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا: میں اس بچہ کا نام رکھنے میں آپ پر سبقت کیسے کر سکتا ہوں؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل سے فرمایا کہ محمدؐ کے گھر ایک فرزند پیدا ہوا ہے، ان کی خدمت میں جاؤ، ان کی خدمت میں سلام عرض کرو اور میری طرف سے نیز اپنی طرف سے انہیں مبارک بادی دو، پھر ان سے کہو کہ علی کو آپ سے وہی منزلت ہے جو ہارون کو حضرت موسیٰ سے منزلت حاصل تھی لہٰذا بچہ کا نام وہی رکھو جو حضرت ہارون کے فرزند کا تھا، آپؐ نے پوچھا: اس کا کیا نام تھا؟ حضرت جبرئیل

نے کہا: شبر، آپؐ نے فرمایا: مگر میری زبان تو عربی ہے!، جبرئیل نے کہا: پھر آپ اس کا نام حسن رکھ دیں، چنانچہ آنحضرتؐ نے اس بچہ کا نام حسن رکھ دیا؛ پھر جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور جو کچھ امام حسنؑ کی ولادت پر کر چکے تھے وہی امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر کیا اور جبرئیل امین آنحضرتؐ پہ نازل ہوئے اور کہا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ علی کی منزلت آپ کے ساتھ وہی ہے جو ہارون کو حضرت موسیٰ سے حاصل ہے لہٰذا اس بچہ کا نام بھی ہارون کے فرزند کے نام پر ہی رکھیں، آپؐ نے فرمایا: اس کا نام کیا تھا؟ جبرئیل نے کہا: شبیر، آپؐ نے فرمایا: میری زبان تو عربی ہے!، جبرئیل نے کہا: پھر اس کا نام حسین رکھ دیں، آنحضرتؐ نے اس بچہ کا نام حسین رکھ دیا۔[1]

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں خون آلود چھری ہے اور اسی مقام پر ایک مقتول شخص پڑا ہوا ہے، جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے اسے قتل کیا ہے؟ تو اس نے کہا: ہاں، لوگ اسے اور مقتول کے جسم کو لے کر امیر المومنین علیہ السلام کی جانب چلے، اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا ہوا آیا، وہ کہنے لگا: اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ شخص بے گناہ ہے اور اس مقتول کا قاتل میں ہوں، لوگوں نے اسے بھی ساتھ میں لے لیا، وہ سب مولا امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور سارا قصہ بیان کیا، آپؑ نے پہلے شخص سے پوچھا کہ جب تو اس کا قاتل نہیں تھا تو کیا وجہ ہے کہ تو خود کو اس کا قاتل بتا رہا ہے؟ اس شخص نے کہا: اے مولا! میں قصاب ہوں، مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی،

[1] علل الشرائع، ج۱، ص۱۳۸۔

میں اسی طرح خون آلود چھری ہاتھ میں لئے ہوئے ایک خرابہ میں چلا گیا، وہاں دیکھا کہ یہ مقتول پڑا ہوا ہے، اتنے میں لوگ آ گئے اور مجھے پکڑ لیا، میں نے سوچا کہ اس وقت قتل کے سارے قرائن موجود ہیں، میرے انکار کا یقین کون کرے گا! لہٰذا میں نے اقرار کر لیا، پھر آپؑ نے دوسرے سے پوچھا: تو نے اس کا قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، میں اسے قتل کر کے چلا گیا تھا، جب میں نے دیکھا کہ قصاب کی ناحق جان جا رہی ہے تو حاضر ہو گیا؛ آپؑ نے فرمایا: میرے فرزند حسن کو بلاؤ، وہی اس مقدمہ کا فیصلہ سنائیں گے، امام حسن علیہ السلام آئے، سارا قصہ سنا، فرمایا: دونوں کو چھوڑ دو، یہ قصاب بے قصور ہے اور یہ شخص اگرچہ قاتل ہے مگر اس نے ایک نفس کو قتل کیا تو دوسرے نفس یعنی قصاب کو بچا کر اسے حیات دی اور اس کی جان بچا لی اور سورہ آل عمران کی آیت ۳۲ میں حکم قران ہے: "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا" جو شخص بھی کسی ایک انسان کو کسی جان کا بدلہ لینے یا زمین پر فساد پھیلانے سے روکنے کے لئے قتل کرے وہ ایسا ہے جیسے کہ اُس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا؛ اور جو کسی انسان کی جان بچائے یا اُس کی زندگی کا سامان کرے، وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے تمام آدمیوں کی جان بچائی ہے۔

جب شاہ روم نے حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان کشیدگی کے حالات دیکھے تو اس نے دونوں کو خط لکھا کہ میرے پاس اپنا ایک ایک نمائندہ بھیج دیں، حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کی طرف سے یزید کو بھیجا گیا، جب یزید وہاں پہنچا تو اس نے شاہ روم کی دست بوسی کی لیکن

جب امام حسن علیہ السلام وہاں پہنچے تو آپؑ نے بادشاہ کی دست بوسی نہیں کی بلکہ صرف شکر خدا کیا اور کہا کہ میں یہودی اور نصرانی و مجوسی نہیں ہوں بلکہ خالص مسلمان ہوں، شاہ روم نے چند تصاویر نکالیں، پہلے وہ تصاویر یزید کے سامنے رکھیں اور اس سے پوچھا بتائیں ان میں سے آپ کس کس کو پہچانتے ہیں اور یہ تصویریں کس کس کی ہیں؟ یزید نے کہا: میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں پہچانتا اور نہ بتا سکتا ہوں کہ یہ شکلیں کس کی ہیں!؛ پھر شاہ روم امام حسن علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: آپ بتائیں! امام حسن علیہ السلام نے پہچان لیا اور تعارف شروع کرادیا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی تصویر ہے، یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے، یہ ابراہیم علیہ السلام کی تصویر ہے، یہ اسماعیل علیہ السلام کی تصویر ہے، یہ شعیب و یحییٰ علیہما السلام کی تصویریں ہیں؛ سب بتاتے چلے گئے مگر ایک تصویر کو دیکھ کر آپؑ رونے لگے، بادشاہ نے پوچھا: یہ کس کی تصویر ہے؟ فرمایا: یہ میرے جد نامدار کی تصویر ہے، اس کے بعد بادشاہ نے سوال کیا: وہ کون سے جاندار ہیں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ سات جاندار ہیں آدم، حوا، دنبہ ابراہیم، ناقہ صالح، ابلیس، موسیٰ علیہ السلام کا اژدہا اور وہ کوّا جس نے ہابیل کو دفن کرنے میں قابیل کی رہنمائی کی؛ بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ اتنی صلاحیت کے مالک ہیں، انہیں اتنے زیادہ علمی تجربات ہیں تو آپؑ کی بڑی عزت کی اور تحائف کے ساتھ واپس کیا۔[1]

ابو الحسن مدائنی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ ابن جعفر طیار حج کو جاتے ہوئے بھوک اور پیاس کی حالت میں

---

[1]۔ چودہ ستارے، ص۱۸۵۔

ایک ضعیفہ کی جھونپڑی پر جاپہنچے اور اس سے کھانے اور پینے کی چیزیں طلب فرمائیں؛ اس نے عرض کیا: میرے پاس صرف ایک بکری ہے جس کے دودھ سے پیاس بجھائی جاسکتی ہے انہوں نے دودھ پی لیا لیکن بھوک ختم نہ ہوئی، ان لوگوں نے کہا کہ کیا کچھ کھانے کا بندوبست بھی ہوسکتا ہے؟ اس ضعیفہ نے کہا: میرے پاس تو بس یہی ایک بکری ہے، میں آپ لوگوں کو قسم دیتی ہوں کہ آپ اسے ذبح کر کے تناول فرما لیں، بکری ذبح کی گئی، گوشت بھون کر کھایا گیا، سب نے کھالیا، اس کے بعد قدرے آرام کر کے وہ لوگ روانہ ہوگئے، جب شام کو اس ضعیفہ کا شوہر واپس آیا تو اس عورت نے سارا واقعہ سنایا، شوہر نے پوچھا: وہ کون لوگ تھے؟ کہا معلوم نہیں، جاتے وقت صرف یہ کہا تھا کہ ہم مدینے کے رہنے والے ہیں، شوہر نے کہا: خدا کی بندی یہ تو بتا کہ اب ہمارا گزر بسر کس طرح سے ہوگا؟ بہر حال! وقت گزرتا رہا اور ایک وقت ایسا آیا کہ ان دونوں میاں بیوی کو قحط کا سامنا کرنا پڑا، یہ دونوں سخت مصیبت کے عالم میں مبتلا ہو کر بھیک مانگتے ہوئے مدینہ جاپہنچے، ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ناگاہ امام حسن علیہ السلام کی نگاہ اس عورت پر پڑی، آپؑ نے اسے بلوایا، خاطر تواضع کی، وہ واقعہ یاد دلایا اور پھر آپؑ نے ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار اشرفیاں عنایت فرمائیں؛ پھر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا انہوں نے بھی اسی قدر بکریاں اور اشرفیاں عطا کیں؛ پھر جناب عبداللہ ابن جعفر طیار کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے بھی اسی کے قریب کچھ چیزیں اور مال عطا کیا۔[1]

---

[1]۔ چودہ ستارے، ص ۱۸۸۔

تعجب نہ کیجئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے !قرآن کریم کہتا ہے کہ تم ایک دو گے تو تمہیں اس کے بدلے دس ملیں گے ،اس کے علاوہ اس زمین کو دیکھئے جسے تراب کہتے ہیں، اگر اس میں ایک دانہ ڈالتے ہیں تو کچھ ہی وقت میں ہزار پھل دستیاب ہوتے ہیں، جب تراب ایک کے ہزار دے سکتی ہے تو ابوتراب کے لخت جگر اس ایک بکری کے ہزاروں کیسے نہیں دے سکتے !۔

ایک روایت میں اس طرح مرقوم ہے: "عَنۡ جَدَّتِهِ زَيۡنَب بِنۡتِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: أَتَتۡ فَاطِمَةُ بِابۡنَيۡهَا الۡحَسَنِ وَ الۡحُسَيۡنِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَ آلِهِ فِي شَكۡوَاهُ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا فَقَالَتۡ يَا رَسُولَ اللهِ هَذَانِ ابۡنَاكَ وَرِّثۡهُمَا شَيۡئاً فَقَالَ أَمَّا الۡحَسَنُ فَإِنَّ لَهُ هَدۡيِي وَ سُؤۡدُدِي وَ أَمَّا الۡحُسَيۡنُ فَإِنَّ لَهُ جُودِي وَ شَجَاعَتِي" جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین علیہما السلام کو رسول اللہؐ کی خدمت میں اس بیماری کے دوران لے کر آئیں جس میں آنحضرتؐ کی وفات ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں، انہیں اپنی کچھ میراث دیجئے تو آپؐ نے فرمایا: حسن کے لئے میری ہیبت و سرداری اور حسین کے لیے میری سخاوت و شجاعت ہے۔[1]

ایک روایت اس انداز سے بیان ہوئی ہے: "عَنۡ أَبِي إِسۡحَاقَ السَّبِيعِيِّ وَ قَالُوا: خَطَبَ الۡحَسَنُ بۡنُ عَلِيٍّ عَلَيۡهِ السَّلَامُ صَبِيحَةَ اللَّيۡلَةِ الَّتِي قُبِضَ فِيهَا أَمِيرُ الۡمُؤۡمِنِينَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ، فَحَمِدَ اللهَ وَ أَثۡنَى عَلَيۡهِ وَ صَلَّى عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَ آلِهِ ثُمَّ قَالَ: لَقَدۡ قُبِضَ فِي هَذِهِ اللَّيۡلَةِ رَجُلٌ لَمۡ يَسۡبِقۡهُ الۡأَوَّلُونَ بِعَمَلٍ وَ لَا يُدۡرِكُهُ الۡآخِرُونَ بِعَمَلٍ لَقَدۡ كَانَ يُجَاهِدُ مَعَ

[1] ۔ الارشاد، ج ۲، ص ۶۔ تذکرۃ الاطہار فی ترجمۃ الارشاد، ص ۳۳۸۔

رَسُوْلِ اللہِ فَیَقِیْہِ بِنَفْسِہٖ وَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ یُوَجِّھُہُ بِرَایَتِہٖ فَیَکْنُفُہُ جَبْرَئِیْلُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَ مِیْکَائِیْلُ عَنْ یَسَارِہٖ فَلَا یَرْجِعُ حَتّٰی یَفْتَحَ اللہُ عَلٰی یَدَیْہِ وَ لَقَدْ تُوُفِّیَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی اللَّیْلَۃِ الَّتِیْ عُرِجَ فِیْھَا بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ فِیْھَا قُبِضَ یُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ وَصِیُّ مُوْسٰی وَ مَا خَلَّفَ صَفْرَاءَ وَ لَا بَیْضَاءَ إِلَّا سَبْعَمِائَۃِ دِرْھَمٍ فَضَلَتْ مِنْ عَطَائِہٖ أَرَادَ أَنْ یَبْتَاعَ بِھَا خَادِماً لِأَھْلِہٖ ثُمَّ خَنَقَتْہُ الْعَبْرَۃُ فَبَکٰی وَ بَکَی النَّاسُ مَعَہُ. ثُمَّ قَالَ أَنَا ابْنُ الْبَشِیْرِ أَنَا ابْنُ النَّذِیْرِ أَنَا ابْنُ الدَّاعِی إِلَی اللہِ بِإِذْنِہٖ أَنَا ابْنُ السِّرَاجِ الْمُنِیْرِ أَنَا مِنْ أَھْلِ بَیْتٍ أَذْھَبَ اللہُ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَ طَھَّرَھُمْ تَطْھِیْراً أَنَا مِنْ أَھْلِ بَیْتٍ اِفْتَرَضَ اللہُ حُبَّھُمْ فِی کِتَابِہٖ فَقَالَ عَزَّ وَ جَلَّ: قُلْ لَا أَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی وَ مَنْ یَقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَزِدْ لَہٗ فِیْھَا حُسْناً فَالْحَسَنَۃُ مَوَدَّتُنَا أَھْلَ الْبَیْتِ، ثُمَّ جَلَسَ فَقَامَ عَبْدُ اللہِ بْنُ الْعَبَّاسِ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْھِمَا بَیْنَ یَدَیْہِ فَقَالَ مَعَاشِرَ النَّاسِ! ھٰذَا ابْنُ نَبِیِّکُمْ وَ وَصِیُّ إِمَامِکُمْ فَبَایِعُوْہُ فَاسْتَجَابَ لَہُ النَّاسُ فَقَالُوْا مَا أَحَبَّہُ إِلَیْنَا وَ أَوْجَبَ حَقَّہُ عَلَیْنَا" ابو اسحاق سبیعی کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اس رات کی صبح کو خطبہ دیا جس رات کو امیر المومنین علیہ السلام کی رحلت ہوئی: آپؑ نے پہلے تو اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر رسول اللہ پر صلوات و سلام بھیجا، پھر فرمایا: بے شک آج کی رات اس شخص کی وفات ہوئی عمل و کردار میں نہ تو گزشتہ لوگ ان پر سبقت لے جا سکے اور نہ آنے والے ان تک پہنچ سکیں گے؛ رسولُ اللہؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے نیز خود ان کی حفاظت فرماتے تھے؛ رسول اللہؐ انہیں یوں اپنا علم دے کر بھیجتے کہ جبرئیل دائیں طرف سے اور میکائیل بائیں طرف سے ان کی حفاظت کرتے اور وہ اس وقت تک واپس نہیں آتے تھے جب تک کہ خدا ان کے ہاتھوں فتح و نصرت عطا نہیں کر دیتا تھا؛ آپؑ کی وفات اسی

رات ہوئی جس میں حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا گیا اور اسی رات وصیِ حضرت موسیٰؑ "حضرت یوشع بن نونؑ" کی روح قبض ہوئی۔ آپؑ نے سونے چاندی میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی سوائے سات سو درہم کے جو آپؑ کے حصے سے بچ گئے تھے، آپؑ چاہتے تھے کہ اپنے گھر والوں کے لئے کوئی خدمت گار خریدیں۔ یہ کہتے کہتے امام حسنؑ پر گریہ طاری ہو گیا، آپؑ رونے لگے اور آپؑ کے ساتھ لوگ بھی رونے لگے؛ پھر آپؑ نے فرمایا: میں بشارت دینے والے اور عذاب خدا سے ڈرانے والے کا بیٹا ہوں، میں اللہ کے حکم سے اللہ کی جانب بلانے والے کا بیٹا ہوں، میں سراج مبین کا بیٹا ہوں، میں ان اہل بیت کا بیٹا ہوں جن سے خدا نے رجس و پلیدگی کو دور رکھا ہے اور انہیں پاک رکھا ہے جیسے پاک رکھنے کا حق ہے؛ میں ان اہل بیت کا بیٹا ہوں جن کی مودت اور محبت اللہ نے اپنی کتاب میں فرض کی اور فرمایا: اے رسول! کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے قرابتداروں سے مودت اختیار کرو اور جو نیکی کرے تو ہم اس کی نیکی میں مزید نیکیاں بھر دیں گے، اس آیت میں حسنہ اور نیکی سے مراد ہم اہل بیت کی مودت ہے۔[1]

ایک روایت میں اس طرح منقول ہوا ہے: "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ " انس ابن مالک سے روایت ہے کہ جعفر ابن محمدؑ نے فرمایا: امام حسن علیہ السلام صورت، سیرت اور سرداری میں رسول اللہ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔[2]

❁ ❁ ❁

---

[1]۔ الارشاد، ج۱، ص۱۳۸۔

[2]۔ الارشاد، ج۲، ص۵۔

﴿عید کے دن نئے لباس﴾

عید کے دن نئے لباس پہننے سے متعلق دو روایتیں نقل ہوئی ہیں، ممکن ہے یہ دو روایتیں دو عیدوں سے متعلق ہوں، ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: "وَ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ الثِّقَاتِ الْأَخْيَارِ: أَنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ دَخَلاَ يَوْمَ عِيدٍ إِلَى حُجْرَةِ جَدِّهِمَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالاَ يَا جَدَّاهُ اَلْيَوْمُ يَوْمُ اَلْعِيدِ وَ قَدْ تَزَيَّنَ أَوْلاَدُ الْعَرَبِ بِأَلْوَانِ اللِّبَاسِ وَ لَبِسُوا جَدِيدَ الثِّيَابِ وَ لَيْسَ لَنَا ثَوْبٌ جَدِيدٌ وَ قَدْ تَوَجَّهْنَا لِذَلِكَ إِلَيْكَ فَتَأَمَّلَ النَّبِيُّ حَالَهُمَا وَ بَكَى وَ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ فِي الْبَيْتِ ثِيَابٌ يَلِيقُ بِهِمَا وَ لاَ رَأَى أَنْ يَمْنَعَهُمَا فَيَكْسِرَ خَاطِرَهُمَا فَدَعَا رَبَّهُ وَ قَالَ إِلَهِي! اُجْبُرْ قَلْبَهُمَا وَ قَلْبَ أُمِّهِمَا فَنَزَلَ جَبْرَئِيلُ وَ مَعَهُ حُلَّتَانِ بَيْضَاوَانِ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ فَسُرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ قَالَ لَهُمَا يَا سَيِّدَيْ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خُذَا أَثْوَاباً خَاطَهَا خَيَّاطُ الْقُدْرَةِ عَلَى قَدْرِ طُولِكُمَا فَلَمَّا رَأَيَا الْخِلَعَ بِيضاً قَالاَ يَا جَدَّاهُ! كَيْفَ هَذَا وَ جَمِيعُ صِبْيَانِ الْعَرَبِ لاَبِسُونَ أَلْوَانَ الثِّيَابِ فَأَطْرَقَ النَّبِيُّ سَاعَةً مُتَفَكِّراً فِي أَمْرِهِمَا فَقَالَ: جَبْرَئِيلُ يَا مُحَمَّدُ! طِبْ نَفْساً وَ قَرَّ عَيْناً إِنَّ صَابِغَ صِبْغَةِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ يَقْضِي لَهُمَا هَذَا الْأَمْرَ وَ يُفَرِّحُ قُلُوبَهُمَا بِأَيِّ لَوْنٍ شَاءَا فَأْمُرْ يَا مُحَمَّدُ! بِإِحْضَارِ الطَّسْتِ وَ الْإِبْرِيقِ فَأُحْضِرَا فَقَالَ جَبْرَئِيلُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَنَا أَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى هَذِهِ الْخِلَعِ وَ أَنْتَ تَفْرُكُهُمَا بِيَدِكَ فَتُصْبَغُ لَهُمَا بِأَيِّ لَوْنٍ شَاءَا فَوَضَعَ النَّبِيُّ حُلَّةَ الْحَسَنِ فِي الطَّسْتِ

فَأَخَذَ جَبْرَئِیلُ یَصُبُّ الْمَاءَ ثُمَّ أَقْبَلَ النَّبِیُّ عَلَی الْحَسَنِ وَ قَالَ لَہُ یَا قُرَّةَ عَیْنِی بِأَیِّ لَوْنٍ تُرِیدُ حُلَّتَکَ فَقَالَ أُرِیدُھَا خَضْرَاءَ فَفَرَکَھَا النَّبِیُّ بِیَدِہِ فِی ذَلِکَ الْمَاءِ فَأَخَذَتْ بِقُدْرَةِ اللہِ لَوْناً أَخْضَرَ فَائِقاً کَالزَّبَرْجَدِ الْأَخْضَرِ فَأَخْرَجَھَا النَّبِیُّ وَ أَعْطَاھَا الْحَسَنَ فَلَبِسَھَا ثُمَّ وَضَعَ حُلَّةَ الْحُسَیْنِ فِی الطَّسْتِ وَ أَخَذَ جَبْرَئِیلُ یَصُبُّ الْمَاءَ فَالْتَفَتَ النَّبِیُّ إِلَی نَحْوِ الْحُسَیْنِ وَ کَانَ لَہُ مِنَ الْعُمُرِ خَمْسُ سِنِیْنَ وَ قَالَ لَہُ یَا قُرَّةَ عَیْنِی أَیَّ لَوْنٍ تُرِیدُ حُلَّتَکَ فَقَالَ الْحُسَیْنُ یَا جَدُّ! أُرِیدُھَا حَمْرَاءَ فَفَرَکَھَا النَّبِیُّ بِیَدِہِ فِی ذَلِکَ الْمَاءِ فَصَارَتْ حَمْرَاءَ کَالْیَاقُوتِ الْأَحْمَرِ فَلَبِسَھَا الْحُسَیْنُ فَسُرَّ النَّبِیُّ بِذَلِکَ وَ تَوَجَّہَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ إِلَی أُمِّھِمَا فَرِحَیْنِ مَسْرُورَیْنِ فَبَکَی جَبْرَئِیلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا شَاھَدَ تِلْکَ الْحَالَ فَقَالَ النَّبِیُّ: یَا أَخِی جَبْرَئِیلُ فِی مِثْلِ ھَذَا الْیَوْمِ الَّذِی فَرِحَ فِیہِ وَلَدَایَ تَبْکِی وَ تَحْزَنُ فَبِاللہِ عَلَیْکَ إِلَّا مَا أَخْبَرْتَنِی فَقَالَ جَبْرَئِیلُ اِعْلَمْ یَا رَسُولَ اللہِ! أَنَّ اِخْتِیَارَ اِبْنَیْکَ عَلَی اِخْتِلَافِ اللَّوْنِ فَلَا بُدَّ لِلْحَسَنِ أَنْ یَسْقُوْہُ السَّمَّ وَ یَخْضَرَّ لَوْنُ جَسَدِہِ مِنْ عِظَمِ السَّمِّ وَ لَا بُدَّ لِلْحُسَیْنِ أَنْ یَقْتُلُوہُ وَ یَذْبَحُوْہُ وَ یُخْضَبَ بَدَنُہُ مِنْ دَمِہِ فَبَکَی النَّبِیُّ وَ زَادَ حُزْنُہُ لِذَلِکَ "ایک دن بروز عید امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اپنے جد بزرگوار کے گھر تشریف لائے، عرض کیا: نانا جان! آج روز عید ہے، عرب کے سبھی بچے نئے اور رنگ برنگے لباس پہنے ہوئے ہیں، ہمارے کپڑے پرانے ہیں، کوئی نیا لباس ہمارے پاس نہیں ہے، اس لئے آپؐ کی خدمت میں آئے ہیں کہ اپنا حال عرض کریں؛ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال پہ رونے لگے، اس وقت حضرتؐ کے پاس ان شہزادوں کے لائق کوئی لباس نہ تھا اور یہ بھی منظور نہ

تھا کہ حسنین علیہما السلام کی دل شکنی کریں، اسی وقت حضرتؐ نے قاضی الحاجات خداوند عالم کی بارگاہ میں دست دعا بلند کئے اور فرمایا: خداوندا! ان (میرے بچوں) کی دل شکنی نہ کرنا، دعا کرتے ہی جبرئیل امین دو سفید حلے بہشت سے اپنے ہمراہ لے کر نازل ہوئے، حضرتؐ ان حلوں کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے، حسنین سے فرمایا: اپنے کپڑے لو، خیاط قدرت نے تمہارے کپڑے سی کر دیئے ہیں، جب شہزادوں نے اپنی سفید پوشاک دیکھی تو عرض کیا: ناناجان! عرب کے بچے رنگین لباس پہن رہے ہیں اور ہم سفید پہنیں! حضرتؐ متفکر ہوئے، تھوڑی دیر اپنا سر جھکائے رکھا، جبرئیل نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپ فکر نہ کیجئے، اپنے دل کو خوش رکھئے، آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، قدرت ان کے کپڑوں کو مرغوب رنگ سے رنگین کرے گی اور ان کے دل شاد کرے گی، یا محمدؐ! آپ ایک طشت اور لوٹا منگوائیے، طشت اور لوٹا حاضر کیا گیا، جبرئیل نے کہا: یارسول اللہ! ان کپڑوں کو طشت میں ڈال دیجئے، جبرئیل نے کہا: میں پانی ڈالتا ہوں اور آپ اپنے دست مبارک سے کپڑوں کو ملیئے، جو رنگ شہزادوں کو پسند اور مرغوب ہوگا اسی رنگ سے یہ کپڑے رنگین ہو جائیں گے؛ حضرتؐ نے پہلے لباسِ حسنؑ کو طشت میں رکھا اور جبرئیلؑ نے پانی ڈالا، حضرتؐ نے حسن سے پوچھا: اے نور چشم! تمہیں کون سا رنگ پسند ہے؟ عرض کیا: مجھے سبز رنگ پسند ہے، حضرتؐ نے اس جامہ کو اپنے دست حق پرست سے ملا، وہ لباس قدرت خدا سے زبرجد کی مانند سبز رنگ کا ہوگیا، حضرتؐ نے وہ لباس امام حسن علیہ السلام کو پہنا دیا۔ اس کے بعد حسین کا لباس طشت میں رکھا، جبرئیلؑ نے پانی ڈالا، حضور اکرمؐ نے حسینؑ سے پوچھا: تمہیں کون سا رنگ مرغوب ہے؟ اس وقت

آپؐ کی عمر شریف پانچ سال تھی، حسینؑ نے عرض کیا: ناناجان! مجھے سرخ رنگ بہت پسند ہے، جب حضرتؐ نے حسینؑ کے لباس کو اپنے ہاتھوں سے ملا تو وہ لباس یاقوت کی مانند سرخ ہو گیا، امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنا لباس زیب تن کیا؛ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حال دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دونوں نورِ نگاہِ رسالت شاداں و فرحاں اپنی مادر گرامی کے پاس گئے، جب جبرئیل نے یہ مشاہدہ کیا تو زار و قطار رونے لگے، حضرتؐ نے فرمایا: اے جبرئیل! تم ایسے خوشی کے دن رو رہے ہو؟ تمہیں خدا کی قسم! مجھے اس راز سے آگاہ کرو، جبرئیل نے کہا: یارسول اللہؐ! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپؐ کے فرزندوں نے جو مختلف رنگ اختیار کئے ہیں، اس کا یہ سبب ہے کہ امام حسن علیہ السلام کو زہر ستم سے شہید کیا جائے گا اور ان کے جسم مبارک کا رنگ سبز ہو جائے گا۔ امام حسین علیہ السلام کو شمشیر سے قتل کیا جائے گا، ان کا جسم شریف خون سے سرخ ہو جائے گا۔ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر گریہ وبکا کرنے لگے اور بہت زیادہ محزون ہو گئے۔[1]

عید کے لباس سے متعلق دوسری روایت اس طرح نقل ہوئی ہے: " قَالَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ: عَرِيَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا وَ أَدْرَكَهُمَا الْعِيدُ فَقَالَا لِأُمِّهِمَا قَدْ زَيَّنُوا صِبْيَانَ الْمَدِينَةِ إِلَّا نَحْنُ فَمَا لَكِ لَا تُزَيِّنِينَا! فَقَالَتْ إِنَّ ثِيَابَكُمَا عِنْدَ الْخَيَّاطِ فَإِذَا أَتَانِي زَيَّنْتُكُمَا فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْعِيدِ أَعَادَا الْقَوْلَ عَلَى أُمِّهِمَا فَبَكَتْ وَ رَحِمَتْهُمَا، فَقَالَتْ لَهُمَا: مَا قَالَتْ فِي الْأُولَى فَرَدُّوا عَلَيْهَا فَلَمَّا أَخَذَ الظَّلَامُ قَرَعَ الْبَابَ

---

[1] ۔ بحار الانوار الجامعۃ لدرر أخبار الأئمۃ الأطہار علیہم السلام، ج۴۴، ص۲۴۵۔ بحار الانوار، ج۱، ص۸۶۔

قَارِعٌ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ مَنْ هَذَا قَالَ يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ! أَنَا الْخَيَّاطُ جِئْتُ بِالثِّيَابِ فَفَتَحَتِ الْبَابَ، فَإِذَا رَجُلٌ وَ مَعَهُ مِنْ لِبَاسِ الْعِيْدِ قَالَتْ فَاطِمَةُ وَ اللهِ لَمْ أَرَىٰ رَجُلاً أَهْيَبَ سِيْمَةً مِنْهُ فَنَاوَلَهَا مِنْدِيْلاً مَشْدُوْداً ثُمَّ انْصَرَفَ فَدَخَلَتْ فَاطِمَةُ فَفَتَحَتِ الْمِنْدِيْلَ فَإِذَا فِيْهِ قَمِيصَانِ وَ دُرَّاعَتَانِ وَ سَرَاوِيلَانِ وَ رِدَاءَانِ وَ عِمَامَتَانِ وَ خُفَّانِ أَسْوَدَانِ مُعَقَّبَانِ بِحُمْرَةٍ فَأَيْقَظَتْهُمَا وَ أَلْبَسَتْهُمَا فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ هُمَا مُزَيَّنَانِ فَحَمَلَهُمَا وَ قَبَّلَهُمَا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتِ الْخَيَّاطَ قَالَتْ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ ! وَ اللَّذِي أَنْفَذْتَهُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ يَا بُنَيَّةِ! مَا هُوَ خَيَّاطٌ إِنَّمَا هُوَ رِضْوَانٌ خَازِنُ الْجَنَّةِ، قَالَتْ فَاطِمَةُ: فَمَنْ أَخْبَرَكَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: مَا عَرَجَ حَتَّى جَاءَنِيَ وَ أَخْبَرَنِي بِذَلِكِ" مولا امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب عید آئی تو امام حسن و حسین علیہما السلام نے اپنی والدہ گرامی سے فرمایا: ہمارے سوا مدینہ کے تمام بچے آراستہ و پیراستہ ہیں، آپ ہمیں اس طرح آراستہ کیوں نہیں فرما رہی ہیں؟ شہزادی نے فرمایا: تمہارے کپڑے درزی کے پاس ہیں، جب وہ میرے پاس آئے گا تو میں تمہیں سنواروں گی۔ جب عید کی رات ہوئی تو انہوں نے اپنی والدہ کے سامنے اپنی بات دوہرائی تو آپؑ رو پڑیں، افسوس کا اظہار کیا۔ اندھیرا چھا گیا تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ فاطمہ نے پوچھا: کون ہے؟ آنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول کی بیٹی! میں درزی ہوں، کپڑے لے کر آیا ہوں۔ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے دروازہ کھولا، عید کے کپڑے لئے، آپؑ نے ایسے انسان کو دیکھا کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا خود فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! میں نے ان سے زیادہ رعب دار شکل والا انسان اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ درزی نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو ایک

بندھا ہوا رومال دیا اور چلا گیا؛آپؑ اندر داخل ہوئیں۔ رومال کھولا تو اس میں دو قمیصیں، دو صدریاں، دو پائجامے، دو چادریں، دو پگڑیاں اور دو جوڑی جوتے تھے جن پر سرخ کناریاں تھیں۔ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے بچوں کو جگایا اور نئے کپڑے پہنائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے، آپؐ اسی وقت آئے جب دونوں شہزادے مزیّن تھے۔ آپؐ نے بچوں کو گود میں لیا اور بوسہ دیا، پھر فرمایا: فاطمہ! کیا تم نے درزی کو دیکھا؟ آپؑ نے جواب دیا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! کیا بچوں کے آپ نے بھیجے ہیں؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا: میری بیٹی! وہ درزی نہیں بلکہ جنت کا داروغہ رضوان تھا۔ فاطمہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو کس نے بتایا؟ آپؐ نے فرمایا: جب تک وہ میرے پاس نہ آئے اور مجھے واقعہ کی خبر نہ دے اس وقت تک وہ واپس نہیں جاتا۔[1]

❁ ❁ ❁

[1] ۔ بحار الانوار، ج ا، و ج ۴۳، ص ۲۸۹۔

﴿فضیلتِ زیارتِ امام حسین علیہ السلام﴾

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جس نے حسینؑ کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی، ارشاد ہوتا ہے: "عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْعَبَّاسِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ وَ الْحَسَنُ عَلٰی عَاتِقِہٖ وَ الْحُسَیْنُ عَلٰی فَخِذِہٖ یَلْثِمُھُمَا وَ یُقَبِّلُھُمَا وَ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالاھُمَا وَ عَادِ مَا [مَنْ] عَادَاھُمَا ثُمَّ قَالَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ کَاَنِّیْ بِہٖ وَ قَدْ خُضِبَتْ شَیْبَتُہٗ مِنْ دَمِہٖ یَدْعُوْ فَلَا یُجَابُ وَ یَسْتَنْصِرُ فَلَا یُنْصَرُ قُلْتُ مَنْ یَفْعَلُ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ شِرَارُ اُمَّتِیْ مَا لَھُمْ لَا اَنَالَھُمُ اللّٰہُ شَفَاعَتِیْ ثُمَّ قَالَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَنْ زَارَہٗ عَارِفاً بِحَقِّہٖ کُتِبَ لَہٗ ثَوَابُ اَلْفِ حَجَّۃٍ وَ اَلْفِ عُمْرَۃٍ اَلَا وَ مَنْ زَارَہٗ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ وَ مَنْ زَارَنِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَ اللّٰہَ وَ حَقُّ الزَّائِرِ عَلَی اللّٰہِ اَنْ لَا یُعَذِّبَہٗ بِالنَّارِ" عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں: میں رسول خداؐ کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ امام حسنؑ حضرتؐ کے کندھے پر اور امام حسینؑ حضرت کے زانو پر بیٹھے تھے، رسول خداؐ ان کے بوسے لے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ خداوندا اس سے محبت کر جو ان سے محبت کرے اور اس سے دشمنی کر جو ان سے دشمنی کرے۔ پھر فرمایا کہ اے ابن عباس! میں اپنے اس بیٹے حسین کو دیکھ رہا ہوں کہ اس کی ریش مبارک اس کے خون سے رنگین ہوئی ہے اور یہ لوگوں کو اپنی مدد کے لئے پکارے گا، لیکن کوئی بھی اس کی مدد نہیں کرے گا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کون لوگ اس امام کی مدد نہیں کریں گے ؟فرمایا کہ میری امت کے برے لوگ، پتہ نہیں ان کو کیا ہو گیا ہے ؟ خداوند عالم ان لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہیں کرے گا۔

اے ابن عباس! جو بھی میرے بیٹے حسینؑ کی صحیح معرفت کے ساتھ زیارت کرے گا، اس کے لئے ایک ہزار حج اور ایک ہزار عمرے کا ثواب لکھا جائے گا، اور جس نے اسکی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی، اور جس نے میری زیارت کی گویا اس نے خداوند عالم کی زیارت کی اور زائر کا خداوند عالم پر یہ ہے کہ خدا اس کو جہنم کی آگ سے دور رکھے گا۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: حسین کی زیارت جانور بھی کرتے ہیں: "عَنِ الْحَرْثِ [الْحَارِثِ] الْأَعْوَرِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَبِي وَ أُمِّي الْحُسَيْنَ الْمَقْتُولَ بِظَهْرِ الْكُوفَةِ وَ اللهِ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْوَحْشِ مَادَّةً أَعْنَاقَهَا عَلَى قَبْرِهِ مِنْ أَنْوَاعِ الْوَحْشِ يَبْكُونَهُ وَ يَرْثُونَهُ لَيْلًا حَتَّى الصَّبَاحِ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَإِيَّاكُمْ وَ الْجَفَاءَ".

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: حسین کوفہ کے نزدیک قتل کیا جائے گا، خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ وحشی حیوانات اس کی قبر پر گردن رکھ کر اس پر گریہ کر رہے ہیں اور رات سے صبح تک اس پر نوحے پڑھتے ہیں، جب حیوانات کا یہ حال ہے تو تم اے انسانو! اس امام پر جفا کرنے سے بچو۔

حضرت فاطمہ زہراء صلوات اللہ علیہا زائر امام حسینؑ کے لئے دعا کرتی ہیں۔ امام حسینؑ کی زیارت صدیقہ کبریٰ کی نظر میں اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ وہ خود اپنے

بیٹے کی قبر پر حاضر ہوتی ہیں اور اس مبارک قبر کی زیارت کرنے والوں کے لئے طلب مغفرت فرماتی ہیں۔

"عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ تَحْضُرُ لِزُوَّارِ قَبْرِ ابْنِهَا الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتَسْتَغْفِرُ لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ" حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: حضرت فاطمہؑ بنت حضرت محمدؐ اپنے بیٹے حسینؑ کی قبر کی زیارت کرنے والے زائرین کے پاس حاضر ہوتی ہیں اور ان کے گناہوں کی بخشش کے لئے دعا کرتی ہیں۔[1]

اعمش کا ہمسایہ زیارت کو بدعت کہتا تھا، خواب میں دیکھا کہ محشر کے میدان میں اس کی بیوی، زائرانِ امام حسینؑ کو جہنم سے نجات کا پروانہ بانٹ رہی ہے پھر کیا تھا۔

عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: كُنْتُ نَازِلًا بِالْكُوفَةِ وَ كَانَ لِي جَارٌ كَثِيراً مَا كُنْتُ أَقْعُدُ إِلَيْهِ وَ كَانَ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا تَقُولُ فِي زِيَارَةِ الْحُسَيْنِ، فَقَالَ لِي: بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ، فَقُمْتُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ أَنَا مُمْتَلِئٌ غَيْظاً وَ قُلْتُ: إِذَا كَانَ السَّحَرُ أَتَيْتُهُ فَحَدَّثْتُهُ مِنْ فَضَائِلِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مَا يُسْخِنُ اللهُ بِهِ عَيْنَيْهِ قَالَ: فَأَتَيْتُهُ وَ قَرَعْتُ عَلَيْهِ الْبَابَ، فَإِذَا أَنَا بِصَوْتٍ مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ إِنَّهُ قَدْ قَصَدَ الزِّيَارَةَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، فَخَرَجْتُ مُسْرِعاً فَأَتَيْتُ الْحَيْرَ، فَإِذَا أَنَا بِالشَّيْخِ سَاجِدٌ لَا يَمَلُّ مِنَ السُّجُودِ وَ الرُّكُوعِ، فَقُلْتُ لَهُ: بِالْأَمْسِ تَقُولُ لِي بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ وَ الْيَوْمَ تَزُورُهُ، فَقَالَ لِي: يَا سُلَيْمَانُ لَا تَلُمْنِي فَإِنِّي مَا كُنْتُ

[1] ۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات ج ۱، ص ۱۱۸، تحقیق: امینی، عبد الحسین، اشاعت اول، دار المرتضویہ۔

أُثْبِتُ لِأَهْلِ هَذَا الْبَيْتِ إِمَامَةً حَتَّى كَانَتْ لَيْلَتِي هَذِهِ فَرَأَيْتُ رُؤْيَا أَرْعَبَتْنِي فَقُلْتُ: مَا رَأَيْتَ! أَيُّهَا الشَّيْخُ. قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا لَا بِالطَّوِيلِ الشَّاهِقِ وَ لَا بِالْقَصِيرِ اللَّاصِقِ، لَا أُحْسِنُ أَصِفُهُ مِنْ حُسْنِهِ وَ بَهَائِهِ، مَعَهُ أَقْوَامٌ يَحُفُّونَ بِهِ حَفِيفاً وَ يَزِفُّونَهُ زَفّاً، بَيْنَ يَدَيْهِ فَارِسٌ عَلَى فَرَسٍ لَهُ ذَنُوبٌ، عَلَى رَأْسِهِ تَاجٌ، لِلتَّاجِ أَرْبَعَةُ أَرْكَانٍ، فِي كُلِّ رُكْنٍ جَوْهَرَةٌ تُضِيءُ مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا، فَقَالُوا: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وسلم، فَقُلْتُ: وَ الْآخَرُ، فَقَالُوا: وَصِيُّهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ مَدَدْتُ عَيْنِي فَإِذَا أَنَا بِنَاقَةٍ مِنْ نُورٍ عَلَيْهَا هَوْدَجٌ مِنْ نُورٍ تَطِيرُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ، فَقُلْتُ: لِمَنِ النَّاقَةُ، قَالُوا: لِخَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ وَ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ، قُلْتُ: وَ الْغُلَامُ، قَالُوا: الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قُلْتُ: فَأَيْنَ يُرِيدُونَ، قَالُوا: يَمْضُونَ بِأَجْمَعِهِمْ إِلَى زِيَارَةِ الْمَقْتُولِ ظُلْماً الشَّهِيدِ بِكَرْبَلَاءَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ قَصَدْتُ الْهَوْدَجَ وَ إِذَا أَنَا بِرِقَاعٍ تَسَاقَطُ مِنَ السَّمَاءِ أَمَاناً مِنَ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ لِزُوَّارِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ هَتَفَ بِنَا هَاتِفٌ: أَلَا إِنَّنَا وَ شِيعَتَنَا فِي الدَّرَجَةِ الْعُلْيَا مِنَ الْجَنَّةِ، وَ اللَّهِ يَا سُلَيْمَانُ لَا أُفَارِقُ هَذَا الْمَكَانَ حَتَّى يُفَارِقَ رُوحِي جَسَدِي" سلیمان اعمش کہتا ہے: میں کوفہ میں رہتا تھا۔ میرا ایک ہمسایہ تھا میں اس کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں شب جمعہ کو اس کے پاس گیا اور کہا کہ تمہارا امام حسینؑ کی زیارت کرنے کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ اس نے کہا: بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہ انسان جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اعمش کہتا ہے کہ میں غصہ کی حالت میں اس کے پاس سے اٹھ کر اپنے گھر آ گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ صبح کو اس

کے پاس آکر امام حسینؑ کے کچھ فضائل اور کرامات بیان کروں گا۔ اگر پھر بھی اس نے اپنے عقیدہ پر اصرار کیا تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ صبح کے وقت میں اس ہمسائے کے گھر گیا، دروازے پر دستک دی اور اس کا نام لے کر آواز دی۔ اچانک اس کی بیوی کی آواز آئی اور اس نے کہا کہ میرا شوہر کل شام سے امام حسینؑ کی زیارت کے لئے گیا ہوا ہے۔ یہ سن کر میں بھی اس کے پیچھے امام حسینؑ کی قبر کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ نماز، دعا، گریہ، توبہ اور استغفار کرنے میں مصروف ہے۔ جب اس نے سجدہ سے سر اٹھایا تو مجھے اپنے قریب بیٹھا ہوا دیکھا۔ میں نے اس سے کہا کہ کل تو تم امام حسینؑ کی زیارت کو بدعت بتا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہ انسان جہنم میں ڈالا جائے گا!، اور آج آکر اسی امام کی زیارت بھی کر رہے ہو!؟ اس نے کہا: اے سلیمان! ایسا مت کہو کیونکہ میں اہل بیتؑ کی امامت کا عقیدہ نہیں رکھتا تھا، کل میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ جس نے مجھے بہت ڈرا دیا ہے۔ میں نے کہا: کیا خواب دیکھا ہے؟ اس نے کہا: میں نے خواب میں بہت محترم شخص کو دیکھا ہے کہ جس کا قد بہت بلند یا بہت چھوٹا نہیں تھا۔ مجھ میں یہ جرائت نہیں کہ اس کی عظمت، جلال، ہیبت اور کمال کو بیان کر سکوں۔ وہ چند لوگوں کے ساتھ تھا جو اس کے ارد گرد تھے جو اسکو بہت تیزی سے لائے اور ان کے سامنے ایک سواری تھی جس کے سر پر تاج تھا اور جس کے چار گوشے تھے جس کے ہر گوشہ پر ایک گوہر تھا جو تین دن تک کے فاصلے کے راستے کو نورانی کر رہا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک خادم سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ حضرت محمد مصطفیؐ ہیں۔ میں نے کہا ان کے ساتھ دوسرا بندہ کون ہے؟ اس نے کہا وہ علی مرتضیٰؑ ہیں جو ان کے

وصی ہیں، پھر میں نے ایک نورانی سواری کو دیکھا جس پر ایک نورانی ہودج تھا۔ اس ہودج میں دو خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ سواری زمین اور آسمان کے درمیان پرواز کررہی تھی۔ میں نے کہا یہ سواری کس کی ہے ؟ اس نے کہا کہ یہ حضرت خدیجہ کبریٰؑ اور انکی بیٹی فاطمہ زہراؑ کی ہے۔ پھر میں نے کہا یہ بچہ کون ہے ؟ اس نے کہا کہ یہ حسن ابن علیؑ ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ یہ سب اکٹھے مل کر کہاں جارہے ہیں ؟ اس نے کہا وہ سب امام حسینؑ شہید کربلا کی زیارت کے لئے جارہے ہیں۔ پھر میں نے حضرت فاطمہؑ کے ہودج کی طرف دیکھا، کچھ مکتوب کاغذ آسمان سے زمین کی طرف گررہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسے کاغذ ہیں ؟ اس نے کہا یہ ان زائرین کے لئے جہنم کی آگ سے امان نامہ ہے جو شب جمعہ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔

جب میں نے آگے ہوکر ان میں سے ایک کاغذ لینا چاہا تو اس نے مجھ سے کہا تم تو کہتے ہو کہ امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کرنا بدعت ہے۔ تم کو یہ کاغذ تبھی ملے گا جب تم امام حسینؑ کی زیارت کروگے اور اس امام کی عظمت اور شرافت کے قائل ہوگے۔ میں اس اضطراب اور پریشانی کی حالت میں نیند سے بیدار ہوگیا اور اسی وقت گھر سے امام حسین کی زیارت کرنے کے لئے نکل پڑا ہوں۔ اب میں نے توبہ کرلی ہے۔ اب میں مرتے دم تک امام حسینؑ کی قبر سے دور نہیں رہوں گا۔[1]

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جو میری زیارت کو آئے گا میں اس کے مرنے کے بعد اس کی زیارت کو آؤنگا، روایت کچھ اس طرح ہے: " مُحَمَّدِ بْنِ دَاوُدَ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ: كَانَ لَنَا جَارٌ يُعْرَفُ بِعَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: كُنْتُ أَزُورُ الْحُسَيْنَ

[1] ۔ ابن مشہدی، محمد بن جعفر، المزار الکبیر، ج ۱، ص ۳۳۰۔ تحقیق: قیومی اصفہانی، جواد، اشاعت اوّل، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم۔

عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كُلِّ شَهْرٍ، قَالَ: ثُمَّ عَلَتْ سِنِّي وَ ضَعُفَ جِسْمِي وَ انْقَطَعَتْ عَنْهُ مُدَّةٌ، ثُمَّ وَقَعَ إِلَيَّ أَنَّهَا آخِرُ سِنِي عُمُرِي، فَحَمَلْتُ عَلَى نَفْسِي وَ خَرَجْتُ مَاشِياً، فَوَصَلْتُ فِي أَيَّامٍ، فَسَلَّمْتُ وَ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيِ الزِّيَارَةِ وَ نِمْتُ، فَرَأَيْتُ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ خَرَجَ مِنَ الْقَبْرِ. فَقَالَ لِي: «يَا عَلِيُّ، لِمَ جَفَوْتَنِي وَ كُنْتَ بِي بَرّاً؟» فَقُلْتُ: يَا سَيِّدِي، ضَعُفَ جِسْمِي وَ قَصُرَتْ خُطَايَ، وَ وَقَعَ لِي أَنَّهَا آخِرُ سِنِي عُمُرِي فَأَتَيْتُكَ فِي أَيَّامٍ، وَ قَدْ رُوِيَ عَنْكَ شَيْءٌ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْكَ. فَقَالَ: «قُلْ». قَالَ: قُلْتُ: رُوِيَ عَنْكَ «مَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِهِ زُرْتُهُ بَعْدَ وَفَاتِهِ». قَالَ: «نَعَمْ». قُلْتُ: فَأَرْوِيهِ عَنْكَ «مَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِهِ زُرْتُهُ بَعْدَ وَفَاتِهِ». قَالَ: «نَعَمْ ارْوِ عَنِّي: مَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِهِ زُرْتُهُ بَعْدَ وَفَاتِهِ، وَ إِنْ وَجَدْتُهُ فِي النَّارِ أَخْرَجْتُهُ" داؤد ابن عقبہ کا بیان ہے کہ میرا ایک ہمسایہ تھا جس کا نام "محمد ابن علی" تھا، محمد ابن علی کا کہنا ہے کہ میں ہر مہینہ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتا تھا لیکن جب میری عمر زیادہ ہوگئی اور بدن ضعیف ہو گیا تو تھوڑا عرصہ میں زیارت کے لئے نہ جا سکا۔ جب میں نے احساس کیا کہ اب میری زندگی کے آخری ایام ہیں تو میں پیدل امام حسینؑ کی زیارت کرنے کے لئے چل پڑا۔ آخر کار میں چند روز میں کربلا پہنچ گیا۔ میں نے امام حسینؑ کو سلام کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ امام حسینؑ قبر سے باہر آئے ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تم تو میرے حق میں نیکی کرنے والے تھے اب کیوں جفا کرنا شروع کر دیا ہے؟ میں نے کہا: اے میرے مولا! میرا بدن کمزور اور ٹانگیں ضعیف ہوگئی ہیں اس لئے کچھ عرصہ زیارت کے لئے نہیں آسکا لیکن اب زندگی کے آخری ایام میں پیدل چلتا ہوا آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ میں

نے آپ سے منسوب ایک روایت سنی ہے میں چاہتا ہوں کہ اب اس روایت کو آپ کی مبارک زبان سے سنوں۔

اس پر امام حسینؑ نے فرمایا کہ بولو کون سی روایت ہے ؟ میں نے کہا: آپ سے نقل ہوا ہے کہ جو بھی میری زیارت کے لئے آئے گا تو میں بھی اس کی وفات کے بعد اسکی زیارت کے لئے آؤں گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: ہاں تم نے ٹھیک سنا ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا اس روایت کو آپ کے حوالہ سے نقل کروں ؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں اس روایت کو میری طرف سے نقل کرو: جو بھی میری زیارت کے لئے آئے گا میں بھی اس کے مرنے کے بعد اسکی زیارت کے لئے آؤں گا ؛ اگر میں دیکھوں گا کہ وہ جہنم کی آگ میں جل رہا ہے تو اس کو وہاں سے باہر نکالوں گا۔[1]

امام حسین السلام نے فرمایا جو میری زیارت کو آئے گا خوشحال لوٹے گا " عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَنَا قَتِيلُ الْعَبْرَةِ قُتِلْتُ مَكْرُوباً وَ حَقِيقٌ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يَأْتِيَنِي مَكْرُوبٌ إِلَّا أَرُدَّهُ وَ أَقْلِبَهُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُوراً "۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں اشکوں سے شہید کیا گیا ہوں، میں غم و حزن کی حالت میں قتل کیا گیا ہوں، اب خداوند عالم کا کام ہے کہ جو بھی کسی مصیبت میں مبتلا بندہ میری زیارت کے لئے آئے گا، خداوند عالم اس کو خوشحالی کی حالت میں اس کے گھر واپس پہنچائے گا۔[2]

---

[1]۔ ابن طاؤس، علی بن موسی، الدروع الواقیۃ، ج ۱، ص ۷۵، اشاعت اوّل، مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام۔

[2]۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، ثواب الأعمال و عقاب الأعمال، ج ۱، ص ۹۸، اشاعت دوّم، دار الشریف الرضی۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا میں اپنے بابا کی زیارت کے لئے آیا ہوں

"عَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا عَرَفْتُ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَنِّي رَأَيْتُ رَجُلًا دَخَلَ مِنْ بَابِ الْفِيلِ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَتَبِعْتُهُ حَتَّى أَتَى بِئْرَ الزَّكَاةِ وَ هِيَ عِنْدَ دَارِ صَالِحِ بْنِ عَلِيٍّ وَ إِذَا بِنَاقَتَيْنِ مَعْقُولَتَيْنِ وَ مَعَهُمَا غُلَامٌ أَسْوَدُ فَقُلْتُ لَهُ مَنْ هَذَا فَقَالَ هَذَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَنَوْتُ إِلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَ قُلْتُ لَهُ مَا أَقْدَمَكَ بِلَاداً قُتِلَ فِيهَا أَبُوكَ وَ جَدُّكَ فَقَالَ زُرْتُ أَبِي وَ صَلَّيْتُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ هَا هُوَ ذَا وَجْهِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ" ابو حمزہ کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ جب میں نے علی ابن الحسینؑ کو پہچانا وہ اس طرح پہچانا میں نے دیکھا کہ ایک بندہ مسجد کوفہ کے باب الفیل سے داخل ہوا اور اس نے چار رکعت نماز پڑھی۔ میں اس بندہ کے پیچھے گیا جو بئر الزکاۃ (زکات نامی کنواں جو صالح ابن علی کے گھر کے نزدیک تھا)، کے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہاں میں نے زانو سے بندھے ہوئے دو اونٹ اور کالے غلام کو دیکھا۔ میں نے غلام سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا علی ابن الحسین ہیں۔ یہ سن کر میں ان کے نزدیک گیا اور ان کو سلام کیا اور ان سے کہا: کیا ہوا ہے کہ آپ اس جگہ تشریف لائے ہیں؟ کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر آپ کے بابا اور جدّ کو شہید کیا گیا۔

امامؑ نے فرمایا کہ میں اپنے والد کی زیارت کے لئے آیا ہوں اور میں نے اس مسجد میں نماز پڑھی ہے اور اب میں واپس مدینہ جا رہا ہوں۔[1]

[1]۔ کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، الکافی، ج۸، ص ۲۵۵، تحقیق: غفاری، علی اکبر و آخوندی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: زیارت امام حسینؑ سے جسم میں اضافہ، عمر طولانی اور بلائیں دور ہوتی ہیں، روایت کے جملے ہیں: "عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مُرُوْا شِيْعَتَنَا بِزِيَارَةِ قَبْرِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ إِتْيَانَهُ يَزِيْدُ فِي الرِّزْقِ وَ يَمُدُّ فِي الْعُمُرِ وَ يَدْفَعُ مَدَافِعَ السَّوْءِ وَ إِتْيَانَهُ مُفْتَرَضٌ عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ يُقِرُّ لِلْحُسَيْنِ بِالْإِمَامَةِ مِنَ اللهِ" امام باقرؑ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں کو امام حسینؑ کی زیارت کرنے کا حکم دو کہ ان کی زیارت کرنا رزق کو زیادہ، انسان کی عمر کو طولانی اور اس سے بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ امام حسینؑ کی زیارت کرنا ہر اس انسان پر واجب وضروری ہے جو امام حسینؑ کی امامت کو خداوند عالم کی طرف سے ہونے کا اقرار کرتا ہے۔[1]

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: امام حسینؑ کا زائر ہمارا محبّ ہے جو زیارت نہ کرے اس کا دین ناقص ہے؛ روایت کچھ انداز سے آئی ہے: "عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَعْرِضُ حُبَّنَا عَلَى قَلْبِهِ فَإِنْ قَبِلَهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ كَانَ لَنَا مُحِبّاً فَلْيَرْغَبْ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَنْ كَانَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ زَوَّاراً عَرَفْنَاهُ بِالْحُبِّ لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ وَ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ مَنْ لَمْ يَكُنْ لِلْحُسَيْنِ زَوَّاراً كَانَ نَاقِصَ الْإِيمَانِ" حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو یہ جاننا چاہے کہ وہ اہل جنت ہے یا نہیں تو وہ ہم اہل بیت کی محبت کو اپنے دل میں ہونے یا نہ ہونے کو آزمائے؛ اگر اس کے دل میں ہماری محبت ہے تو وہ مؤمن ہے۔ جو بھی ہمارا محبّ اور

[1]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص ۱۵۰، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل۔

ہم سے محبت کرنے والا ہے وہ امام حسینؑ کی زیارت کا شوق دل میں رکھنے والا ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی امام حسینؑ کا زائر ہو ہم اسکو اپنا محبّ مانتے ہیں اور وہ اہل جنت میں سے ہو گا اور جو امام حسینؑ کی بہت زیادہ زیارت نہ کرے اس کا ایمان ناقص اور نامکمل ہے۔[1]

حج کے بعد زیارت امام حسین کے لیے بھی جایا کرو:

حدیث شریف میں کچھ اس طرح آیا ہے: "حَدَّثَنِي أَبِي وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ رَحِمَهُمُ اللهُ جَمِيعاً عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مَتِّيلٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْكُوفِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حَسَّانَ الْهَاشِمِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَثِيرٍ مَوْلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ حَجَّ دَهْرَهُ ثُمَّ لَمْ يَزُرِ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَكَانَ تَارِكاً حَقّاً مِنْ حُقُوقِ اللهِ وَ حُقُوقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ لِأَنَّ حَقَّ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرِيضَةٌ مِنَ اللهِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ"۔

امام صادقؑ نے فرمایا: تم میں سے جو بھی اپنی زندگی میں حج کے لئے مکہ جائے لیکن امام حسینؑ کی زیارت کے لئے کربلا نہ جائے تو اس نے یقینی طور پر خداوندعالم اور رسول خداؐ کے بعض حقوق کو ترک کیا ہے کیونکہ امام حسینؑ کا حق فرض اور ضروری ہے جو خداوندعالم کی طرف سے ہر مسلمان پر واجب ہے۔[2]

اے ابان! تم زیارت پر نہیں جاتے؟ ۷۰ ہزار فرشتے قیامت تک امام پر نوحہ وگریہ کرتے ہیں؛ روایت کچھ اس انداز سے بیان کرتی ہے: "عَنْ أَبَانِ بْنِ تَغْلِبَ

---

[1]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص ۱۹۳، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل، دار المرتضویہ۔

[2]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص ۱۲۲، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل، دار المرتضویہ۔

قَالَ: قَالَ لِیْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ یَا أَبَانُ مَتَی عَهْدُكَ بِقَبْرِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْتُ لَا وَ اللهِ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ مَا لِيْ بِهِ عَهْدٌ مُنْذُ حِيْنٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَ أَنْتَ مِنْ رُؤَسَاءِ الشِّيْعَةِ تَتْرُكُ زِيَارَةَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَزُوْرُهُ- مَنْ زَارَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً وَ مَحَا عَنْهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَيِّئَةً وَ غَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ يَا أَبَانُ لَقَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهَبَطَ عَلَى قَبْرِهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ شُعْثٌ غُبْرٌ يَبْكُوْنَ عَلَيْهِ وَ يَنُوْحُوْنَ عَلَيْهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"۔

ابان ابن تغلب نے کہا کہ امام صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: اے ابان! تم نے امام حسینؑ کی قبر کی کب زیارت کی؟ ابان نے کہا کہ اے رسول خدا کے بیٹے! میں نے ابھی تک امام حسینؑ کی قبر کی زیارت نہیں کی۔ امام نے فرمایا: سبحان اللہ تم تو بزرگان شیعہ میں سے ہو اور امام حسینؑ کی زیارت کو ترک کرتے ہو، زیارت کے لئے نہیں جاتے؟ امامؑ نے فرمایا کہ جو بھی بندہ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جائے تو خداوند عالم ہر قدم کے بدلے میں اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس کا ایک گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے تمام گذشتہ اور آئندہ گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔ اے ابان! امام حسینؑ کو شہید کیا گیا تو ۷۰ ہزار فرشتے غبار آلود اور پریشان بالوں کے ساتھ آسمان سے نازل ہوئے اور اس دن سے لے کر قیامت تک امام حسینؑ کے لئے گریہ اور نوحہ خوانی کرتے رہیں گے۔[1]

[1]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص۳۳۱، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل، دار المرتضویہ۔

اجوا کھجور کی تعریف:

پھر امامؑ نے فرمایا: اگر قبرِ حسین علیہ السلام مدینہ میں ہوتی تو جس طرح سے حج کو اہمیت دیتے ہیں اسی طریقے سے زیارت کو بھی اہمیت دیتے!۔ روایت کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے: "بِالْإِسْنَادِ عَنِ الشَّرِيفِ أَبِي عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ بَهْرَامَ الضَّرِيرُ الرَّازِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي حُسَيْنُ بْنُ أَبِي الْعَيْفَاءِ الطَّائِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي ذَكَرَ أَنَّ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَضَى إِلَى الْحِيرَةِ وَ مَعَهُ غُلَامٌ لَهُ عَلَى رَاحِلَتَيْنِ وَ ذَاعَ الْخَبَرُ بِالْكُوفَةِ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّانِي قُلْتُ لِغُلَامٍ لِي اذْهَبْ فَاقْعُدْ لِي فِي مَوْضِعِ كَذَا وَ كَذَا مِنَ الطَّرِيقِ فَإِذَا رَأَيْتَ غُلَامَيْنِ عَلَى رَاحِلَتَيْنِ فَتَعَالَ إِلَيَّ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا جَاءَنِي فَقَالَ قَدْ أَقْبَلَا فَقُمْتُ إِلَى بَارِيَّةٍ فَطَرَحْتُهَا عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَ إِلَى وِسَادَةٍ وَ صُفْرِيَّةٍ جَدِيدَةٍ وَ قُلَّتَيْنِ فَعَلَّقْتُهُمَا فِي النَّخْلَةِ وَ عِنْدَهَا طَبَقٌ مِنَ الرُّطَبِ وَ كَانَتِ النَّخْلَةُ صَرَفَانَةً فَلَمَّا أَقْبَلَ تَلَقَّيْتُهُ وَ إِذَا الْغُلَامُ مَعَهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَحَّبَ بِي ثُمَّ قُلْتُ يَا سَيِّدِي يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ رَجُلٌ مِنْ مَوَالِيكَ تَنْزِلُ عِنْدِي سَاعَةً وَ تَشْرَبُ شَرْبَةَ مَاءٍ بَارِدٍ فَثَنَى رِجْلَهُ فَنَزَلَ وَ اتَّكَأَ عَلَى الْوِسَادَةِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى النَّخْلَةِ فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَ قَالَ يَا شَيْخُ مَا تُسَمُّونَ هَذِهِ النَّخْلَةَ عِنْدَكُمْ قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ صَرَفَانَةً فَقَالَ وَيْحَكَ هَذِهِ وَ اللهِ الْعَجْوَةُ نَخْلَةُ مَرْيَمَ الْقُطْ لَنَا مِنْهَا فَلَقَطْتُ فَوَضَعْتُهُ فِي الطَّبَقِ الَّذِي فِيهِ الرُّطَبُ فَأَكَلَ مِنْهَا فَأَكْثَرَ فَقُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ بِأَبِي وَ أُمِّي هَذَا الْقَبْرُ الَّذِي أَقْبَلْتَ مِنْهُ قَبْرُ الْحُسَيْنِ قَالَ إِي وَ اللهِ يَا شَيْخُ حَقّاً وَ لَوْ أَنَّهُ عِنْدَنَا لَحَجَجْنَا إِلَيْهِ قُلْتُ فَهَذَا الَّذِي عِنْدَنَا

فِي الظَّهرِ أَهُوَ قَبْرُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِيْ وَ اللهِ يَا شَيْخُ حَقّاً وَ لَوْ أَنَّهُ عِنْدَ نَا لَحَجَجْنَا إِلَيْهِ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَ مَضَىٰ "حسین بن ابی العلا کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ امام جعفر صادقؑ اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا جو دونوں سواری پر سوار حیرہ تشریف لے گئے اور یہ خبر کوفہ میں پھیل گئی۔ دوسرے دن میں نے اپنے غلام سے کہا کہ فلاں جگہ پر جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ جب دو سوار جوان وہاں آئیں تو مجھے آکر خبر دینا۔ صبح کے وقت وہ غلام خبر لے کر آیا کہ وہ دونوں جوان آ گئے ہیں۔ میں جلدی سے بستر لے کر گیا اور حضرتؑ کے لئے بچھا دیا اور اس پر ایک تکیہ بھی رکھا۔ وہاں پر ایک کھجور کا درخت تھا۔ میں نے پانی کے دو ظرف اس درخت پر لٹکائے اور کھجوروں کا ایک ٹرے بھی وہاں پر رکھا۔ وہ کھجور صرفانہ کا درخت تھا۔ جب امام صادقؑ پہنچے تو میں نے ان کا استقبال کیا اور ان کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ امامؑ نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا: اے میرے مولا! اے رسول خدا کے بیٹے! میں بھی آپ کے چاہنے والوں اور ماننے والوں میں سے ہوں اور آپ سے التماس کرتا ہوں کہ تھوڑا میرے پاس بھی ٹھہر جائیں اور ٹھنڈا پانی نوش فرمائیں۔ امامؑ سواری سے نیچے آئے اور بستر پر تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور کھجور کے درخت کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے شیخ! اس کھجور کے درخت کا کیا نام ہے؟ میں نے کہا: یا ابن رسول اللہ! اس درخت کو صرفانہ کا درخت کہتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا تم پر وائے ہو، خدا کی قسم اس درخت کا نام عجوہ ہے، یہ وہ کھجور کا درخت ہے جس کے نیچے حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تھے اور حضرت مریمؑ نے اس درخت سے کھجوروں کو کھایا تھا۔ پھر امامؑ نے فرمایا کہ اس

درخت سے میرے لئے کھجوریں توڑو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور کھجوروں کو برتن میں رکھ کر امامؑ کی خدمت میں لے کر آیا۔ امامؑ نے ان کھجوروں کو نوش فرمایا۔ پھر میں نے کہا میں اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! جس قبر کی زیارت سے آپ واپس آرہے ہیں، کیا وہ امام حسینؑ کی قبر ہے؟ امام نے فرمایا: خدا کی قسم! ہاں اے شیخ، اگر یہ قبر مدینہ میں ہوتی تو جیسے ہم حج کے لئے جاتے ہیں ویسے ہی ہم اس قبر کی زیارت کے لئے جاتے۔ میں نے کہا: وہ قبر جو کوفہ میں ہے وہ حضرت امیرالمؤمنین علیؑ کی قبر ہے؟ امام نے فرمایا: خدا کی قسم! ہاں اے شیخ، اگر یہ قبر مدینہ کے نزدیک ہوتی تو جس طرح ہم حج کو اہمیت دیتے ہیں اسی طرح اس قبر کی زیارت کو بھی اہمیت دیتے۔ یہ کہہ کر امام صادقؑ سواری پر سوار ہو کر چلے گئے۔[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: سدیر! اپنی چھت پر جا کر دائیں بائیں دیکھ کر سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ" اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں ایک زیارت، ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ روایت کچھ اس انداز سے ہے: " قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا سَدِيرُ! تَزُورُ قَبْرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كُلِّ يَوْمٍ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ لَا، قَالَ: فَمَا أَجْفَاكُمْ قَالَ فَتَزُورُونَهُ فِي كُلِّ جُمْعَةٍ قُلْتُ لَا، قَالَ فَتَزُورُونَهُ فِي كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ لَا، قَالَ فَتَزُورُونَهُ فِي كُلِّ سَنَةٍ قُلْتُ قَدْ يَكُونُ ذَلِكَ، قَالَ يَا سَدِيرُ! مَا أَجْفَاكُمْ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَلْفَيْ مَلَكٍ شُعْثٌ غُبْرٌ يَبْكُونَ وَ يَزُورُونَ لَا

[1]۔ ابن طاؤس، عبدالکریم بن احمد، فرحۃ الغری فی تعیین قبر أمیر المؤمنین عليّ بن أبي طالب علیہ السلام فی النجف، ناشر: منشورات الرضی۔

يَفْتُرُونَ وَ مَا عَلَيْكَ يَا سَدِيرُ! أَنْ تَزُورَ قَبْرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ وَفِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُ فَرَاسِخَ كَثِيرَةً فَقَالَ لِيْ اصْعَدْ فَوْقَ سَطْحِكَ ثُمَّ تَلْتَفِتُ يُمْنَةً وَ يُسْرَةً ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ انْحُ نَحْوَ الْقَبْرِ وَ تَقُولُ- السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ، تُكْتَبُ لَكَ زَوْرَةٌ وَ الزَّوْرَةُ حَجَّةٌ وَ عُمْرَةٌ قَالَ سَدِيرٌ فَرُبَّمَا فَعَلْتُ فِي الشَّهْرِ أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً"۔

امام جعفر صادقؑ کے ایک صحابی "سدیر" کا بیان ہے: امام صادقؑ نے فرمایا: اے سدیر! کیا تم ہر روز امام حسینؑ کی زیارت کرتے ہو؟ سدیر نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں، نہیں۔ امام نے فرمایا: تم کس قدر جفا کرنے والے ہو! پھر فرمایا کہ کیا ہفتہ میں ایک مرتبہ زیارت کرتے ہو؟ سدیر نے کہا: نہیں۔ امامؑ نے فرمایا: ہر مہینہ میں ایک مرتبہ؟ سدیر نے کہا: نہیں۔ امام نے فرمایا: سال میں ایک مرتبہ؟ سدیر نے کہا: ہاں، کبھی سال میں ایک مرتبہ زیارت کے لئے چلا جاتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: اے سدیر! تم کس قدر امام حسینؑ پر جفاء کرتے ہو! کیا تم نہیں جانتے کہ خداوند عالم کے دو ہزار غبار آلود فرشتے ہیں جو امام حسینؑ پر گریہ کرتے ہیں اور ان کی زیارت کرتے ہیں اور کبھی تھکاوٹ بھی محسوس نہیں کرتے!۔ اے سدیر! تم بھی کم از کم ہر ہفتہ میں پانچ مرتبہ اور ہر روز ایک مرتبہ امام حسینؑ کی زیارت کیا کرو۔ میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں، ہمارے اور کربلا کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ امامؑ نے فرمایا: اپنے گھر کی چھت پر جا کر اپنے دائیں بائیں دیکھ کر سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے امام حسینؑ کی قبر کی طرف رخ کر کے کہو: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، اَلسَّلَامُ

عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ؛ سلام ہو آپ پر اے اباعبد اللہ! سلام اور رحمت اور خدا کی برکات آپ پر ہوں! جب ایسا کرو گے تو تمہارے لئے ایک زیارت کا، ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا۔ پھر سدیر نے کہا اس طرح میں کبھی کبھی ایک مہینے میں بیس مرتبہ سے زیادہ امام حسینؑ کی زیارت کیا کرتا تھا۔[1]

مولا میں اپنے وطن سے ہجرت کرنا چاہ رہا ہوں، سارا سامان بیچ چکا ہوں، مجھے بتائیں کہاں جاؤں؟ امامؑ نے کہا: کوفہ چلے جاؤ۔ روایت کی عربی عبارت کچھ اس طرح ہے: "عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ زِيَادٍ [يَزْدَادَ] قَالَ: أَتَى رَجُلٌ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ إِنِّي قَدْ ضَرَبْتُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ لِي ذَهَباً وَ فِضَّةً وَ بِعْتُ ضِيَاعِي فَقُلْتُ أَنْزِلُ مَكَّةَ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ جَهْرَةً قَالَ فَفِي حَرَمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ قَالَ هُمْ شَرٌّ مِنْهُمْ قَالَ فَأَيْنَ أَنْزِلُ قَالَ عَلَيْكَ بِالْعِرَاقِ الْكُوفَةِ فَإِنَّ الْبَرَكَةَ مِنْهَا عَلَى اثْنَيْ عَشَرَ مِيلًا هَكَذَا وَ هَكَذَا- وَ إِلَى جَانِبِهَا قَبْرٌ مَا أَتَاهُ مَكْرُوبٌ قَطُّ وَ لَا مَلْهُوفٌ إِلَّا وَ فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ " اسحاق بن زیاد کا بیان ہے: ایک شخص امام صادقؑ کے پاس آیا اور عرض کیا جو کچھ میرے پاس سونا چاندی وغیرہ تھا میں نے اس کو اور تمام جائیداد کو فروخت کر کے تمام مال کو نقد پیسوں میں تبدیل کر لیا ہے کیونکہ میں اپنے شہر سے ہجرت کر کے کسی دوسرے شہر جانا چاہتا ہوں۔ آپ بتائیں میں کس شہر کو رہنے کے لئے انتخاب کروں؟ اسحاق کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ مکہ میں جا کر بس جاؤں!۔ اس پر امام صادقؑ نے فرمایا کہ نہیں مکہ نہ جاؤ کیونکہ اہل مکہ علی الاعلان اپنے کفر کو ظاہر کرتے

[1]۔ کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، الکافی، ج۴، ص۵۸۹، تحقیق: غفاری، علی اکبر و آخوندی، دار الکتب الإسلامیۃ۔

تھے۔ اس شخص نے کہا پھر میں حرم رسول خداؐ "مدینہ" چلا جاتا ہوں؟ امامؑ نے فرمایا: اس شہر کے لوگ اہل مکہ سے بھی بدتر ہیں۔ اس شخص نے کہا پھر کہاں جاؤں؟ امام نے فرمایا کہ تم عراق کے شہر "کوفہ" چلے جاؤ کیونکہ اس شہر سے برکت طلوع ہوئی ہے جو اس کے بارہ میل کے فاصلے تک پھیلی ہوئی ہے اور اس شہر کے ایک طرف قبر امام حسینؑ ہے؛ جو مصیبت زدہ اور پریشان حال اس قبر کی زیارت کرتا ہے تو خداوند عالم اس کے غم و حزن کو خوشی اور آرام میں بدل دیتا ہے۔[1]

سال میں ایک ہی بار سہی، زیارت امام حسین علیہ السلام کرو؛ اس سے رزق میں اضافہ ہوگا، خوشیاں نصیب ہوں گی اور جنت ملے گی۔ روایت میں آیا ہے: " عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ زُورُوا الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ لَوْ كُلَّ سَنَةٍ فَإِنَّ كُلَّ مَنْ أَتَاهُ عَارِفاً بِحَقِّهِ غَيْرَ جَاحِدٍ لَمْ يَكُنْ لَهُ عِوَضٌ غَيْرُ الْجَنَّةِ وَرُزِقَ رِزْقاً وَاسِعاً وَآتَاهُ اللهُ مِنْ قِبَلِهِ بِفَرَجٍ عَاجِلٍ وَ ذَكَرَ الْحَدِيثَ" امام صادقؑ نے فرمایا: امام حسینؑ کی زیارت کرو اگرچہ سال میں ایک بار ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ جو بھی امام حسینؑ کے حق کی معرفت کے ساتھ زیارت کرے تو اسکی جزاء فقط جنت ہے؛ اسکا رزق زیادہ ہوگا اور خداوند عالم اس کو دنیا میں خوشیاں نصیب کرے گا۔[2]

فرشتہ زائر امام حسینؑ سے کہتا ہے کہ تم کو رسول خداؐ نے سلام کہا ہے اور تم سے کہا ہے کہ اپنے اعمال کو نئے سرے سے شروع کرو کیونکہ تمہارے پہلے کے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔

---

[1]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات ج۱، ص۱۶۹، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل، ناشر: دار المرتضویۃ۔

[2]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص۱۵۱، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل، دار المرتضویۃ۔

روایت کا انداز کچھ ایسا ہے: "عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ثُوَيْرِ بْنِ أَبِي فَاخِتَةَ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا حُسَيْنُ! مَنْ خَرَجَ مِنْ مَنْزِلِهِ يُرِيدُ زِيَارَةَ قَبْرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ إِنْ كَانَ مَاشِياً كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً وَ مَحَى عَنْهُ سَيِّئَةً حَتَّى إِذَا صَارَ فِي الْحَائِرِ كَتَبَهُ اللهُ مِنَ الْمُصْلِحِينَ الْمُنْتَجَبِينَ [الْمُفْلِحِينَ الْمُنْجِحِينَ] حَتَّى إِذَا قَضَى مَنَاسِكَهُ كَتَبَهُ اللهُ مِنَ الْفَائِزِينَ حَتَّى إِذَا أَرَادَ الِانْصِرَافَ أَتَاهُ مَلَكٌ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ يُقْرِؤُكَ السَّلَامَ وَ يَقُولُ لَكَ اسْتَأْنِفِ الْعَمَلَ فَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا مَضَى "حسین بن ثویر بن ابی فاختہ کا بیان ہے: امام صادقؑ نے فرمایا کہ اے حسین (ابن ثویر)! جو بھی اپنے گھر سے باہر آئے اور امام حسینؑ کی زیارت کرنے کا ارادہ کرے، اگر وہ پیدل جائے تو خداوند عالم اس کے لئے ہر قدم کے بدلہ میں ایک نیکی لکھے گا اور اس کا ایک گناہ معاف فرمائے گا، یہاں تک کہ وہ امام حسینؑ کے حرم میں پہنچ جائے اور اس مبارک جگہ پہنچنے کے بعد خداوند عالم اس کو فلاح پانے والوں میں شمار کرے گا یہاں تک کہ اس کی زیارت، دعا اور عبادت مکمل ہو جائے، اس وقت خداوند عالم اس کو کامیاب لوگوں میں قرار دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ وہاں سے واپس آنے کا ارادہ کرلے۔ اس وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم کو رسول خداؐ نے سلام کہا ہے اور تم سے کہا ہے کہ اپنے اعمال کو نئے سرے سے شروع کرو کیونکہ تمہارے پہلے سارے گناہ معاف کردیئے گئے ہیں۔[1]

[1]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص ۱۳۲، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل۔

زائر امام حسین علیہ السلام کے پیدل چلنے کا ثواب، خداوند عالم اس پر دو فرشتوں کو مقرر کرتا ہے اور ان کو حکم دیتا ہے کہ جو کچھ بھی اچھی اور نیک بات اس کے منھ سے نکلے اس کو فوراً لکھ لینا اور جو برائی اور گندی بات ہو اس کو نہ لکھنا روایت کچھ اس انداز سے بیان ہوئی ہے: "عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ الصَّائِغِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: يَا عَلِيُّ! زُرِ الْحُسَيْنَ وَ لَا تَدَعْهُ قَالَ قُلْتُ مَا لِمَنْ أَتَاهُ مِنَ الثَّوَابِ؟ قَالَ مَنْ أَتَاهُ مَاشِياً كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً وَ مَحَى عَنْهُ سَيِّئَةً وَ رَفَعَ لَهُ دَرَجَةً فَإِذَا أَتَاهُ وَكَّلَ اللهُ بِهِ مَلَكَيْنِ يَكْتُبَانِ مَا خَرَجَ مِنْ فِيهِ مِنْ خَيْرٍ وَ لَا يَكْتُبَانِ مَا يَخْرُجُ مِنْ فِيهِ مِنْ شَرٍّ، وَ لَا غَيْرَ ذَلِكَ فَإِذَا انْصَرَفَ وَدَّعُوهُ وَ قَالُوا يَا وَلِيَّ اللهِ مَغْفُوراً لَكَ أَنْتَ مِنْ حِزْبِ اللهِ وَ حِزْبِ رَسُولِهِ وَ حِزْبِ أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِهِ وَ اللهِ لَا تَرَى النَّارَ بِعَيْنِكَ أَبَداً وَ لَا تَرَاكَ وَ لَا تَطْعَمُكَ أَبَداً" علی بن میمون صائغ کا بیان ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ اے علی (ابن میمون)! امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کرو اور اس کام کو ترک نہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ جو یہ زیارت کرے گا تو اس کو کیا ثواب ملے گا؟ امامؑ نے فرمایا کہ جو بھی امام حسینؑ کی پیدل چل کر زیارت کرے گا تو خداوند عالم اس کے لئے ہر قدم کے بدلہ ایک نیکی لکھے گا اور اس کا ایک گناہ معاف فرمائے گا اور اس کے ایک درجہ کو بلند کرے گا اور جب وہ کربلا پہنچ جائے گا تو خداوند عالم اس پر دو فرشتوں کو مقرر کرے گا اور ان کو حکم دے گا کہ جو کچھ بھی اچھی اور نیک بات اس کے منھ سے نکلے اس کو لکھ لینا اور جو برائی اور گندی بات ہو اس کو نہ لکھنا اور جب وہ کربلا سے واپس آنے لگے گا تو وہ فرشتے اس کو الوداع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا کے

نیک بندے! تیرے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں اور اب تمہارا تعلق لشکر خدا و لشکر رسول خدا اور اہل بیتؑ سے ہے اور اب خداوند عالم تمہاری آنکھوں کو کبھی جہنم کی آگ نہیں دکھائے گا اور جہنم کی آگ بھی ہر گز تمہیں نہیں دیکھے گی اور تم کو اپنے اندر نہیں لے کر جائے گی۔[1]

زیارت امام حسین علیہ السلام سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے، جسم میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مرتا ہے تو شہید ہوتا ہے، روایت کے جملے کچھ اس طرح ہیں: "عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ الْخَثْعَمِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ لِي يَا عَبْدَ الْمَلِكِ! لَا تَدَعْ زِيَارَةَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَ مُرْ أَصْحَابَكَ بِذَلِكَ يَمُدُّ اللهُ فِي عُمُرِكَ وَ يَزِيدُ اللهُ فِي رِزْقِكَ وَ يُحْيِيكَ اللهُ سَعِيداً وَ لَا تَمُوتُ إِلَّا سَعِيداً [شَهِيداً] وَ يَكْتُبُكَ سَعِيداً" عبدالملک خثعمی کہتا ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا: اے عبد الملک! امام حسینؑ کی زیارت کو ترک نہ کرو اور اپنے دوستوں کو بھی یہ کام کرنے کو کہو کیونکہ خداوند عالم اس زیارت کی وجہ سے تمہاری عمر کو طولانی کرے گا، تمہارے رزق میں اضافہ کرے گا، تمہاری زندگی کو سعادت مند قرار دے گا اور تمہاری موت شہادت کی موت ہوگی۔[2]

جو قیامت کے دن نورانی دستر خوان پر بیٹھنا چاہتا ہے وہ امام حسینؑ کی زیارت کرے۔ روایت کہتی ہے: "عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكُونَ عَلَى مَوَائِدِ النُّورِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ زُوَّارِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ

---

[1]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص ۱۳۳، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل، دار المرتضویۃ۔

[2]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص ۱۵۱، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل، دار المرتضویۃ۔

عَلَيْهِ السَّلَامُ" حضرت امام صادقؑ نے فرمایا کہ تم میں سے جو قیامت کے دن نورانی دستر خوانوں پر بیٹھنا چاہتا ہے وہ لازمی طور پر امام حسینؑ کی زیارت کرے۔[1]

رسول خداؐ نے فرمایا: جو علی علیہ السلام کا ہمسایہ بننا چاہتا ہے تو وہ امام حسینؑ کی زیارت کو ترک نہ کرے؛ روایت میں بیان ہوا ہے: "حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ وَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قُولَوَيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى الْعَطَّارِ وَ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ هَاشِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى بْنِ عُبَيْدِ بْنِ يَقْطِينٍ الْيَقْطِينِيِّ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ ذِي الشَّامَةِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ فِي جِوَارِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ وَ جِوَارِ عَلِيٍّ وَ فَاطِمَةَ فَلَا يَدَعْ زِيَارَةَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ" امام صادقؑ نے فرمایا کہ جو شخص جنت میں رسول خداؐ، حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کا ہمسایہ بننا چاہتا ہے وہ امام حسینؑ کی زیارت کو ترک نہ کرے۔[2]

جو امام حسینؑ کی زیارت کرے خداوند عالم اس کو اہل بیتؑ کے ساتھ نورانی دستر خوانوں پر بیٹھائے گا؛ روایت اس طرح ہے: "عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ [أَوْ] أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ مَسْكَنُهُ الْجَنَّةَ وَ مَأْوَاهُ الْجَنَّةَ فَلَا يَدَعْ زِيَارَةَ الْمَظْلُومِ قُلْتُ مَنْ هُوَ؟ قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ صَاحِبُ كَرْبَلَاءَ مَنْ أَتَاهُ شَوْقاً إِلَيْهِ وَ حُبّاً لِرَسُولِ اللهِ وَ حُبّاً لِفَاطِمَةَ وَ حُبّاً لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَقْعَدَهُ اللهُ عَلَى مَوَائِدِ الْجَنَّةِ يَأْكُلُ مَعَهُمْ وَ النَّاسُ فِي الْحِسَابِ"۔

---

[1] ۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص۱۳۵، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل، دار المرتضویۃ۔

[2] ۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص۱۳۶، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل، دار المرتضویۃ۔

امام صادقؑ نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ جنت اس کے رہنے کی جگہ ہو تو وہ مظلوم کی زیارت کو ترک نہ کرے۔ میں نے کہا: مظلوم کون ہے ؟ امام نے فرمایا: وہ حسین ابن علیؑ ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے، جو امام حسینؑ، رسول خداؐ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ سے محبت کی وجہ سے امام حسینؑ کی زیارت کرے خداوندعالم اس کو اہل بیتؑ کے ساتھ نورانی دستر خوانوں پر بیٹھائے گا، جب کہ دوسرے لوگ اپنے حساب کتاب میں مصروف ہوں گے۔[۱]

ابو سعید! امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرو کہ تمہارے لئے ۲۲ عمروں کا ثواب لکھا جائے گا؛ روایت میں اس طرح آیا ہے: " عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْمَدَائِنِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ آتِي قَبْرَ الْحُسَيْنِ قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا سَعِيدٍ ائْتِ قَبْرَ ابْنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ أَطْيَبِ الطَّيِّبِينَ وَ أَطْهَرِ الطَّاهِرِينَ وَ أَبَرِّ الْأَبْرَارِ فَإِذَا زُرْتَهُ كُتِبَ لَكَ اثْنَتَانِ وَ عِشْرُونَ عُمْرَةً" ابو سعید کا بیان ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس گیا اور عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں: کیا میں امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاؤں ؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں اے ابو سعید! فرزند رسول خداؐ کی زیارت کے لئے ضرور جاؤ کہ وہ پاک ترین اور نیک ترین خدا کے بندوں میں سے ہیں۔ جاؤ اور جان لو کہ جب بھی تم اس امامؑ کی زیارت کروگے تو تمہارے لئے ۲۲ عمروں کا ثواب لکھا جائے گا۔

یزید ابن عبد الملک نے امامؑ سے کہا میں نے ۱۹ حج کئے ہیں، آپ خدا سے میرے لئے دعا کریں: " عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ

---

[۱]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص۱۳۶، تحقیق: امینی، عبد الحسین، اشاعت اوّل، دار المرتضویۃ۔

السَّلَامُ فَمَرَّ قَوْمٌ عَلَى حَمِيْرٍ فَقَالَ أَيْنَ يُرِيدُونَ هَؤُلَاءِ قُلْتُ قُبُورَ الشُّهَدَاءِ قَالَ فَمَا يَمْنَعُهُمْ مِنْ زِيَارَةِ الشَّهِيدِ الْغَرِيبِ قَالَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ زِيَارَتُهُ وَاجِبَةٌ قَالَ زِيَارَتُهُ خَيْرٌ مِنْ حِجَّةٍ وَ عُمْرَةٍ حَتَّى عَدَّ عِشْرِينَ حِجَّةً وَ عُمْرَةً ثُمَّ قَالَ مَبْرُورَاتٍ مُتَقَبَّلَاتٍ قَالَ فَوَ اللهِ مَا قُمْتُ مِنْ عِنْدِهِ حَتَّى أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ إِنِّي قَدْ حَجَجْتُ تِسْعَةَ عَشَرَ حِجَّةً فَادْعُ اللهَ لِي أَنْ يَرْزُقَنِي تَمَامَ الْعِشْرِينَ، قَالَ فَهَلْ زُرْتَ قَبْرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا، قَالَ إِنَّ زِيَارَتَهُ خَيْرٌ مِنْ عِشْرِينَ حِجَّةً "یزید بن عبدالملک کہتا ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ سواری کی حالت میں کچھ لوگ وہاں سے گزرے؛ امام نے فرمایا: وہ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا شہداء کی قبور کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا: ان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ شہید غریب کی زیارت کے لئے نہیں جاتے؟ راوی کہتا ہے کہ اہل عراق میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اس کی زیارت کرنا واجب ہے؟ امامؑ نے فرمایا: ان کی زیارت ایک حج اور ایک عمرہ سے بہتر ہے، دو حج اور دو عمرہ سے بہتر ہے، اسی طرح امامؑ حج اور عمرے کی تعداد میں اضافہ کرتے گئے یہاں تک کہ فرمایا: ان کی زیارت بیس حج اور بیس عمرے سے بہتر ہے پھر فرمایا کہ بیس مقبول حج اور بیس مقبول عمرے سے بہتر ہے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر ایک شخص امام کے پاس آیا اور اس نے امامؑ سے کہا کہ میں نے انیس حج کئے ہیں؛ اب آپ خدا سے میرے لئے دعا کریں کہ مجھے ایک اور حج نصیب کرے تا کہ میرے بیس

حج مکمل ہو جائیں۔ امامؑ نے فرمایا: کیا تم نے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، امامؑ نے کہا: ان کی زیارت بیس حج سے بہتر ہے۔[1]

امام صادقؑ نے فرمایا: مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو شیعہ کہتے ہیں اور زندگی میں ایک مرتبہ بھی امام حسینؑ کی زیارت کے لئے نہیں جاتے، روایت کے جملے اس طرح ہیں: " عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ عَجَباً لِأَقْوَامٍ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ شِيعَةٌ لَنَا وَ يُقَالُ إِنَّ أَحَدَهُمْ يَمُرُّ بِهِ دَهْرُهُ وَ لَا يَأْتِي قَبْرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَفَاءً مِنْهُ وَ تَهَاوُناً وَ عَجْزاً وَ كَسَلًا تَهَاوَنَ وَ عَجَزَ وَ كَسِلَ أَمَا وَ اللهِ لَوْ يَعْلَمُ مَا فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ مَا تَهَاوَنَ وَ لَا كَسِلَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَ مَا فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ قَالَ فَضْلٌ وَ خَيْرٌ كَثِيرٌ أَمَا أَوَّلُ مَا يُصِيبُهُ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ مَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ وَ يُقَالَ لَهُ اسْتَأْنِفِ الْعَمَلَ "سلیمان بن خالد کہتا ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا: مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو شیعہ کہتے ہیں اور زندگی میں ایک مرتبہ بھی امام حسینؑ کی زیارت کے لئے نہیں جاتے، یہ کیا جفاء اور سستی ہے اور وہ کتنے عاجز اور ناتواں ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر ان کو پتہ ہوتا کہ امام حسینؑ کی زیارت کا کیا اجرو ثواب ہے تو ہرگز اس سستی اور ناتوانی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں، امام حسینؑ کی زیارت کا کیا ثواب ہے؟ امام نے فرمایا: اس زیارت میں بہت ہی زیادہ خیر اور نیکی ہے، اس زیارت کا پہلا ثواب جو زائر کو ملتا ہے

---

[1]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص ۱۶۰، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل، دار المرتضویہ۔

وہ یہ ہے کہ اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اب اپنے اعمال کو ابتدا سے شروع کرو۔[1]

جو معرفت کے ساتھ امام حسینؑ کی زیارت کرے وہ عرش پر خدا سے گفتگو کرنے والوں میں سے ہے: "حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي جَرِيرٍ الْقُمِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لِأَبِي مَنْ زَارَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَارِفاً بِحَقِّهِ كَانَ مِنْ مُحَدِّثِي اللهِ فَوْقَ عَرْشِهِ ثُمَّ قَرَأَ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَ نَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ" محمدّ بن ابی جریر قمّی کا بیان ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے سنا، وہ میرے والد سے فرماتے تھے کہ جو شخص امام حسینؑ کے حق کی معرفت کے ساتھ زیارت کرے وہ عرش پر خداوند عالم سے گفتگو کرنے والوں میں سے ہوگا۔ پھر امام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: "إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَ نَهَرٍ. فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ"۔

بے شک متقی لوگ باغوں اور نہر کے کنارے ہوں گے، ان کا ٹھکانہ حقیقت کے ساتھ خداوند عالم کے نزدیک ہوگا (وہی خدا) جسکی سلطنت جاویدانی ہے۔[2]

جس نے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی گویا اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی ہے، روایت ہے: "عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُمِّيِّ قَالَ: قَالَ لِيَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبِي بِبَغْدَادَ كَانَ كَمَنْ زَارَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ وَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَّا أَنَّ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ

---

[1] ۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص ۲۹۲۔

[2] ۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص ۱۴۱۔

سَلَّمَ وَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَضْلُهُمَا قَالَ ثُمَّ قَالَ لِي مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبِي عَبْدِ اللهِ بِشَطِّ الْفُرَاتِ كَانَ كَمَنْ زَارَ اللهَ فَوْقَ كُرْسِيِّهِ [فِي عَرْشِهِ]" امام رضاؑ نے فرمایا: جو میرے والد کی بغداد میں زیارت کرے گویا اس نے رسول خداؐ اور امیر المومنین علیؑ کی زیارت کی، اگرچہ رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ کی زیارت کرنے کا زیادہ ثواب ہے۔ پھر فرمایا: جو امام حسینؑ کی قبر کی فرات کے کنارے زیارت کرے گویا اس نے عرش پر خداوند عالم کی زیارت کی۔[1]

امام علی نقیؑ نے ایک شخص کو اپنی بیماری کی شفاء کے لئے امام حسینؑ کے حرم میں زیارت کے لئے بھیجا تاکہ وہ وہاں جاکر امام کی شفاء کے لئے دعا کرے۔

روایت اس انداز سے بیان کرتی ہے: " حَدَّثَنِي أَبُو هَاشِمٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ مَحْمُومٌ عَلِيلٌ فَقَالَ لِي يَا أَبَا هَاشِمٍ ابْعَثْ رَجُلًا مِنْ مَوَالِينَا إِلَى الْحَائِرِ يَدْعُو اللهَ لِي فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهِ فَاسْتَقْبَلَنِي عَلِيُّ بْنُ بِلَالٍ فَأَعْلَمْتُهُ مَا قَالَ لِي وَ سَأَلْتُهُ أَنْ يَكُونَ الرَّجُلَ الَّذِي يَخْرُجُ فَقَالَ السَّمْعَ وَ الطَّاعَةَ وَ لَكِنَّنِي أَقُولُ إِنَّهُ أَفْضَلُ مِنَ الْحَائِرِ إِذْ كَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ فِي الْحَائِرِ وَ دُعَاؤُهُ لِنَفْسِهِ أَفْضَلُ مِنْ دُعَائِي لَهُ بِالْحَائِرِ فَأَعْلَمْتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا قَالَ فَقَالَ لِي قُلْ لَهُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ أَفْضَلَ مِنَ الْبَيْتِ وَ الْحَجَرِ وَ كَانَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ وَ إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالَى بِقَاعاً يُحِبُّ أَنْ يُدْعَى فِيهَا فَيَسْتَجِيبَ لِمَنْ دَعَاهُ وَ الْحَائِرُ مِنْهَا"۔

---

[1]۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص۱۴۸، تحقیق: امینی، عبدالحسین۔

ابوہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں امام علی نقیؑ کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ امامؑ کو بہت تیز بخار ہے۔ امامؑ نے مجھ سے کہا کہ ہمارے شیعوں میں سے کسی کو امام حسینؑ کے حرم بھیجو تاکہ وہ میرے لئے وہاں جاکر دعا کرے۔ یہ سن کر میں امامؑ کے گھر سے باہر آگیا۔ وہاں میں نے علی ابن بلال کو دیکھا تو میں نے اس کو امام علی نقیؑ کی حالت اور ساری بات بتائی اور اس سے کہا کہ کسی سے بات کرے۔ علی ابن بلال نے کہا: میں نے بات سن لی ہے اور اطاعت بھی کروں گا لیکن پھر بھی میں کہتا ہوں کہ خود امام علی نقیؑ حرم امام حسینؑ سے افضل اور برتر ہیں کیونکہ وہ بھی امام حسینؑ کی طرح ایک معصوم امام ہیں اور ان کا خود اپنے لئے دعا کرنا، حائرِ حسینی میں میرے دعا کرنے سے بہتر ہے۔ میں دوبارہ امام علی نقیؑ کی خدمت میں آیا اور علی ابن بلال کی ساری بات امامؑ کو بتائی۔ اس پر امامؑ نے مجھ سے فرمایا: اس سے کہو کہ رسول خداؐ بیت اللہ اور حجر الاسود سے افضل تھے لیکن پھر بھی بیت اللہ کے گرد طواف کرتے تھے اور حجر الاسود کو بوسہ دیا کرتے تھے؛ خداوند عالم کے لئے بعض مقامات ہیں کہ خود خدا چاہتا ہے وہاں پر اس سے دعا مانگی جائے اور وہ دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرے، ان مبارک مقامات میں سے ایک امام حسینؑ کا حرم ہے۔[1]

امام حسن عسکریؑ نے امام حسینؑ کی زیارت کو مؤمن کی علامات میں سے قرار دیا ہے، روایت کے جملے ہیں: "رُوِیَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْعَسْكَرِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ عَلَامَاتُ الْمُؤْمِنِ خَمْسٌ، صَلَاةُ الْإِحْدَى وَ الْخَمْسِينَ، وَ زِيَارَةُ الْأَرْبَعِينَ، وَ التَّخَتُّمُ فِي الْيَمِينِ، وَ تَعْفِيرُ الْجَبِينِ، وَ

[1] ۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ج۱، ص ۲۷۴، تحقیق: امینی، عبدالحسین، اشاعت اوّل۔

الْجَهْرُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" مؤمن کی پانچ علامات ہیں: (۱) اکیاون رکعت نماز پڑھنا، (۲) زیارت اربعین پڑھنا، (۳) دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا، (۴) خاک شفاء پر سجدہ کرنا، (۵) نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا۔[1]

حکایت:

حاجی علی بغدادی کی مشہور داستان ہے کہ وہ امام زمانہ (عج) کے حضور شرفیاب ہوئے۔ اس داستان میں ہے کہ امام زمانہ (عج) حاجی علی بغدادی کے ساتھ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے کربلا گئے جو خود امام حسینؑ کی زیارت کی اہمیت پر واضح دلیل ہے۔ یہ داستان مرحوم نوری کی کتاب "النجم الثاقب" میں تفصیل سے ذکر ہوئی ہے لیکن ہم یہاں پر مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں:

یہ داستان ایک صالح اور متقی انسان "حاجی علی بغدادی" کی ہے، جو اس کتاب کے لکھنے کے زمانہ میں زندہ تھے اور اگر اس کتاب میں اس سچی اور مفید داستان کے علاوہ کوئی دوسری داستان نہ بھی ہو تو بھی اس کتاب کے معتبر اور بہترین ہونے کے لئے کافی ہے۔ گذشتہ سال کے ماہ رجب میں، میں کتاب جنۃ الماوی لکھنے میں مصروف تھا کہ میں نے مبعث کے دن کی زیارت (۲۷ رجب) کے لئے نجف اشرف جانے کا ارادہ کیا۔ میں سید محمد کاظمینی (عالم عامل اور شیخ اعظم کے شاگردوں میں سے تھے، شیخ اعظم متقی ترین انسان تھے اور کاظمین کے حرم میں امام جماعت تھے، زائرین کی مدد کیا کرتے تھے، ان کے والد اور دادا بھی علماء میں سے تھے) میں ان کی خدمت میں کاظمین آیا۔ میں نے سید محمد کاظمینی سے پوچھا کہ اگر آپ نے

[1] ۔ الشیخ المفید، المزار – مناسک المزار، ج۱، ص ۵۳، تحقیق: الابطحی، محمد باقر، اشاعت اوّل۔

امام زمانہ (عج) سے ملاقات کے بارے میں کوئی سچی حکایت سنی ہے تو بیان فرمائیں، انہوں نے حاجی علی بغدادی کی حکایت کو بیان کیا۔ میں نے اس حکایت کو اگرچہ پہلے بھی سنا تھا کیونکہ میں نے اس کو لکھا نہیں تھا، اس لئے میں نے سید محمد کاظمینی سے التماس کی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اس حکایت کو مجھے لکھ کر بھی دیں۔ سید محمد کاظمینی نے کہا: میں نے اس حکایت کو کافی عرصہ پہلے سنا تھا اور مجھے ڈر ہے کہ اس کو بیان کرتے وقت میں اپنی طرف سے کوئی چیز اس میں زیادہ یا کم نہ کر دوں۔ اس لئے میں خود حاجی علی بغدادی سے ملاقات کر کے اس حکایت کو دوبارہ سن کر آپ کے سامنے بیان کروں گا، اس کے علاوہ حاجی علی بغدادی سے ملاقات کرنا بھی بہت مشکل ہے کیونکہ وہ اس واقعہ کے بعد لوگوں کے درمیان بغداد میں کم ہی ظاہر ہوتے ہیں، اگر زیارت کے لئے بھی آتے ہیں تو صرف زیارت کرتے ہیں اور زیارت کرنے کے بعد واپس چلے جاتے ہیں؛ میں ان کو سال بھر میں فقط ایک یا دو مرتبہ دیکھتا ہوں۔ اسی لئے حاجی علی بغدادی ہمیشہ اس حکایت کو فقط خاص خاص لوگوں کو بتاتے ہیں کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب مخالفین اس حکایت کو سنیں تو وہ ان کا مذاق اڑائیں یا بعض عام لوگ یہ نہ بولیں کہ حاجی علی اس داستان سے خود کو مشہور کرنا چاہتا ہے۔

محدث نوری کا بیان ہے کہ میں نے سید کاظمینی سے کہا کہ میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ جیسے بھی ہو، میرے نجف واپس جانے سے پہلے آپ ضرور حاجی علی بغدادی سے ملاقات کریں اور اس حکایت کو ان سے دوبارہ سنیں کیونکہ مجھے اس

حکایت کی بہت ضرورت ہے اور میرے پاس وقت بھی بہت کم ہے۔ یہ بات کر کے میں سید کے گھر سے باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو سید نے مجھ سے کہا کہ آج عجیب اتفاق ہوا ہے کہ تھوڑی دیر پہلے ایک شخص میرے گھر آیا اور مجھ سے کہا کہ ایک جنازہ کو بغداد سے حرم میں لائے ہیں اور اس کو حرم کے صحن میں لا کر رکھا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ اس پر نماز پڑھیں۔ میں جلدی سے حرم گیا اور اس جنازہ پر نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو وہاں میں نے حاجی علی بغدادی کو دیکھا اور ان سے اس حکایت کو دوبارہ سن کر میں نے حکایت کو لکھ لیا ہے۔

محدث نوری کا بیان ہے کہ میں نے اس حکایت کو کتاب جنۃ الماوی میں نقل کیا ہے: ۸۰ تومان سہم امام میرے ذمہ تھا، لہذا میں نجف اشرف گیا اور ان میں سے ۲۰ تومان جناب شیخ مرتضیٰ کو دیئے اور ۲۰ تومان جناب شیخ محمد حسن مجتہد کاظمینی کو دیئے اور ۲۰ تومان جناب شیخ محمد حسن شروقی کو دیئے۔ اس طرح اب میرے ذمہ صرف ۲۰ تومان رہ گئے تھے کہ میں نے سوچا جب میں بغداد واپس جاؤں گا تو وہ شیخ محمد حسن کاظمینی آل یاسین کو دوں گا اور میرا یہ ارادہ تھا کہ جونہی بغداد جاؤں گا تو فوری اس ذمہ کو ادا کروں گا۔ جمعرات کا دن تھا کہ میں نے کاظمین میں حضرت موسیٰ بن جعفر اور حضرت امام محمد تقی علیہما السلام کی زیارت کی اور جناب شیخ محمد حسن کاظمینی آل یاسین سے ملنے کے لئے ان کے پاس چلا گیا اور ان بیس تومان میں سے کچھ تومان ان کو دیئے اور ان سے وعدہ کیا کہ باقی کم کم کر کے آپ کو دے دوں گا۔ اسی دن دوپہر کے وقت میں نے بغداد جانے کا ارادہ کیا تو جناب شیخ نے کہا کہ ایک دن اور رک جاؤ

لیکن میں نے کہا کہ کارخانہ میں کام کرنے والوں کو تنخواہ بھی دینی ہے، یہ کہہ کر میں بغداد کے لئے نکل پڑا۔ ابھی زیادہ راستہ طے نہیں کیا تھا کہ میں نے ایک سید کو دیکھا جو بغداد سے میری طرف آرہا تھا، جب وہ میرے نزدیک آیا تو اس نے مجھے سلام کیا اور مجھ سے گلے ملنے کے لئے اس نے اپنے ہاتھوں کو آگے بڑھایا اور اھلًا و سھلًا کہہ کر مجھے گلے لگا لیا۔ اس سید کے سر پر سبز عمامہ اور رخسار پر کالا تل تھا۔ اس سید نے مجھ سے کہا: حاجی علی کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: میں کاظمین سے زیارت کرنے کے بعد اب بغداد واپس جا رہا ہوں۔

اس سید نے کہا آج شب جمعہ ہے، واپس عراق کی طرف پلٹ جاؤ۔ میں نے کہا: اے سید محترم! میرے لئے اب واپس پلٹنا ممکن نہیں ہے، سید نے کہا: ممکن ہے، جاؤ واپس پلٹ جاؤ تا کہ میں گواہی دوں کہ تم میرے دادا امیر المؤمنین علیؑ اور ہمارے موالیوں میں سے ہو، شیخ نے بھی گواہی دی کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ دو گواہ بنایا کرو اور یہ بالکل وہی بات تھی جو میرے دل میں تھی کیونکہ جب میں نے جناب شیخ کو دیکھا تھا تو ان سے کہا تھا کہ ایک ایسی بات لکھیں اور اس میں گواہی دیں کہ میں اہل بیتؑ کے موالیوں میں سے ہوں اور اس تحریر کو میں اپنے ساتھ کفن میں رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: آپ کو کیسے پتہ اور کیسے گواہی دے رہے ہیں؟ اس سید نے کہا: تم میرے حق کو ادا کر رہے ہو لیکن مجھ کو نہیں پہچانتے؟ یہ کیسے کر رہے ہو؟ میں نے کہا: کون سا حق؟ اس سید نے کہا: جو تم نے میرے وکلاء کو دیا ہے، میں نے کہا: آپ کے وکلاء کون ہیں؟ سید نے کہا: شیخ محمد حسن، میں نے کہا وہ آپ کے وکیل ہیں؟

سید نے کہا: ہاں وہ میرا وکیل ہے۔ یہاں پر میرے ذہن میں آیا کہ کیسے اس سید نے مجھے میرے نام سے پکارا ہے، حالانکہ وہ مجھے جانتا بھی نہیں ہے!۔

میں نے خود اپنے آپ کو جواب دیا کہ شاید وہ مجھے جانتا ہی ہو اور میں اس کو نہیں جانتا!۔ پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ سید مجھ سے سہم سادات میں سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے اور میرا بھی دل تھا کہ میں اس سہم میں سے کچھ حصہ اس سید کو دوں۔ لہٰذا میں نے اس سے کہا کہ آپ کے حق کے پیسے میرے پاس تھے، میں شیخ محمد حسن کے پاس گیا تھا کیونکہ ان کی اجازت سے دوسروں کو ان کا حصہ دیتا، سید میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور کہا: ہاں تم نے ہمارا بعض حق ہمارے وکلاء کو نجف میں دیا ہے۔ میں نے کہا: جو کچھ میں نے دیا ہے وہ قبول ہے؟ اس سید نے کہا: ہاں قبول ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ سید کون ہے جو بڑے بڑے علماء کو اپنا وکیل کہتا ہے اور میں نے اس پر تعجب بھی کیا؟ پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ علماء تو سادات کا سہم لینے میں وکیل ہوتے ہی ہیں! پھر اس سید نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ واپس پلٹو اور میرے جدّ کی زیارت کرو، میں واپس پلٹا اور میرا بایاں ہاتھ اس کے دائیں ہاتھ میں تھا اور ہم دونوں نے ایک ساتھ کاظمین کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ جب ہم چل رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ ہمارے دائیں طرف صاف سفید پانی کی نہر بہہ رہی ہے اور لیموں، مالٹے، انار، انگور وغیرہ کے درخت ہیں حالانکہ ان پھلوں کا موسم بھی نہیں تھا!۔ میں نے کہا: یہ نہر اور پھلوں کے درخت کیسے ہیں؟ اس سید نے فرمایا: جو ہمارے جدّ اور ہماری زیارت کرے یہ سب اس کے لئے ہیں۔ یہاں تک کہ امامؑ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم ہمارے جدّ امام حسینؑ کی زیارت کرنا چاہتے ہو؟ میں نے

کہا: ہاں آج تو شب جمعہ ہے، ضرور زیارت کروں گا۔ امام زمانہ (عج) نے میرے لئے زیارت وارثہ پڑھی۔ اس وقت اذان مغرب ہو چکی تھی۔ امامؑ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ جماعت سے نماز پڑھو۔ قبر مقدس کے پیچھے ایک مسجد تھی، ہم نے اس میں جاکر باجماعت نماز پڑھی، خود امام بھی مسجد میں امام جماعت کے سیدھی طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور میں نے پہلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ جب نماز ختم ہوئی تو میں نے امامؑ کی طرف دیکھا لیکن وہ موجود نہیں تھے، جلدی سے مسجد سے باہر آکر حرم میں اِدھر اُدھر دیکھا لیکن وہ بالکل نظر نہ آئے...۔[1]

زیارت اربعین:

زیارت اربعین یعنی امام حسین علیہ السلام کے چہلم کے روز زیارت پڑھنا نہایت ثواب کا حامل ہے، اس زیارت کا متن کچھ اس طرح ہے، جو روایت کے ہمراہ ہے: عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مِهْرَانَ الْجَمَّالِ قَالَ: قَالَ لِي مَوْلَايَ الصَّادِقُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ فِي زِيَارَةِ الْأَرْبَعِينَ تَزُورُ عِنْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ وَ تَقُولُ: السَّلَامُ عَلَىٰ وَلِيِّ اللهِ وَ حَبِيْبِهِ، السَّلَامُ عَلَىٰ خَلِيلِ اللهِ وَ نَجِيْبِهِ، السَّلَامُ عَلَىٰ صَفِيِّ اللهِ وَ ابْنِ صَفِيِّهِ، السَّلَامُ عَلَى الْحُسَيْنِ الْمَظْلُومِ الشَّهِيدِ، السَّلَامُ عَلَىٰ أَسِيرِ الْكُرُبَاتِ وَ قَتِيلِ الْعَبَرَاتِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُ أَنَّهُ وَلِيُّكَ وَ ابْنُ وَلِيِّكَ وَ صَفِيُّكَ وَ ابْنُ صَفِيِّكَ الْفَائِزُ بِكَرَامَتِكَ أَكْرَمْتَهُ بِالشَّهَادَةِ وَ حَبَوْتَهُ بِالسَّعَادَةِ وَ اجْتَبَيْتَهُ بِطِيبِ الْوِلَادَةِ وَ جَعَلْتَهُ سَيِّداً مِنَ السَّادَةِ وَ قَائِداً مِنَ الْقَادَةِ وَ ذَائِداً مِنَ الذَّادَةِ وَ أَعْطَيْتَهُ مَوَارِيثَ الْأَنْبِيَاءِ وَ

[1]۔ مرزا حسین نوری طبرسی، النجم الثاقب، ج۲، ص۱۶۰، تحقیق: سید یاسین موسوی، اشاعت اوّل، انوار الہدیٰ۔

جَعَلْتَهُ حُجَّةً عَلَى خَلْقِكَ مِنَ الْأَوْصِيَاءِ فَأَعْذَرَ فِي الدُّعَاءِ وَ مَنَحَ النُّصْحَ وَ
بَذَلَ مُهْجَتَهُ فِيكَ لِيَسْتَنْقِذَ عِبَادَكَ مِنَ الْجَهَالَةِ وَ حَيْرَةِ الضَّلَالَةِ وَ قَدْ
تَوَازَرَ عَلَيْهِ مَنْ غَرَّتْهُ الدُّنْيَا وَ بَاعَ حَظَّهُ بِالْأَرْذَلِ الْأَدْنَى وَ شَرَى آخِرَتَهُ
بِالثَّمَنِ الْأَوْكَسِ وَ تَغَطْرَسَ وَ تَرَدَّى فِي هَوَاهُ وَ أَسْخَطَ نَبِيَّكَ وَ أَطَاعَ مِنْ
عِبَادِكَ أَهْلَ الشِّقَاقِ وَ النِّفَاقِ وَ حَمَلَةَ الْأَوْزَارِ الْمُسْتَوْجِبِينَ النَّارَ
فَجَاهَدَهُمْ فِيكَ صَابِراً مُحْتَسِباً حَتَّى سُفِكَ فِي طَاعَتِكَ دَمُهُ وَ اسْتُبِيحَ
حَرِيمُهُ اللَّهُمَّ فَالْعَنْهُمْ لَعْناً وَبِيلًا وَ عَذِّبْهُمْ عَذَاباً أَلِيماً السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
ابْنَ رَسُولِ اللهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ سَيِّدِ الْأَوْصِيَاءِ، أَشْهَدُ أَنَّكَ أَمِينُ
اللهِ وَ ابْنُ أَمِينِهِ، عِشْتَ سَعِيداً وَ مَضَيْتَ حَمِيداً، وَ مِتَّ فَقِيداً مَظْلُوماً
شَهِيداً، وَ أَشْهَدُ أَنَّ اللهَ مُنْجِزٌ مَا وَعَدَكَ وَ مُهْلِكٌ مَنْ خَذَلَكَ وَ مُعَذِّبٌ
مَنْ قَتَلَكَ وَ أَشْهَدُ أَنَّكَ وَفَيْتَ بِعَهْدِ اللهِ وَ جَاهَدْتَ فِي سَبِيلِهِ حَتَّى أَتَاكَ
الْيَقِينُ فَلَعَنَ اللهُ مَنْ قَتَلَكَ وَ لَعَنَ اللهُ مَنْ ظَلَمَكَ وَ لَعَنَ اللهُ أُمَّةً سَمِعَتْ
بِذَلِكَ فَرَضِيَتْ بِهِ، اَللَّهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي وَلِيٌّ لِمَنْ وَالاهُ وَ عَدُوٌّ لِمَنْ
عَادَاهُ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّكَ كُنْتَ نُوراً فِي
الْأَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَ الْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ، لَمْ تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ بِأَنْجَاسِهَا
وَ لَمْ تُلْبِسْكَ الْمُدْلَهِمَّاتُ مِنْ ثِيَابِهَا وَ أَشْهَدُ أَنَّكَ مِنْ دَعَائِمِ الدِّينِ، وَ
أَرْكَانِ الْمُسْلِمِينَ، وَ مَعْقِلِ الْمُؤْمِنِينَ، وَ أَشْهَدُ أَنَّكَ الْإِمَامُ الْبَرُّ التَّقِيُّ
الرَّضِيُّ الزَّكِيُّ الْهَادِي الْمَهْدِيُّ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ الْأَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِكَ كَلِمَةُ
التَّقْوَى وَ أَعْلَامُ الْهُدَى وَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى وَ الْحُجَّةُ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا وَ أَشْهَدُ
أَنِّي بِكُمْ مُؤْمِنٌ وَ بِإِيَابِكُمْ مُوقِنٌ بِشَرَائِعِ دِينِي وَ خَوَاتِيمِ عَمَلِي وَ قَلْبِي

لِقَلْبِكُمْ سِلْمٌ، وَ أَمْرِي لِأَمْرِكُمْ مُتَّبِعٌ، وَ نُصْرَتِي لَكُمْ مُعَدَّةٌ، حَتَّى يَأْذَنَ اللهُ لَكُمْ فَمَعَكُمْ مَعَكُمْ لَا مَعَ عَدُوِّكُمْ، صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَ عَلَى أَرْوَاحِكُمْ وَ أَجْسَادِكُمْ وَ شَاهِدِكُمْ وَ غَائِبِكُمْ وَ ظَاهِرِكُمْ وَ بَاطِنِكُمْ، آمِينَ رَبَّ الْعَالَمِينَ (وَ تُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَ تَدْعُو بِمَا أَحْبَبْتَ وَ تَنْصَرِفُ) -

صفوان نے کہا کہ میرے مولا امام صادقؑ نے زیارت اربعین کے بارے میں مجھ سے فرمایا کہ جب دن کا کچھ حصہ گزر جائے اور سورج نکل آئے تو کہو: آپ پر سلام ہو اے اللہ کے ولی اور اسکے حبیب، سلام ہو آپ پر اے خدا کے پسندیدہ اور اس کے پسندیدہ کے فرزند، سلام ہو حسینؑ پر جو مظلوم شہید کیے گئے، سلام ہو حسینؑ پر جو مشکلوں میں پڑے اور انکی شہادت پر آنسو بہائے گئے، اے خداوندا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ تیرے ولی اور تیرے ولی کے فرزند تیرے پسندیدہ اور تیرے پسندیدہ کے فرزند ہیں، جنہوں نے عزت پائی اور تونے انہیں شہادت کے ساتھ عزت دی اور انکو خوش بختی نصیب کی اور انہیں پاک گھرانے میں پیدا کیا، تو نے قرار دیا انہیں سرداروں میں سردار، پیشواؤں میں پیشوا، مجاہدوں میں مجاہد اور انہیں انبیاء کا وارث قرار دیا اور ان کو اوصیاء میں سے اپنی مخلوقات پر حجت؛ انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کیا بہترین خیر خواہی کی اور تیری خاطر اپنی جان قربان کی تا کہ تیرے بندوں کو نجات دلائیں نادانی و گمراہی کی پریشانیوں سے، جب کہ ان پر ان لوگوں نے ظلم کیا، جنہیں دنیا نے مغرور بنا دیا تھا، جنہوں نے اپنی جانیں معمولی چیز کے بدلہ بیچ دیں اور اپنی آخرت کے لئے گھاٹے کا سودا کیا، انہوں نے سرکشی کی اور لالچ کے لئے چل پڑے؛ انہوں نے تجھے غضب ناک اور تیرے نبیؐ کو ناراض کیا، انہوں نے

تیرے بندوں میں سے انکی بات مانی جو ضدی اور بے ایمان تھے، وہ لوگ اپنے گناہوں کا بوجھ لے کر جہنم کی طرف چلے گئے۔

حسینؑ ان سے تیری راہ میں لڑے جم کر ہوش مندی کیساتھ، یہاں تک کہ تیری فرمانبرداری کرنے پر انکا خون بہایا گیا اور انکے اہل حرم کو لوٹا گیا۔

اے معبود! لعنت کر ان ظالموں پر سختی کے ساتھ اور عذاب دے ان کو درد ناک عذاب، آپ پر سلام ہو اے رسولؐ کے فرزند، آپ پر سلام ہو اے سردار اوصیاء کے فرزند، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے امین اور اسکے امین کے فرزند ہیں، آپ نیک بختی میں زندہ رہے۔

قابل تعریف حال میں گزرے اور وفات پائی، وطن سے دور آپ ستم زدہ شہید ہوئے، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا آپ کو جزا دے گا جس کا اس نے وعدہ کیا، اور اسکو تباہ کریگا جس نے آپکا ساتھ چھوڑا، اسکو عذاب دیگا جس نے آپ کو قتل کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے خدا کی دی ہوئی ذمہ داری نبھائی، آپ نے اسکی راہ میں جہاد کیا، حتی کہ شہید ہو گئے، خدا لعنت کرے اس پر جس نے آپ کو قتل کیا، خدا لعنت کرے اس پر جس نے آپ پر ظلم کیا، اور خدا لعنت کرے اس قوم پر جس نے یہ واقعہ شہادت سنا تو اس پر خوشی ظاہر کی اور راضی ہوئے؛ اے معبود میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ ان کے دوست کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں؛ میرے ماں باپ قربان آپ پر اے فرزند رسول خداؐ؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نور کی شکل میں صاحب عزت اصلاب میں رہے اور پاکیزہ رحموں میں سکونت کے حامل رہے، جنہیں جاہلیت نے اپنی نجاست سے آلودہ نہ کیا اور نہ ہی اس نے اپنے خراب اور

نجس لباس آپ کو پہنائے؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ دین کے ستون ہیں، مسلمانوں کے سردار ہیں اور مؤمنوں کی پناہ گاہ ہیں؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امام ہیں؛ نیک، پرہیزگار، پسندیدہ، پاک، رہبر اور راہ یافتہ ہیں؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو امام آپ کی اولاد میں سے ہیں وہ پرہیزگاری کے ترجمان، ہدایت کے نشان، محکم تر سلسلہ اور دنیا والوں پر خدا کی دلیل و حجت ہیں؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا اور آپ کے بزرگوں کا ماننے والا، اپنے دینی احکام اور عمل کی جزا پر یقین رکھنے والا ہوں؛ میرا دل آپ کے دل کے ساتھ پیوستہ، میرا معاملہ آپ کے معاملہ کے تابع اور میری مدد آپ کے لئے حاضر ہے؛ حتیٰ کہ خدا آپ کو اذن قیام دے، میں آپ کے ساتھ ہوں، صرف آپ کے ساتھ، نہ کہ آپکے دشمن کے ساتھ؛ خدا کی رحمتیں ہوں آپ پر آپ کی پاک روحوں پر؛ آپ کے جسموں پر، آپ کے حاضر پر، آپ کے غائب پر، آپ کے ظاہر اور آپ کے باطن پر، ایسا ہی ہو (اے) جہانوں کے پروردگار۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھو اور اپنی حاجات کو خداوند سے طلب کرو اور واپس آجاؤ۔[1]

زیارتِ امام حسین علیہ السلام کے فائدے:

عقل انسانی کا تقاضہ ہے کہ جو کام بھی انجام دیا جائے اس کے فوائد پر بھی نظر رکھنا ضروری ہے، جب انسان چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی فائدوں کو پیش نظر رکھتا ہے تو اتنا عظیم کام جس کو زیارت حسین ابن علی علیہما السلام کہا جاتا ہے، اس کے فائدوں پر نظر رکھنا کتنا ضروری ہے! آئیے روایات کی روشنی میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے فائدوں کو دیکھتے ہیں، روایت اس انداز سے بیان ہوئی ہے:"

[1] ۔ شیخ طوسی، محمد بن حسن، تہذیب الأحکام، ج۶، ص۱۱۳، تحقیق: خرسان، حسن موسوی، اشاعت چہارم، دار الکتب الإسلامیہ۔

عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ فِي حَدِيثٍ قَالَ: وَ مَنْ زَارَ قَبْرَ ٱلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ عَارِفاً بِحَقِّهِ كَتَبَ اللهُ لَهُ ثَوَابَ أَلْفِ حَجَّةٍ مَقْبُولَةٍ وَ غَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ"۔

مولا امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جس نے قبر حسین علیہ السلام کی مکمل معرفت کے ساتھ زیارت کی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے لئے ہزار قبول شدہ حج کا ثواب لکھتا ہے اور جو کچھ بھی اس سے گناہ ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں، ان سب کو معاف کر دیتا ہے۔

ابان بن تغلب روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن صبح کے وقت حضرت امام صادق علیہ السلام کے بیت الشرف میں حاضر ہوا، چند افراد کو دیکھا جو مولاؑ کی زیارت سے لوٹ رہے تھے، میں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی اس شکل و شمائل کے افراد نہیں دیکھے تھے، پھر وہ لوگ یکایک پورے سکون و وقار کے ساتھ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے گویا ان کو زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا؛ خیر... جب میں حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا تو جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس کے بارے میں امامؑ سے کہا، مولاؑ یہ میں نے کیا دیکھا اور یہ سب کیا تھا؟ کیا وہ فرشتے تھے؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں! وہ فرشتے تھے جو میری زیارت کے لئے آئے تھے، اب وہ قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے گئے ہیں۔[1]

ہمارا عقیدہ ہے کہ جب امام ہمیں بلائیں گے تبھی جائیں گے لیکن ہم اپنی آمادگی کا بھی تو اندازہ دکھائیں، ہم اپنی چاہت کا بھی تو اظہار کریں! ہماری تیاری بھی تو نظر آنی

---

[1] ۔ معجزات و کرامات، اظہر حسین اظہری، ص ۳۱۲۔

چاہئے !کم از کم مقدمہ کے طور پر پاسپورٹ تو بنائیں !تاکہ مولا کو اندازہ ہو کہ یہ ہماری بارگاہ میں آنا چاہتا ہے !فرض کیجئے کہ ہم زیارت پر نہ جاسکے تو اتنا تو رہے گا کہ آنے کے لئے پاسپورٹ بنایا تھا!کچھ تو پیسہ اکٹھا کریں جس سے لگے کہ جانے کی تیاری تھی !، حضرات گرامی قدر !ہمارے پاسپورٹ امام نہیں بنائیں گے ،امام ہمیں بلائیں گے مگر ہماری تیاری بھی ہونا چاہئے ، حضرات ! ایک صاحب کے پاس فون آیا کہ ہماری کمپنی آپ کو دعوت دے رہی ہے، آپ دو دن میں تیار ہو کر دوبئی آجائیں، سامنے والے نے کہا کہ بھائی اتنی جلدی نہیں ہو سکتا، ابھی تو میرے پاس پاسپورٹ بھی نہیں ہے !، اس سے اندازہ ہوا ناں، ممکن ہے کہ امام ہمیں اگلے مہینہ بلانا چاہتے ہوں لیکن ہماری خاموشی، لاپرواہی، اطمینان جیسی چیزوں سے احساس ہوتا ہے کہ ہم کتنا شوق رکھتے ہیں۔

دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ کربلا وہی جاتا ہے جسے حسینؑ کی ماں بلاتی ہے؛ بالکل صحیح، میں اس بات کو قبول کرتا ہوں، ایسا ہی ہوتا ہے، مگر یہ بھی آپ ہماری بات کو قبول کریں کربلا بلانے پر نہیں جاتے بلکہ بن بلائے ہوئے بھی جاتے ہیں؛ دلیل کیا ہے ؟ دلیل یہ ہے کہ کربلا کے اندر بم بلاسٹ ہوا، بم بلاسٹ کرنے والوں کو کس نے بلایا؟ کربلا کے اندر روزوں پہ چوری بھی ہوتی ہے، ان چوروں کو کس نے بلایا؟ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ کربلا بن بلائے ہوئے بھی جاتے ہیں؛ کیسے پتہ چلے کہ کس کو امامؑ نے بلایا اور کون بن بلائے پہنچا؟ اس کی ایک پہچان بتاتا ہوں، دیکھئے دنیا میں ہر چیز کا تھرما میٹر ہے، دودھ میں پانی مل جائے یا ملا دیا جائے تو تھرما میٹر بتا دیتا ہے کہ کتنا پانی ہے کتنا دودھ ہے؛ لیکن ایک ایسا تھرما میٹر بھی ہے جس سے دوسرے کو نہیں بلکہ خود کو

آزمایا جاتا ہے، یہ تھرمامیٹر اپنی جانچ کے لئے ہے، یہ بہت خاص بات ہے اس کو تحفہ سمجھ لیجئے، وہ تھرمامیٹر یہ ہے کہ جب ہم کربلا گئے تو ہمیں پتہ ہے ہم کیا ہیں، کتنے سچے ہیں، کتنے اچھے ہیں، ہاں ہر آدمی اپنے بارے میں خوب جانتا ہے، جب ہم کربلا گئے تو طواف کیا، اس طواف کا کیا فائدہ ہے؟ حدیث میں آیا ہے اس طواف کا فائدہ یہ ہے کہ جب تم طواف کر کے لوٹتے ہو تو ایسے ہو جاتے ہو جیسے ماں کے پیٹ سے ابھی ابھی پیدا ہوئے ہو یعنی بالکل پاک صاف ہو جاتے ہیں؛ یہی دلیل ہے کہ کون بلانے سے گیا اور کون بن بلائے گیا، واپس آنے کے بعد اگر سدھر گیا، نیک ہو گیا، اچھا ہو گیا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے امامؑ نے بلایا تھا اور اگر ویسا ہی رہا جیسا پہلے تھا، بلکہ اس سے بھی زیادہ بری حرکتیں کرنے لگا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو امامؑ نے نہیں بلایا تھا بلکہ بغیر بلائے گیا تھا۔

حدیث کے مطابق امام نے زائر کو پاک کر دیا، وہ ایسا ہو گیا جیسے ابھی ابھی پیدا ہوا ہو، امامؑ نے اسے گناہوں سے پاک کر دیا؛ میں روز مرّہ کی مثال سے سمجھاتا ہوں، جب ایک ماں اپنے بچہ کے میلے لباس کو دھلتی ہے تو یہ کہتی ہے کہ بیٹا تم کتنے کپڑے گندے کر لیتے ہو! چلو اب تو دھوئے دے رہی ہوں لیکن آئندہ تھوڑا سا صفائی کا خیال رکھنا، اتنا گندا نہ کیا کرو؛ عزیزو! جب ہم کربلا سے اپنے گھر کے لئے نکلتے ہیں تو ایک آواز آتی ہے: اے میرے زائر! ہم نے تجھے پاک کر دیا ہے، پاک رہنے کی شرط یہ ہے کہ آئندہ اپنے آپ کو گندا نہ کرنا۔

دوستو! ہم نے زندگی میں دیکھا ہے کہ جب انسان پاک صاف کپڑے پہن لیتا ہے، خاص طور سے جب سفید کپڑے پہن لیتا ہے تو اپنی گاڑی پر بھی بیٹھتے ہوئے

گاڑی کو صاف کرتا ہے، کہیں گاڑی پر دھول نہ ہو، کہیں کپڑے خاک آلود نہ ہو جائیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کا لباس میلا ہوتا ہے تو اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی، کہیں بھی بیٹھ جاتا ہے، اگر لباس پاک صاف ہوتا ہے تو ہر جگہ نہیں بیٹھتا ؛یہی حال زیات کا ہے، زیارت سے پہلے ہم گندے کپڑوں میں تھے جہاں بھی چاہا بیٹھ گئے، مگر جب زیارت کر کے واپس آ گئے تو اب گندے کپڑے نہیں ہیں بلکہ امام نے پاک کر دیا ہے، اب اپنے ضمیر کو، اپنے نفس کو گندا نہیں کرنا ہے۔

اگر زیارت کے بعد بھی وہی حالت رہی تو کہنا پڑے گا "ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ " میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ نفس کو پاک رکھنا تھا لیکن میں نے اسے سنبھال کر نہیں رکھا، ایک زائر حسینؑ کو لطفِ امام، کرمِ امام اور عطائے امام کا احساس کرتے ہوئے زندگی گزارنا چاہیئے۔

کربلا سے لوٹنے والا بہت ساری چیزیں اپنے ساتھ لے کر آتا ہے، مومنین کو دینے کے لئے، عزیز و اقارب کو دینے کے لئے، بیگ بھرے ہوئے ہوتے ہیں، کتنا سامان لے کر آتا ہے؟ یہ اتنا زیادہ وزن آنے کے دو دن بعد ہی ختم ہو جاتا ہے لیکن امام حسین علیہ السلام کی عطا کردہ قیمتی شیئے وہ توفیقات، وہ سچائی، وہ نیکیاں، وہ عبادتیں، کہیں یہ تمام چیزیں بھی ہمارے بیگ خالی ہونے کے ساتھ ساتھ ختم نہ ہو جائیں! اس کا بہت خیال رکھنا ضروری ہے۔

بیگ والی چیزیں تو ہم دنیا کی مارکیٹ سے بھی خرید سکتے ہیں لیکن جو چیزیں حسینؑ کی بارگاہ سے عطا ہوئی ہیں وہ دنیا کی کسی بھی جگہ سے دستیاب نہیں ہو سکتیں؛ لہٰذا ان چیزوں کو بہت سنبھال کر رکھنے کی ضرورت ہے۔

جو چیزیں ہم ساتھ لے کر آئے تھے ان میں سے کچھ چیزیں بہت مقدس ہیں مثلاً رومال مس کر لیا، تسبیح مس کر لی، لوگ کفن لے کے مس کرتے ہیں، آپ اندازہ لگائیں کہ مس ہونے والی چیزوں کی اتنی زیادہ اہمیت ہوجاتی ہے! جب کوئی ملنے کے لئے آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ ہمارے لئے خاص چیز کیا لائے؟ اگر زائر اس کے سامنے پستے بادام رکھ دے تو وہ کہے گا یہ سب چیزیں تو یہاں تو بھی ملتی ہیں، کچھ خاص چیز دیجئے!۔

لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ یہ رومال لیکر آیا ہوں ضریح مولا حسینؑ سے مس کر کے، ضریح مولا عباسؑ سے مس کر کے، آنے والا اس کو احترام سے لیتا ہے، سینے سے لگا لیتا ہے، خوش ہوجاتا ہے، یہ فضیلت ہے صرف مس ہونے کی؛ یہ جو رومال مس ہوکر آیا ہے اس سے کوئی ناک بھی صاف نہیں کرتا، اس سے کوئی پسینہ نہیں پوچھتا، اسے تبرک سمجھ کر احترام سے رکھتا ہے؛ اے میرے دوستو! ضریح سے مس ہونے والے رومال کا مرتبہ تو سمجھتے ہیں لیکن ایک لمحہ کے لئے یہ بھی تو سوچیں کہ جو زائر زیارت کر کے آیا ہے اس نے اپنے ہاتھوں کو بھی ضریح سے مس کیا ہے، اپنے ہونٹوں کو بھی مس کیا ہے، اپنے بدن کو بھی مس کیا ہے، اگر تمہارا مس کردہ رومال اتنا محترم ہوگیا تو تم خود کتنے محترم ہوئے! لمحہ فکریہ ہے!۔

قارئین محترم! جو چیز مس کر کے لائی جائے، وہ شفا دیتی ہے، برکت کا سبب ہے، راحت کا باعث ہے، خاص طور سے جو چیز ان سے مس ہوجائے یقیناً شفا دیتی ہے، جب فطرس کو مس کرنے کی وجہ سے بال و پر مل سکتے ہیں تو مومنین کو شفا کیوں نہیں مل سکتی! یہ چیزیں کیسے شفا دینے لگیں؟ کیونکہ یہ حسینؑ سے منسوب ہوگئیں؛ اگر یہ

چیزیں ذرا سا مس ہونے کی وجہ سے شفا دینے لگتی ہیں، ہم اتنے عرصہ سے حسینؑ سے منسوب ہیں تو آخر یہ صلاحیت ہمارے اندر کیوں نہیں ہے؟ میرے عزیزو! ایسا نہیں ہے، یہ صلاحیت ہر ایک عزادار، مومن، محب اور شیعہ میں موجود ہے؛ حقیقت میں بات یہ ہے کہ جو چیزیں شفا دیتی ہیں وہ انہی کی ہو کے رہ جاتی ہیں، منبر آیا تو انہی کے پاس رہ گیا، پھریرا آیا تو انہی کے پاس رہ گیا، لکڑی آئی تو انہی کے پاس رہ گئی، جو چیز ان کی ہو کے رہ جائے وہ شفا دیتی ہے؛ یقین نہ ہو تو جا کر دیکھ لیجئے، حر شب عاشور سے پہلے کچھ اور تھا مگر جیسے ہی حسین علیہ السلام کا ہو گیا آج تک شفا دے رہا ہے۔

قارئین کرام! اگر کوئی کسی سے ملنے جاتا ہے تو تحفے لے کر جاتا ہے، ہم حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں جا رہے ہیں تو کیا لے کر جا رہے ہیں؟ خدا کی قسم! انہیں کھجور، کپڑے، عطر ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں ہے؛ امام حسینؑ کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے تقویٰ، پرہیزگاری، سچائی، پیار، صلہ رحم؛ ہم کسی کے گھر جاتے ہیں تو پاک صاف ہو کے جاتے ہیں، اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہے کہ ظاہری لباس بہت خوبصورت زیب تن کر کے جاتے ہیں، لیکن یہ یاد رہے کہ امام کی بارگاہ میں لباس کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ لباسِ تقویٰ کی اہمیت ہے؛ امامؑ کی بارگاہ میں جا رہے ہو تو یہ خیال رہنا چاہئے کہ کتنا پاک صاف ہو کر جانا چاہئے!۔

اگر ہم کسی سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو وہ ہماری خاطر مدارات کرتا ہے؛ چائے پی لیجئے، کھانا کھا لیجئے، اپنے اعتبار سے جو اس کی صلاحیت ہو خدمت کرتا ہے؛ اگر ہم مولا حسینؑ سے ملنے جا رہے ہیں تو امامؑ ہمارے لئے کیا کیا اہتمام کرتے ہوں گے! ہمارے لئے کیا کیا تحفے تحائف رکھے ہوں گے!۔

قارئین کرام! پہلا تحفہ جو امامؑ کی بارگاہ سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ زائر حسینؑ برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے؛ پہلے تو خود کو برا بھلا کہتا ہے تجھے اتنی باعظمت جگہ کب کا آجانا چاہئے تھا، تو نے تاخیر کی، اس کے بعد یہ ارادہ کرتا ہے کہ جانے کے بعد میں سب گھر والوں کو زیارت کراؤں گا، یہ دوسرا تحفہ۔

پھر دل یہ کہتا ہے کہ میری گزری ہوئی زندگی پہ لعنت، اب میں ایسے زندگی نہیں گزاروں گا، یہ امام کی بارگاہ سے عطاشدہ تیسرا تحفہ۔ انسان روح کی تمام بیماریوں سے شفا پاکر صحت حاصل کرتے ہوئے لوٹتا ہے۔

ہم نے ہوائی جہاز کے سفر پر اکثر یہ دیکھا ہے کہ انسان جب کسی ملک کا سفر کرتا ہے، جب وہ ایئرپورٹ پر پہنچتا ہے اور بورڈنگ کارڈ لے کر آگے گزرنا چاہتا ہے تو اس سے یہ کہا جاتا ہے: جناب! آپ کے پاس چاقو، قینچی، لائٹر وغیرہ تو نہیں ہے؟ اگر آدمی سچ بول کر نکال کر دے دے تو غنیمت ہے لیکن اگر وہ چالاکی سے یہ سوچے کہ ان کو کیا پتہ! تو ایسی صورت میں جیسے وہ ممنوعہ اشیاء کو لے کے پہنچتا ہے فوراً مشین بول جاتی ہے، اس کے بیگ کو سائڈ میں رکھ دیا جاتا ہے، پوچھا جاتا ہے جناب! اس بیگ کے اندر کون سی ایسی چیز چھپا رکھی ہے جس کا لے جانا ممنوع ہے اور آپ چھپا کر لے جانا چارہے ہیں! ہوائی جہاز کا سفر کرنے جائیں گے تو آپ کی قینچی، چاقو، بلیڈ اور لائٹر وغیرہ سب کچھ نکال دیا جائے گا۔

اگر ان سے سوال کیا جائے کہ بھئی یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں آپ کیوں نکال رہے ہو؟ وہ جواب دیں گے یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں نہیں ہیں، چاقو سے آپ کسی پر حملہ کر کے اس کی جان لے سکتے ہیں، اس لائٹر سے آپ آگ لگا سکتے ہیں، اس قینچی سے آپ

کسی کا مرڈر کر سکتے ہیں؛ یہاں تک اتنی بات تو سمجھ میں آگئی کہ دنیا کے ہوائی جہاز کے چھوٹے چھوٹے سفر پر جاتے ہوئے بھی ان چیزوں کو نکال دیا جاتا ہے جو فساد کا سبب بن سکتی ہیں۔

کربلا سے رخصتی کے وقت امام بھی ہمیں ایسے تحفے دیتے ہیں جو معاشرے کی بہبودی کا سبب ہوں تباہی کا سبب نہ ہوں؛ اگر کسی کا مکان جل جائے تو مکان بن سکتا ہے، لیکن اگر کسی کی زندگی تباہ ہو جائے، کسی کو بری عادتوں کی لت لگ جائے تو اس کی اصلاح نہیں ہوتی۔ امام حسین علیہ السلام ہم سے وہ ساری چیزیں لے لیتے ہیں جو معاشرہ کی تباہی کا سبب ہوتی ہیں؛ جھوٹ تباہی کا سبب، غیبت تباہی کا سبب، شراب خوری تباہی کا سبب، زنا کاری تباہی کا سبب، یہ تمام برائیاں ختم کر دی جاتی ہیں؛ زائر بہت ہی پاک صاف ہو کر اپنے عزیز و اقارب کے پاس آتا ہے۔

قارئین کرام! کربلا صرف ٹائٹل لگانے کے لئے نہ جائیں، کربلا صرف سند اور تمغہ حاصل کرنے کے لئے نہ جائیں، خود نہ کہیں کہ میں زائر امام ہوں کیونکہ عطر لگانے والا کبھی نہیں کہتا کہ میں عطر لگائے ہوئے ہوں اس کی خوشبو بتا دیتی ہے کہ یہ عطر لگائے ہوئے ہے؛ واقعاً عطر عطر ہو تو ہر ایک گزرنے والا پوچھتا ہے کہ بھائی کہاں سے خریدا؟ ہم کربلا سے لوٹیں تو اخلاق کی خوشبو کچھ اس طرح سے مہکے کہ ہر آدمی پوچھنے لگے یہ خوشبو کہاں سے دستیاب ہوئی؟ اس وقت ہمیں کہنے کا حق ہے کہ یہ خوشبو فقط کربلا سے ملتی ہے، یہ در حسینؑ کی خوشبو ہے۔

❋ ❋ ❋

﴿مباہلہ کی تاریخ﴾

نصاریٰ کے اشراف کی ایک جماعت نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی غرض سے سفر شروع کیا، اس جماعت میں تین بزرگ افراد تھے جن میں سے ایک کا نام "عاقب" تھا جو ان لوگوں کا امیر تھا اور صایب الرائے بھی تھا؛ دوسر ے کا نام "عبدالمسیح" تھا جس سے وہ لوگ اپنی تمام مشکلات میں مدد لیتے تھے اور تیسرے شخص کا نام "ابوالحارثہ" تھا جو ان لوگوں کا عالم و پیشوا تھا؛ روم کے بادشاہوں نے اس کے لئے کئی گرجا گھر بنوائے تھے اور اس کے پاس تحفے تحائف بھیجتے تھے، بادشاہوں کے نزدیک وہ بہت بڑا عالم تھا، جب یہ سب لوگ حضرتؐ سے ملاقات کے لئے چلے تو ابوحارثہ خچر پر سوار تھا "کرز بن علقمہ" جو اس کا بھائی تھا وہ اس کے ساتھ چل رہا تھا اچانک ابوالحارثہ کے خچر کا پاؤں پھسلا، یہ دیکھ کر کرز نے رسول خداؐ کی مدح کی، ابوحارثہ نے کہا: خدا کی قسم یہ وہی پیغمبر ہے جس کا ہم انتظار کر رہے تھے! کرز نے کہا: تو پھر ان کا اتباع کیوں نہیں کرتے؟ وہ کہنے لگا: کیا تم نہیں جانتے ہو کہ گروہ نصاریٰ ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے؟ یہ لوگ ہمیں بزرگ مانتے ہیں! انہوں نے ہمیں بہت سا مال دے رکھا ہے، یہ ہماری عزت و توقیر کرتے ہیں، یہ لوگ پیغمبر اسلامؐ کی پیروی پہ راضی نہیں ہوں گے، اگر ہم ان لوگوں کی مخالفت کریں گے تو یہ لوگ دیا ہوا سارا مال و متاع ہم سے چھین لیں گے، کرز نے جب یہ سب سنا

تو ان باتوں کا دل پر اثر لے لیا اور جب یہ گروہ رسولؐ کی خدمت میں آیا تھا تو کرز مسلمان ہو گیا۔[1]

نجران کے نصاریٰ، عصر کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے؛ بہترین پوشاکیں پہنے ہوئے تھے، عربوں نے اتنے قیمتی لباس اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے، جب وہ لوگ حضرتؐ کی خدمت میں آئے اور سلام عرض کیا تو حضرتؐ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا، نہ ان سے کلام کیا، یہ لوگ عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس گئے کیونکہ ان دونوں سے ان کی پرانی جان پہچان تھی، ان لوگوں نے ان دونوں سے کہا: تمہارے پیغمبرؐ نے ہمیں خط لکھا ہے اور ہم ان کی دعوت پر یہاں آئے ہیں لیکن اب وہ ہمارے سلام کا جواب تک نہیں دے رہے ہیں! اور نہ ہم سے کلام کر رہے ہیں! یہ دونوں ان کو حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے اور ان لوگوں نے ساری بات بتائی، حضرت علی علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے انگوٹھیاں اور جسموں سے ریشمی کپڑے اتار دو نیز سادہ لباس پہن کر حضرتؐ کی خدمت میں جاؤ؛ انہوں نے ایسا ہی کیا، زیور وغیرہ اتار ڈالے اور سادہ لباس پہن کر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام عرض کیا تو حضرتؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: خدا کی قسم! جب پہلی دفعہ یہ لوگ میرے پاس آئے تھے تو شیطان ان کے ساتھ تھا، اسی لئے میں نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ اس کے بعد وہ آپؐ سے مسلسل سوال کرتے رہے اور سارا دن انہوں نے سرکار رسالت مآبؐ سے مناظرہ کیا۔

---

[1]۔ سیرت معصومین احسن المقال، ج۱، ص۱۲۱۔

نجران کے پادریوں نے رسولؐ کے ساتھ اپنے عقیدہ پر گفتگو کی اور اپنے موقف کو پیش کیا، اللہ کے رسولؐ نے انہیں بہت سی دلیلیں دیں جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۹ ارشاد ہوا: ” إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ " بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدمؑ جیسی ہے کہ اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا پھر حکم دیا کہ ہوجا سو وہ ہوگیا۔ اس کے بعد سورہ توحید کی تلاوت بھی فرمائی لیکن عیسائی اپنی ضد پر اڑے رہے اور اس منحرف عقیدہ سے باز نہیں آئے تو سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۱ میں بیان ہوا: ” فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ “(اے پیغمبر!) اس معاملہ میں تمہارے پاس صحیح علم آجانے کے بعد جو آپ سے کٹ حجتی کریں تو آپ ان سے کہیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں تم اپنے بیٹوں کو لاؤ، ہم اپنی عورتوں کو لائیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ، ہم اپنے نفسوں کو لائیں تم اپنے نفسوں کو لاؤ اور پھر مباہلہ کریں (بارگاہِ خدا میں دعا و التجا کریں) اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔ (یعنی ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو پھر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں)۔

قارئین کرام! عربی لغت میں ”مباہلہ“ عقیدہ کے مخالفین کے لئے اللہ سے عذاب کی درخواست کرنے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ بشریت میں سب سے پہلا

مباہلہ سرکارختمی مرتبتؐ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ کیا،کیونکہ عیسائیوں نے از خود یہ عقیدہ گھڑ رکھا تھا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔

روایت میں اس طرح آیا ہے:"وَ رُوِيَ أَنَّهُ لَمَّا دَعَاهُمْ إِلَى الْمُبَاهَلَةِ قَالُوا حَتَّى نَرْجِعَ وَ نَنْظُرَ فَلَمَّا تَخَالَوْا قَالُوا لِلْعَاقِبِ وَ كَانَ ذَا رَأْيِهِمْ يَا عَبْدَ الْمَسِيحِ مَا تَرَى فَقَالَ وَ اللهِ لَقَدْ عَرَفْتُمْ يَا مَعْشَرَ النَّصَارَى أَنَّ مُحَمَّداً نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَ لَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْفَصْلِ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكُمْ وَ اللهِ مَا بَاهَلَ قَوْمٌ نَبِيّاً قَطُّ فَعَاشَ كَبِيرُهُمْ وَ لاَ نَبَتَ صَغِيرُهُمْ وَ لَئِنْ فَعَلْتُمْ لَتَهْلِكُنَّ فَإِنْ أَبَيْتُمْ إِلاَّ إِلْفَ دِينِكُمْ وَ الْإِقَامَةَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ فَوَادِعُوا الرَّجُلَ وَ انْصَرِفُوا إِلَى بِلاَدِكُمْ فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ قَدْ غَدَا مُحْتَضِناً الْحُسَيْنَ آخِذاً بِيَدِ الْحَسَنِ وَ فَاطِمَةُ تَمْشِي خَلْفَهُ وَ عَلِيٌّ خَلْفَهَا وَ هُوَ يَقُولُ إِذَا أَنَا دَعَوْتُ فَأَمِّنُوا فَقَالَ أُسْقُفُ نَجْرَانَ يَا مَعْشَرَ النَّصَارَى إِنِّي لَأَرَى وُجُوهاً لَوْ شَاءَ اللهُ أَنْ يُزِيلَ جَبَلاً مِنْ مَكَانِهِ لَأَزَالَهُ بِهَا فَلاَ تُبَاهِلُوا فَتَهْلِكُوا وَ لاَ يَبْقَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ نَصْرَانِيٌّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالُوا يَا أَبَا الْقَاسِمِ! رَأَيْنَا أَنْ لاَ نُبَاهِلَكَ وَ أَنْ نُقِرَّكَ عَلَى دِينِكَ وَ نَثْبُتُ عَلَى دِينِنَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَإِذَا أَبَيْتُمُ الْمُبَاهَلَةَ فَأَسْلِمُوا يَكُنْ لَكُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَ عَلَيْكُمْ مَا عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا قَالَ فَإِنِّي أُنَاجِزُكُمْ فَقَالُوا مَا لَنَا بِحَرْبِ الْعَرَبِ طَاقَةٌ وَ لَكِنْ نُصَالِحُكَ عَلَى أَنْ لاَ تَغْزُونَا وَ لاَ تُخِيفَنَا وَ لاَ تَرُدَّنَا عَنْ دِينِنَا عَلَى أَنْ نُؤَدِّيَ إِلَيْكَ كُلَّ عَامٍ أَلْفَيْ حُلَّةٍ أَلْفاً فِي صَفَرٍ وَ أَلْفاً فِي رَجَبٍ وَ ثَلاَثِينَ دِرْعاً عَادِيَةً مِنْ حَدِيدٍ فَصَالَحَهُمْ عَلَى ذَلِكَ وَ قَالَ وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الْهَلاَكَ [الْعَذَابَ] قَدْ تَدَلَّى عَلَى أَهْلِ نَجْرَانَ وَ لَوْ

لاَعَنُوا لَمُسِخُوا قِرَدَۃً وَ خَنَازِيرَ وَ لَاضْطَرَمَ الْوَادِي عَلَيْهِمْ نَاراً وَ لَاسْتَأْصَلَ اللهُ نَجْرَانَ وَ أَهْلَهُ حَتَّى الطَّيْرِ عَلَى رُءُوسِ الشَّجَرِ وَ لَمَا حَالَ الْحَوْلُ عَلَى النَّصَارَى كُلِّهِمْ حَتَّى يَهْلِكُوا "جب یہ آیت (مباہلہ) نازل ہوئی تو یہ بات طے ہوئی کہ دوسرے روز دونوں مباہلہ کریں گے، نصاریٰ اپنی قیامگاہ پر واپس چلے گئے، وہاں جاکر ابوحارثہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: دیکھو! اگر محمدؐ اپنے اہل بیت کو لے کر آئیں توان سے مباہلہ نہ کرنا لیکن اگر اصحاب کے ساتھ آئیں تو مباہلہ کرسکتے ہو؛صبح کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کے گھر تشریف لائے، آپؐ نے امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا، امام حسینؑ کو گود میں لیا، امیر المومنین علی علیہ السلام آپؐ کے پیچھے پیچھے اور جناب امیر اور رسول کریم کے درمیان جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا تھیں؛ اس طرح آپؐ مدینہ سے مباہلہ کے لئے نکلے جب نصاریٰ نے ان بزرگ ہستیوں کا آتے ہوئے دیکھا تو ابوحارثہ نے پوچھا: کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا: جو سب سے پیچھے ہیں وہ ان کے چچازاد بھائی اور ان کی بیٹی کے شوہر ہیں جو ان کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ محبوب شخص ہیں؛ ان کے علاوہ ان کے دونوں بچے ان کی دختر کے فرزند ہیں، ایک خاتون ہے جو ان کی بیٹی فاطمہ ہے یہ ان کے نزدیک عزیز ترین خلق ہے۔آپؐ نے فرمایا: "جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا"۔اس وقت اسقف (نجران کا بزرگ پادری) بولا: اے قومِ نصاریٰ! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ اللہ سے دعا کریں تو وہ پہاڑ کو بھی اپنی جگہ سے ہٹادے۔ خبردار! ان مباہلہ نہ کرنا، ورنہ تم سب ہلاک ہوجاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔

چنانچہ انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! ہم سے مباہلہ کرنے سے درگزر کیجئے اور ہم سے اس چیز پر صلح کر لیجئے کہ جس کے ادا کرنے کی ہم قوت رکھتے ہوں! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مصالحت اس شرط پہ کی کہ وہ ہر سال ایسے دو ہزار حلّے جن میں سے ہر حلّہ کی قیمت ۴۰ درہم ہوگی اور مسلمانوں کو کوئی جنگ پیش ہوئی تو وہ لوگ ۳۰ زرہیں، ۳۰ نیزے اور ۳۰ گھوڑے عاریتاً دیں گے؛ حضرتؐ نے صلحہ نامہ تحریر کیا، اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔[۱]

نصاریٰ کے چلے جانے کے بعد آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے، اہل نجران کی ہلاکت قریب آچکی تھی، اگر وہ لوگ ہم سے مباہلہ کرتے تو یقیناً سب بندروں اور خنزیروں کی صورت میں مسخ کردیئے جاتے، یہ پوری وادی ان کے لئے آگ سے بھر جاتی اور وہ سب جل کر خاک ہو جاتے، خداوند متعال نجران اور تمام اہل نجران کو ہلاک کر دیتا یہاں تک کہ درختوں پر ایک پرندہ بھی باقی نہ رہتا، اس وقت تو عاقب واپس چلے گئے تھے لیکن تھوڑے دنوں کے بعد واپس آئے اور مسلمان ہو گئے۔[۲]

مباہلہ سچے اور جھوٹوں کا مقابلہ ہے تو پھر سچے لوگ کون ہیں؟ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۹ میں ارشاد ہوا: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ" اے صاحبان ایمان!، تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

---

[۱] ۔کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، ج۱، ص ۲۳۴۔

[۲] ۔کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ، ج۱، ص ۲۳۳۔

اس آیت میں سچے لوگوں سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس کا جواب کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، قران میں مباہلہ والی آیت نے جھوٹوں پہ لعنت کی ہے، اس آیت نے واضح کر دیا کہ سچے کون ہیں!، سورہ آل عمران کی آیت ۶۱ میں ارشاد خداوندی ہوا: " فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَ أَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ "اگر علم کے آجانے کے بعد بھی کوئی آپؐ سے اس بات میں بحث و مباحثہ یا جھگڑا کرے تو آپؐ اُس سے کہیں کہ اچھا آؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں، تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی جانوں (نفسوں) کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو بلاؤ۔ اس کے بعد ہم سب خدا سے التجا کریں کہ جو جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت ہو، اس آیت سے واضح ہو گیا کہ پنجتن پاک سچے ہیں۔

مباہلہ کا منظر:

مباہلہ میں جانے کی ترتیب کیا ہے؟ جو ترتیب آیت میں ہے، وہی ترتیب جانے میں ہے، پہلے تو رسولؐ کے ساتھ ابنائے رسولؐ ہیں، ان کے پیچھے نسائنا میں فاطمہ زہراؑ ہیں ان کے پیچھے انفسنا کی جگہ حضرت علی علیہ السلام ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حسن وحسین، ان کے پیچھے شہزادی فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا اور ان کے پیچھے علی علیہ السلام۔

۲۴ ذی الحجہ کی ہی وہ تاریخ ہے جس میں رسالت مآبؐ نے اپنے اہل بیت کو کساء یمانی میں جمع کیا تھا؛ دن میں مباہلہ کے لئے گئے اور اسی دن کی شام میں حدیث کساء

کا واقعہ پیش آیا، یہی وہ تاریخ تھی یعنی ۲۴ ذی الحجہ میں ہی علی علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے اور حالت رکوع میں آپ نے زکات دی اور آیت نازل ہوئی۔ صرف سن میں فرق ہے لیکن تاریخ وہی ۲۴ ذی الحجہ ہے۔

علم کے آجانے کے بعد بھی اگر آپؐ سے بحث و مباحثہ اور جھگڑا کریں، اس کا کیا مطلب ؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم علم کی شکل میں نازل ہوا ہے، اس کے ہوتے ہوئے اس کی دلیلوں کے بعد بھی وہ نہ مانیں تو پھر آپ کہیں کہ تم اپنے بیٹوں کو لاؤ میں اپنے بیٹوں کو لاتا ہوں۔

یہاں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جہاں قرآن کریم سے مسئلہ حل نہ ہو وہاں اہل بیت کی ضرورت پیش آتی ہے اب سمجھ میں آیا ناں کہ قرآن کریم سے تمام مسائل حل نہیں ہوسکتے، مباہلہ قرآن کے ذریعہ حل ہونے والا نہیں ہے بلکہ یہ معمہ اہل بیت کے ذریعہ ہی حل ہوگا۔

"نَدْعُ" ہم بلاتے ہیں اپنے بچوں کو، مباہلہ میں رسول نے حسن، حسین، فاطمہ اور علی کو بلایا انہی کے ذریعہ مباہلہ کامیاب ہوا؛ خیبر میں بھی مشکل پیش آئی، مباہلہ میں تو رسولؐ نے اپنے سارے اہلبیت کو بلایا تھا لیکن خیبر میں حکم الٰہی کے تحت صرف علیؑ کو بلایا؛ علیؑ آئے اور آپؐ نے خیبر کو فتح کیا، مباہلہ میں رسولؐ نے بلایا تو مباہلہ کامیاب ہوا، خیبر میں بلایا تو یہاں بھی کامیابی ملی بس فرق یہ ہے کہ مباہلہ فاطمہ نے کامیاب کیا، خیبر علیؑ نے کامیاب کیا۔

"نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَاَبْنَآئَکُمْ وَنِسَآئَنَا وَنِسَآئَکُمْ "اس آیت میں نساء کا معنی عورت نہیں بلکہ بیٹی ہے، اس کی دلیل کیا ہے ؟ جب بھی ابناء کے ساتھ نساء استعمال

ہو تو نساء سے مراد بیٹی ہی ہوگی مثال سورہ بقرہ آیت نمبر ۴۹ میں ملاحظہ کیجئے: "وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ "اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو فرعونیوں کی غلامی سے نجات دی جو تمہیں سخت تکلیفیں دیتے تھے، تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اُس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔

مباہلہ والی آیت میں جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں لیکن رسول ایک ایک کو لے کر آئے ہیں، نفس کی جگہ ایک علیؑ کو لے آئے، نساء کی جگہ ایک فاطمہ زہراؑ کو لے آئے؛ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی ایک شخصیت صرف ایک شخصیت میں محدود نہیں ہوتی بلکہ ایک شخصیت بھی ایک امت ہوتی ہے، سورہ نحل آیت نمبر ۱۲۰ میں ارشاد پروردگار عالم ہو رہا ہے: "إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ" حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم (اپنی ذات میں خود) ایک پوری امت تھے وہ خالص اللہ کی اطاعت کرنے والے، اسی سے لَو لگانے والے، غلط راستوں سے بچ کر صرف اللہ کی طرف دیکھنے والے اور وہ تو کبھی مشرک تھے ہی نہیں!۔

"نِسَائَنَا" جمع کا صیغہ ہے یعنی کم سے کم تین، یہ مسئلہ کیسے حل ہو؟ آئیے خود انہی حضرات سے سوال کریں، یا رسول اللہ! آپ تنہا آئے ہیں؟ آپؐ جواب دیں گے میں اپنی بیٹی اور اپنے داماد کے ساتھ آیا ہوں تو اکیلا کہاں ہوا! امیر المومنین علی علیہ السلام سے پوچھیں سرکار آپ اکیلے آئے ہیں؟ آپؑ جواب دیں گے میں اکیلا نہیں آیا

بلکہ اپنی شریک حیات صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا اور اپنے ابن عم رسول اکرمؐ کے ساتھ آیا ہوں تو اکیلا کہاں رہا! امام حسن وامام حسین سے سوال کریں کہ کیا آپ اکیلے آئے ہیں؟ وہ جواب دیں گے ہم اپنے نانان جان، بابا جان اور مادر گرامی کے ساتھ آئے ہیں! اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی اکیلا نہیں رہا۔

جو ترتیب آیت میں آئی ہے اسی ترتیب سے اہل بیت کا سفر مباہلہ بھی رہا، رسول خداؐ نے اپنے بیٹے حسینؑ کو گود میں لیا، حسن اپنے نانا جان کی انگلی پکڑے ہوئے یعنی رسالت کے آگے امامت، ان کے پیچھے بی بی فاطمہ زہرا یعنی عصمت کبریٰ اور ان کے پیچھے پھر امامت چل رہی تھی؛ سامنے رسالت تھی اور پیچھے امامت تھی گویا یہ بی بی کے پردہ کا ایک اہتمام بھی تھا اور دنیا کو یہ بتانا تھا کہ آگے سے کوئی دیکھے تو رسالت پر نظر پڑے، پیچھے سے کوئی دیکھے تو امامت پر نظر پڑے اور اس طرح سے عصمت مآب بی بی گھر سے نکلنے کے باوجود نقوش قدم تک نہ ملے اس لئے کہ رسالتمآب کے قدموں پہ قدم زہرا سلام اللہ علیہا کا تھا اور شہزادی کے قدموں پہ قدم امیر المومنینؑ کا تھا۔

سچے کون لوگ ہیں؟ یہ تو واضح ہو گیا، آیت آئی اور سچ کو واضح کر دیا لیکن جھوٹے کون ہیں؟ یہ واضح نہیں ہو پایا! وارثان قرآن لعنت کا ہار لیکر آگے بڑھے، جھوٹوں کی تلاش تھی، کہتے ہیں کہ بی بی دربار میں حق لینے گئیں تو میں کہتا ہوں کہ کچھ لینے بھی گئیں اور کچھ دینے بھی گئیں، کیا کیا جائے کہ یہ ہستیاں ہی ایسی ہیں کہ ہمیشہ دوسروں کو عطا کرنے والی ہی ہیں، دربار میں شہزادی کیا لینے گئی تھیں؟ جو کچھ بھی لینے گئی تھیں وہ

تو نہیں ملا! مگر بی بی نے جھوٹوں تک لعنت والی آیت پہنچا کر انہیں لعنت کا ہار ضرور پہنا دیا۔

علی علیہ السلام کے لئے مباہلہ والی آیت اپنے بیٹے عباس کو مانگنے کا سبب قرار پایا، قارئین کرام! انسان اللہ کی بارگاہ میں اولاد کی دعا کب کرتا ہے؟ جب اولاد نہ ہو اس وقت اولاد کی دعا کرتا ہے لیکن اگر اولاد میں دو دو امام موجود ہوں تو اسے اولاد کی دعا کرنے کی کیا ضرورت! وہ بھی اتنی شدّت کے ساتھ! آخر حسن و حسین جیسے لخت جگر ہوتے ہوئے مولائے کائناتؑ نے عباس کی دعا کیوں کی؟۔

اس کو مثال کے ذریعہ سمجھاتا ہوں، مثلاً آپ کے پاس ایک موبائل ہے، وہ موبائل آپ کے بڑے بھائی کو پسند آجائے، آپ وہ موبائل اپنے بھائی کو دے دیتے ہیں، لیکن موبائل دینے کے بعد آپ خاموش نہیں رہیں گے بلکہ فوری طور پہ کوشش کریں گے کہ ایک دوسرا موبائل میرے پاس آجائے؛ میرے خیال سے بات سمجھ میں آگئی ہوگی تو یہ بھی سمجھ لیجئے کہ مباہلہ میں بیٹوں کی ضرورت تھی تو رسول کریم حسن و حسین علیہما السلام کو لے گئے، آیت نے کہا: تم اپنے بیٹے لاؤ ہم اپنے بیٹے لاتے ہیں، آپ خود بھی تو زیارت میں پڑھتے ہیں "السلام علیک یا ابن رسول اللہ"۔

ظاہر سی بات ہے اب وہ دونوں (حسن و حسین علیہما السلام) رسول کریم کے بیٹے ہو چکے ہیں لہٰذا مولائے کائناتؑ نے اللہ سے التجا کی کہ جیسے میں نے رسولؐ کی مدد کی، میرے پاس بھی ایک ایسا بیٹا ہو جو رسولؐ کے بیٹوں کی مدد کر سکے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہارون نے دریافت کیا تھا کہ تم کیسے ذریت پیغمبر کہلاتے ہو؟ حالانکہ ہمارے پیغمبر کی کوئی نسل نہیں ہے کیونکہ نسل بیٹوں سے ہوا کرتی

ہے نہ کہ بیٹیوں سے اور تم بیٹی کی اولاد ہو، آپؑ نے فرمایا: خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے: "وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ، وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ" پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو سیدھا راستہ بھی دکھایا اور اس سے پہلے نوحؑ کو بھی ہم نے سیدھی راہ دکھائی تھی اور انہی کی اولاد سے ہم نے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی (سیدھی راہ دکھائی تھی) اسی طرح ہم نیک لوگوں کو ان کی نیکی کا صلہ دیا کرتے ہیں۔ پھر اسی کی اولاد سے زکریاؑ، یحییٰؑ اور الیاسؑ کو بھی ہدایت دی، ان میں سے ہر ایک نیک لوگوں میں سے تھا۔

امامؑ نے ہارون سے پوچھا: حضرت عیسیٰ کے باپ کون تھے؟ ہارون نے جواب دیا: عیسیٰ کے باپ نہیں تھے، آپؑ نے فرمایا: خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو ماں کی وجہ سے ذریت انبیاء میں داخل فرمایا اور اسی طرح ہمیں بھی ماں کے ذریعہ ذریت پیغمبر میں قرار دیا۔[1]

مامون رشید نے مولا رضا علیہ السلام سے گفتگو کے درمیان کہا: مباہلہ میں "أَنْفُسَكُمْ" سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات ہے اور اس صورت میں جو فضیلت آپ نے امیر المومنینؑ کے لئے بیان کی ہے وہ خود بخود ختم ہو جاتی ہے؛ مولا رضا علیہ السلام نے جواب دیا: نہیں یہ درست نہیں ہے کیونکہ دعوت دینے والا اور بلانے والا اپنی ذات کو نہیں بلکہ دوسرے کو بلاتا ہے، حکم دینے والے کی

---

[1]۔ تفسیر انوار نجف، ج ۳، ص ۲۵۴۔

طرح جو اپنے آپ کو نہیں بلکہ دوسروں کو حکم دیتا ہے، چونکہ رسول خداؐ نے مباہلہ کے وقت علی ابن ابی طالبؑ کے سوا کسی اور مرد کو نہیں بلوایا جس سے ثابت ہوا کہ علی ہی نفس رسولؐ ہیں جو کتاب اللہ میں اللہ کا مقصود اور مطلوب ہے اور اس حکم کو خدا نے قرآن کریم میں قرار دیا ہے، یہ سن کر مامون نے کہا: جواب آنے پہ سوال کی جڑ اکھڑ جاتی ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام سے مامون رشید نے کہا: آپ اپنی فضیلت قرآن سے بیان فرمائیں لیکن "ابنا ئنا" سے استدلال نہ فرمائیں، مولاؑ نے فرمایا: ہمارے لئے خدا کا "انفسنا" کہنا ہی ہماری فضیلت کے لئے کافی ہے اس لئے کہ ہم کو خدا نے نفس رسول قرار دیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یوم مباہلہ بڑی عظمت اور اہمیت کا حامل ہے، اس روز کے کچھ اعمال بھی مرقوم ہیں جو اس طرح ہیں: روزہ رکھیں، غسل کریں، زوال سے آدھا گھنٹہ قبل دو رکعت نماز بجالائیں جس کی ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد دس مرتبہ سورۂ توحید، دس مرتبہ آیۃالکرسی اور دس مرتبہ سورۂ قدر پڑھی جائے گی، مفاتیح الجنان میں نماز کے بعد کی ایک دعا بھی مرقوم ہے، اسے بھی پڑھیں۔

روایت میں ہے کہ جو شخص یہ اعمال بجالائے گا اس کو ایک لاکھ حج اور ایک لاکھ عمرہ کا ثواب عطا کیا جائے گا نیز اس کی دنیا و آخرت کی حاجات باآسانی پوری ہوں گی۔

❁ ❁ ❁

﴿امام سجاد علیہ السلام کی دو سوکھی روٹیاں﴾

امام سجاد علیہ السلام کی دو سوکھی روٹیوں کی اتنی زیادہ اہمیت بتائی گئی ہے کہ ایک فقیر کو امیر بنا دیا، روایت کچھ اس انداز سے بیان ہوئی ہے: "عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ مَا خَبَرُكَ أَيُّهَا الرَّجُلُ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: خَبَرِي يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ أَنِّي أَصْبَحْتُ وَ عَلَيَّ أَرْبَعُمِائَةِ دِينَارٍ دَيْنٌ لاَ قَضَاءَ عِنْدِي لَهَا وَ لِي عِيَالٌ ثِقَالٌ لَيْسَ لِي مَا أَعُودُ عَلَيْهِمْ بِهِ؛ قَالَ: فَبَكَى عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بُكَاءً شَدِيداً، فَقُلْتُ لَهُ: مَا يُبْكِيكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ! فَقَالَ وَ هَلْ يُعَدُّ الْبُكَاءُ إِلَّا لِلْمَصَائِبِ وَ الْمِحَنِ الْكِبَارِ! قَالُوا: كَذَلِكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ قَالَ: فَأَيَّةُ مِحْنَةٍ وَ مُصِيبَةٍ أَعْظَمُ عَلَى حُرٍّ مُؤْمِنٍ مِنْ أَنْ يَرَى بِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ خَلَّةً فَلاَ يُمْكِنُهُ سَدُّهَا وَ يُشَاهِدَهُ عَلَى فَاقَةٍ فَلاَ يُطِيقَ رَفْعَهَا، قَالَ: فَتَفَرَّقُوا عَنْ مَجْلِسِهِمْ ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُ الْمُخَالِفِينَ وَ هُوَ يَطْعَنُ عَلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ عَجَباً لِهَؤُلاَءِ يَدَّعُونَ مَرَّةً أَنَّ السَّمَاءَ وَ الْأَرْضَ وَ كُلَّ شَيْءٍ يُطِيعُهُمْ وَ أَنَّ اللهَ لاَ يَرُدُّهُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْ طَلِبَاتِهِمْ ثُمَّ يَعْتَرِفُونَ أُخْرَى بِالْعَجْزِ عَنْ إِصْلاَحِ حَالِ خَوَاصِّ إِخْوَانِهِمْ فَاتَّصَلَ ذَلِكَ بِالرَّجُلِ صَاحِبِ الْقِصَّةِ فَجَاءَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ فَقَالَ لَهُ: يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ! بَلَغَنِي عَنْ فُلاَنٍ كَذَا وَ كَذَا وَ كَانَ ذَلِكَ أَغْلَظَ عَلَيَّ مِنْ مِحْنَتِي فَقَالَ

عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ فَقَدْ أَذِنَ اللهُ فِي فَرَجِكَ يَا فُلاَنَةُ اِحْمِلِي سَحُوْرِيْ وَ فَطُوْرِيْ فَحَمَلَتْ قُرْصَتَيْنِ فَقَالَ: عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ لِلرَّجُلِ خُذْهُمَا فَلَيْسَ عِنْدَنَا غَيْرُهُمَا فَإِنَّ اللهَ يَكْشِفُ عَنْكَ بِهِمَا وَ يُنِيْلُكَ خَيْراً وَاسِعاً مِنْهُمَا فَأَخَذَهُمَا الرَّجُلُ وَ دَخَلَ السُّوقَ - لاَ يَدْرِيْ مَا يَصْنَعُ بِهِمَا يَتَفَكَّرُ فِي ثِقَلِ دَيْنِهِ وَ سُوءِ حَالِ عِيَالِهِ وَ يُوَسْوِسُ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ أَيْنَ مَوْقِعُ هَاتَيْنِ مِنْ حَاجَتِكَ فَمَرَّ بِسَمَّاكٍ قَدْ بَارَتْ عَلَيْهِ سَمَكَتُهُ قَدْ أَرَاحَتْ فَقَالَ لَهُ: سَمَكَتُكَ هَذِهِ بَائِرَةٌ عَلَيْكَ وَ إِحْدَى قُرْصَتَيَّ هَاتَيْنِ بَائِرَةٌ عَلَيَّ فَهَلْ لَكَ أَنْ تُعْطِيَنِي سَمَكَتَكَ الْبَائِرَةَ وَ تَأْخُذَ قُرْصَتِيْ هَذِهِ الْبَائِرَةَ فَقَالَ نَعَمْ فَأَعْطَاهُ السَّمَكَةَ وَ أَخَذَ الْقُرْصَةَ ثُمَّ مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَهُ مِلْحٌ قَلِيْلٌ مَزْهُوْدٌ فِيْهِ فَقَالَ هَلْ لَكَ أَنْ تُعْطِيَنِيْ مِلْحَكَ هَذَا الْمَزْهُوْدَ فِيْهِ بِقُرْصَتِي هَذِهِ الْمَزْهُوْدِ فِيْهَا قَالَ نَعَمْ فَفَعَلَ فَجَاءَ الرَّجُلُ بِالسَّمَكَةِ وَ الْمِلْحِ فَقَالَ: أُصْلِحُ هَذِهِ بِهَذَا فَلَمَّا شَقَّ بَطْنَ السَّمَكَةِ وَجَدَ فِيْهِ لُؤْلُؤَتَيْنِ فَاخِرَتَيْنِ فَحَمِدَ اللهَ عَلَيْهِمَا فَبَيْنَمَا هُوَ فِي سُرُوْرِهِ ذَلِكَ إِذْ قُرِعَ بَابُهُ فَخَرَجَ يَنْظُرُ مَنْ بِالْبَابِ فَإِذَا صَاحِبُ السَّمَكَةِ وَ صَاحِبُ الْمِلْحِ قَدْ جَاءَا يَقُوْلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ! جَهَدْنَا أَنْ نَأْكُلَ نَحْنُ أَوْ أَحَدٌ مِنْ عِيَالِنَا هَذَا الْقُرْصَ فَلَمْ تَعْمَلْ فِيْهِ أَسْنَانُنَا، وَ مَا نَظُنُّكَ إِلاَّ وَ قَدْ تَنَاهَيْتَ فِيْ سُوْءِ الْحَالِ وَ مَرَنْتَ عَلَى الشَّقَاءِ قَدْ رَدَدْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْخُبْزَ وَ طَيَّبْنَا لَكَ مَا أَخَذْتَهُ مِنَّا فَأَخَذَ الْقُرْصَتَيْنِ مِنْهُمَا فَلَمَّا اِسْتَقَرَّ بَعْدَ اِنْصِرَافِهِمَا عَنْهُ قُرِعَ بَابُهُ فَإِذَا رَسُوْلُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ فَدَخَلَ فَقَالَ: إِنَّهُ يَقُوْلُ لَكَ إِنَّ اللهَ قَدْ أَتَاكَ بِالْفَرَجِ فَارْدُدْ إِلَيْنَا طَعَامَنَا

فَإِنَّهُ لاَ يَأْكُلُهُ غَيْرُنَا وَ بَاعَ الرَّجُلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ بِمَالٍ عَظِيمٍ قَضَى مِنْهُ دَيْنَهُ وَ حَسُنَتْ بَعْدَ ذَلِكَ حَالُهُ فَقَالَ بَعْضُ الْمُخَالِفِينَ مَا أَشَدَّ هَذَا التَّفَاوُتَ بَيْنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ لاَ يَقْدِرُ أَنْ يَسُدَّ مِنْهُ فَاقَةً إِذْ أَغْنَاهُ هَذَا الْغَنَاءَ الْعَظِيمَ كَيْفَ يَكُونُ هَذَا وَ كَيْفَ يَعْجِزُ عَنْ سَدِّ الْفَاقَةِ مَنْ يَقْدِرُ عَلَى هَذَا الْغَنَاءِ الْعَظِيمِ فَقَالَ: عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ هَكَذَا قَالَتْ قُرَيْشٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ كَيْفَ يَمْضِي إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَ يُشَاهِدُ مَا فِيهِ مِنْ آثَارِ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ مَكَّةَ وَ يَرْجِعُ إِلَيْهَا فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ مَنْ لاَ يَقْدِرُ أَنْ يَبْلُغَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ إِلاَّ فِي اثْنَيْ عَشَرَ يَوْماً وَ ذَلِكَ حِينَ هَاجَرَ مِنْهَا، ثُمَّ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ جَهِلُوا وَ اللهِ أَمْرَ اللهِ وَ أَمْرَ أَوْلِيَائِهِ مَعَهُ إِنَّ الْمَرَاتِبَ الرَّفِيعَةَ لاَ تُنَالُ إِلَّا بِالتَّسْلِيمِ لِلّٰهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ وَ تَرْكِ الاِقْتِرَاحِ عَلَيْهِ وَ الرِّضَا بِمَا يُدَبِّرُهُمْ بِهِ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ صَبَرُوا عَلَى الْمِحَنِ وَ الْمَكَارِهِ صَبْراً لَمْ يُسَاوِهِمْ فِيهِ غَيْرُهُمْ فَجَازَاهُمُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِأَنْ أَوْجَبَ لَهُمْ نُجْحَ جَمِيعِ طَلِبَاتِهِمْ لَكِنَّهُمْ مَعَ ذَلِكَ لاَ يُرِيدُونَ مِنْهُ إِلَّا مَا يُرِيدُهُ لَهُمْ "۔

زہری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، آپؑ کے اصحاب میں سے ایک مرد مومن آیا، آپؑ نے اس کے حال احوال دریافت کئے، اس نے کہا: فرزند رسول! کیا عرض حال کروں ۴۰۰ سو دینار کا مقروض ہوں جن کی ادائیگی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی اور اہل و عیال بھی زیادہ ہیں، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے کام چلا سکوں؛ راوی کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی امامؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، میں نے عرض کیا: فرزند رسول! اس گریہ

کا کیا سبب ہے ؟آپؑ نے فرمایا: مصائب و آلام کے سوا رونے کا اور کیا سبب ہو سکتا ہے! حاضرین کہنے لگے: بے شک حقیقت تو یہی ہے کہ مصیبت پہ رویا جائے، پھر امامؑ نے فرمایا: اس سے زیادہ سخت مصیبت کیا ہوگی کہ ایک شریف مومن کی مصیبت کو دیکھوں اور اسے دور نہ کر سکوں! اس کے فاقوں کو سنوں اور اس کی پریشانی کو دفع نہ کر سکوں! راوی کا بیان ہے کہ پھر کچھ دیر بعد وہ لوگ جب وہاں سے اٹھ کر باہر آئے تو ان میں سے ایک مخالف امامؑ نے آپؑ پر طنز کرتے ہوئے کہا: یہ بھی عجیب لوگ ہیں آسمان و زمین کی ہر شئے پر تصرف و اطاعت کا دعویٰ نیز اپنی دعاؤں کی قبولیت کا بھرم پھر بھی اپنے مخصوص مومن بھائیوں کی مدد اور حاجت روائی سے عاجز اور بے بسی کا انہیں اعتراف ہے؛ اس مرد مومن مصیبت زدہ سے سنا نہ گیا اور اپنی مصیبت بھول گیا ہے اور امام کی خدمت میں پہنچ کر اس مخالف کی شکایت کرنے لگا؛ امامؑ نے فرمایا: مت گھبرا خدا کی طرف سے تیری روزی کی کشادگی کا حکم ہو گیا ہے اور اپنی خادمہ سے فرمایا: ہماری سحری اور افطاری کے کھانے کی دو روٹیاں لے آؤ، خادمہ نے وہ دو روٹیاں لا کر آپؑ کی خدمت میں پیش کر دیں، آپؑ نے وہ روٹیاں مصیبت زدہ مرد مومن کو عنایت فرما کر ارشاد فرمایا: بھائی! ہمارے پاس ان روٹیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، انہیں لے لو، خداوند عالم ان روٹیوں سے تمہاری مشکل کو آسان فرمائے گا، وہ تمہاری روزی میں بھی وسعت عطا کرے گا، اس مرد مومن نے وہ روٹیاں لے کر گھر کی راہ لی، اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ان دو روٹیوں کا کیا کیا جائے! وہ اپنے عیال کی بدحالی اور اپنے قرضہ سے پریشان تو تھا ہی، اُدھر شیطان نے اپنا کام کرنا اور وسوسہ ڈالنا شروع کر دیا، بھلا ان دو روٹیوں سے تیری حاجت روائی کس طرح ممکن ہے! پھر اس کو یہ خیال آیا کہ ایک روٹی دے کر مچھلی خرید لی جائے لہٰذا وہ مچھلی فروش کے پاس پہنچ گیا، اس کے پاس ایک ناقابل فروخت مچھلی تھی، جس سے بدبو آ رہی تھی، اس مرد مومن نے مچھلی فروش سے کہا: تیری یہ مچھلی بھی باسی ہے اور

میری روٹی بھی سوکھ گئی ہے تو کیا تو میری یہ ایک روٹی کے بدلہ مجھے یہ مچھلی دے سکتا ہے؟ وہ بولا: ہاں کیوں نہیں، اس نے ایک مچھلی دے کر روٹی لے لی، پھر یہ مرد مومن ایک نمک فروش کے پاس پہنچا، اس کا نمک بھی صاف ستھرا تھا، اس نے کہا: کیا تم مجھے یہ نمک اس خشک روٹی کے عوض دے سکتے ہو؟ وہ بولا: ہاں لے جاؤ، چنانچہ وہ مرد مومن مچھلی اور نمک لے کر سیدھا اپنے گھر واپس آیا، مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں دو قیمتی موتی ہیں، خاموشی سے ان کو نکال کر خدا کا شکر بجالایا، ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ مچھلی والا نمک فروش گھر پر جا پہنچا اور اس کو ساتھ لیکر اس مرد مومن کے گھر کا رخ کیا، وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا، مرد مومن دروازہ پر آیا تو دیکھا کہ مچھلی والا اور نمک والا دونوں لوگ کھڑے ہوئے ہیں، دونوں یہی کہہ رہے ہیں کہ اے بندہ خدا! اپنی یہ روٹیاں واپس لے لو کیونکہ یہ تو اتنی سخت ہیں کہ ہم انہیں چبا نہیں سکتے، دوسری بات یہ کہ تم کچھ مصیبت زیادہ معلوم ہوتے ہو ،اس لئے یہ روٹیاں بھی اپنے استعمال میں لاؤ اور وہ مچھلی اور نمک کو بھی اپنے پاس ہی رکھو، وہ بھی تم ہی استعمال کرو، چنانچہ اس مرد مومن نے وہ روٹیاں شکریہ کے ساتھ لے لیں اور وہ دونوں آدمی واپس چلے؛ کچھ دیر بعد پھر دق الباب ہوا، یہ شخص دروازہ پر پہنچا تو کیا دیکھا کہ امام علی ابن الحسین علیہما السلام کا قاصد کھڑا ہوا ہے، اس نے امامؑ کا پیغام سناتے ہوئے کہا کہ امام نے فرمایا ہے: خداوندعالم نے اب تیری روزی کا سامان کر دیا ہے، برکت دے دی ہے، لہٰذا ہماری روٹیاں ہمیں واپس کر دو، انہیں ہمارے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتا؛ مرد مومن نے وہ روٹیاں واپس دے دیں، اس کے بعد ان موتیوں کو زر کثیر کے بدلے فروخت کر کے اپنا قرض ادا کیا اور اپنے حالات درست کئے، کچھ مخالفین نے پھر طعنہ زنی شروع کر دی کہ کتنی عجیب بات ہے کہ خود علی ابن الحسین علیہما السلام تو فاقہ کشی کرتے ہیں بھلا وہ دوسروں کو مالدار کس طرح کر سکتے ہیں! وہ خود تو عاجز ہیں دوسروں کی مجبوری دور کرنے پر کس طرح قدرت رکھتے ہیں! جب

امامؑ نے سنا تو فرمایا: قریش نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہی کہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے جو شخص مکہ سے مدینے کا راستہ ۱۲ دن میں طے کرے اور بیت المقدس تک ایک رات میں جا کر واپس آجائے! انبیاء سے ملاقات بھی کر لے! یہ اس وقت کی بات ہے جب آنحضرتؐ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی، اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ لوگ امر خداوندی اور اس کے مخصوص اولیاء کے امر سے قطعاً ناواقف ہیں، یہ بلند درجات اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب لوگ تسلیم و رضا کی منزل طے کر لیتے ہیں اور ذات الٰہی کی ہر تدبیر پر سر تسلیم خم کرتے ہیں اور وہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں، وہ مصائب میں صبر اختیار کرتے ہیں جہاں کوئی دوسرا شخص ان کی برابری نہیں کر سکتا، چنانچہ خداوند عالم بھی اس کے بدلہ کی صورت میں ان کا لحاظ رکھتا ہے کہ ان کی خواہشوں اور درخواستوں کو کامیابی کا شرف عطا فرمائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ حضرات خدا سے وہی طلب کرتے ہیں جو ان کے لئے بہتر ہوتا ہے۔[1]

اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امامؑ کے اختیار میں بہت کچھ ہے، بسا اوقات امامؑ سامنے والوں کا بھی امتحان لیتے ہیں، ممکن ہے یہ بھی امتحان ہو کہ ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کون اس غریب کی مدد کرتا ہے دوسرے یہ کہ رضائے الٰہی کے بغیر امامؑ کچھ کرتے ہی نہیں ہیں، ممکن ہے خدائے کریم ممکن ہے اس بندہ کا امتحان لے رہا ہو اور اس پر رزق کا دروازہ بند کر دیا ہو! جب اس بندہ کی کامیابی نظر آئی، سب باہر آئے اور ایک نے امامؑ کی مخالفت کی، اس نے اپنے قرضہ کی بات نہیں رکھی بلکہ بھول کر کے کہنے لگا: مولا! مجھے یہ برداشت نہیں ہو سکتا کہ وہ آپ کے خلاف آپ کے اختیارات اور آپ کی قدرت کے خلاف بولے! اللہ کو یہ بہت پسند ہے کہ

---

[1]۔ الآمالی، صدوق، ج۱، ص ۴۵۳، مجلس ۶۹۔ بحار الانوار، ج۴۶، ص ۲۰۔ بحار الانوار اردو جلد چھ صفحہ ۲۸۔

انسان اپنی غربت بھول کر امام کا دفاع کرے لہٰذا اللہ نے اس کے لئے رزق کا دروازہ کھول دیا اور امامؑ نے فرمایا: اللہ نے تیرے لئے رزق کا دروازہ کھول دیا ہے؛ وہ بھی کیا کمال کا بندہ تھا کہ پیسے مانگنے آیا تھا لیکن امامؑ نے روٹیاں دیں تو کچھ کہے بغیر لے گیا، ہم ہوتے تو شاید کہتے مولا روٹی نہیں چاہیے پیسے چاہئیں! لیکن اس نے دنیا کو یہ بتایا کہ جو بھی دست امامؑ سے مل جائے وہی دولت ہے، اسی میں سب کچھ ہے، اسی میں کامیابی ہے، لے کر آگے بڑھا۔

توفیق کسے کہتے ہیں؟ اسی کو توفیق کہتے ہیں کہ اس کے ذہن میں ایک بات اللہ نے پیدا کی کہ روٹی دے دی جائے اور مچھلی لے لی جائے، اس کے علاوہ جب اس نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا اور اسے موتی ملے تو خوش ہونا تو بنتا ہے، اس کے بعد امامؑ کے قاصد کا آنا اور یہ کہنا کہ امامؑ نے وہ روٹیاں واپس منگوائی ہیں؛ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب امامؑ دے دیتے ہیں تو واپس نہیں لیتے، عجب نہیں امامؑ کی جانب سے آواز آئے: اس نے درہم مانگے تھے، میں نے روٹیاں دی تھیں، جب ان روٹیوں نے اسے درہم والا بنا دیا، اس کی غربت کو دور کر دیا تو اب وہ میں نے اپنی روٹیاں واپس لے لیں، گویا امامؑ کی جانب سے روٹیاں گئیں اور ایک فقیر کو امیر بنا کر واپس آگئیں۔

❀ ❀ ❀

﴿امام سجاد علیہ السلام کے ہاتھ کا دھوون﴾

روایت میں اس انداز سے مرقوم ہے: "وَ رَأَيْتُ فِي بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِ أَصْحَابِنَا رُوِيَ أَنَّ رَجُلاً مُؤْمِناً مِنْ أَكَابِرِ بِلاَدِ بَلْخٍ كَانَ يَحُجُّ الْبَيْتَ وَ يَزُورُ النَّبِيَّ فِي أَكْثَرِ الْأَعْوَامِ وَ كَانَ يَأْتِي عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ وَ يَزُورُهُ وَ يَحْمِلُ إِلَيْهِ الْهَدَايَا وَ التُّحَفَ وَ يَأْخُذُ مَصَالِحَ دِينِهِ مِنْهُ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى بِلاَدِهِ فَقَالَتْ لَهُ زَوْجَتُهُ أَرَاكَ تُهْدِي تُحَفاً كَثِيرَةً وَ لاَ أَرَاهُ يُجَازِيكَ عَنْهَا بِشَيْءٍ، فَقَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي نُهْدِي إِلَيْهِ هَدَايَانَا هُوَ مَلِكُ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ جَمِيعُ مَا فِي أَيْدِي النَّاسِ تَحْتَ مِلْكِهِ لِأَنَّهُ خَلِيفَةُ اللهِ فِي أَرْضِهِ وَ حُجَّتُهُ عَلَى عِبَادِهِ وَ هُوَ ابْنُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ إِمَامُنَا فَلَمَّا سَمِعَتْ ذَلِكَ مِنْهُ أَمْسَكَتْ عَنْ مَلاَمَتِهِ، ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ تَهَيَّأَ لِلْحَجِّ مَرَّةً أُخْرَى فِي السَّنَةِ الْقَابِلَةِ وَ قَصَدَ دَارَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لَهُ فَدَخَلَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَ قَبَّلَ يَدَيْهِ وَ وَجَدَ بَيْنَ يَدَيْهِ طَعَاماً فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِ وَ أَمَرَهُ بِالْأَكْلِ مَعَهُ فَأَكَلَ الرَّجُلُ ثُمَّ دَعَا بِطَسْتٍ وَ إِبْرِيقٍ فِيهِ مَاءٌ فَقَامَ الرَّجُلُ وَ أَخَذَ الْإِبْرِيقَ وَ صَبَّ الْمَاءَ عَلَى يَدَيِ الْإِمَامِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: يَا شَيْخُ! أَنْتَ ضَيْفُنَا فَكَيْفَ تَصُبُّ عَلَى يَدَيَّ الْمَاءَ فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ ذَلِكَ فَقَالَ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: لَمَّا أَحْبَبْتَ ذَلِكَ فَوَ اللهِ لَأُرِيَنَّكَ مَا تُحِبُّ وَ تَرْضَى وَ تَقَرُّ بِهِ عَيْنَاكَ فَصَبَّ الرَّجُلُ عَلَى يَدَيْهِ الْمَاءَ حَتَّى امْتَلَأَ ثُلُثُ الطَّسْتِ فَقَالَ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ لِلرَّجُلِ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: مَاءٌ، قَالَ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: بَلْ هُوَ يَاقُوتٌ أَحْمَرُ. فَنَظَرَ الرَّجُلُ فَإِذَا هُوَ قَدْ صَارَ يَاقُوتاً أَحْمَرَ

بِإِذْنِ اللهِ تَعَالَى، ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا رَجُلُ! صُبَّ الْمَاءَ فَصَبَّ حَتَّى امْتَلَأَ ثُلُثَا الطَّسْتِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: هَذَا مَاءٌ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: بَلْ هَذَا زُمُرُّدٌ أَخْضَرُ فَنَظَرَ الرَّجُلُ فَإِذَا هُوَ زُمُرُّدٌ أَخْضَرُ، ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: صُبَّ الْمَاءَ، فَصَبَّهُ عَلَى يَدَيْهِ حَتَّى امْتَلَأَ الطَّسْتُ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: هَذَا مَاءٌ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: بَلْ هَذَا دُرٌّ أَبْيَضُ، فَنَظَرَ الرَّجُلُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ دُرٌّ أَبْيَضُ، فَامْتَلَأَ الطَّسْتُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَلْوَانٍ دُرٍّ وَ يَاقُوتٍ وَ زُمُرُّدٍ، فَتَعَجَّبَ الرَّجُلُ وَ انْكَبَّ عَلَى يَدَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُقَبِّلُهُمَا، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا شَيْخُ! لَمْ يَكُنْ عِنْدَنَا شَيْءٌ نُكَافِيكَ عَلَى هَدَايَاكَ إِلَيْنَا، فَخُذْ هَذِهِ الْجَوَاهِرَ عِوَضاً عَنْ هَدِيَّتِكَ وَ اعْتَذِرْ لَنَا عِنْدَ زَوْجَتِكَ، لِأَنَّهَا عَتَبَتْ عَلَيْنَا فَأَطْرَقَ الرَّجُلُ رَأْسَهُ وَ قَالَ: يَا سَيِّدِي! مَنْ أَنْبَأَكَ بِكَلَامِ زَوْجَتِي فَلَا أَشُكُّ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ وَدَّعَ الْإِمَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ أَخَذَ الْجَوَاهِرَ وَ سَارَ بِهَا إِلَى زَوْجَتِهِ وَ حَدَّثَهَا بِالْقِصَّةِ فَسَجَدَتْ لِلّٰهِ شُكْراً وَ أَقْسَمَتْ عَلَى بَعْلِهَا بِاللهِ الْعَظِيمِ أَنْ يَحْمِلَهَا مَعَهُ إِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَلَمَّا تَجَهَّزَ بَعْلُهَا لِلْحَجِّ فِي السَّنَةِ الْقَابِلَةِ أَخَذَهَا مَعَهُ فَمَرِضَتْ فِي الطَّرِيقِ وَ مَاتَتْ قَرِيباً مِنَ الْمَدِينَةِ فَأَتَى الرَّجُلُ الْإِمَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَاكِياً وَ أَخْبَرَهُ بِمَوْتِهَا فَقَامَ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَ دَعَا اللهَ سُبْحَانَهُ بِدَعَوَاتٍ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى الرَّجُلِ وَ قَالَ لَهُ: اِرْجِعْ إِلَى زَوْجَتِكَ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ أَحْيَاهَا بِقُدْرَتِهِ وَ حِكْمَتِهِ وَ هُوَ يُحْيِي الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيمٌ؛ فَقَامَ الرَّجُلُ مُسْرِعاً فَلَمَّا دَخَلَ خَيْمَتَهُ وَجَدَ زَوْجَتَهُ جَالِسَةً عَلَى حَالِ صِحَّتِهَا، فَقَالَ لَهَا: كَيْفَ أَحْيَاكِ اللهُ؟ قَالَتْ وَ اللهِ لَقَدْ جَاءَنِي مَلَكُ الْمَوْتِ وَ قَبَضَ رُوحِي وَ هَمَّ أَنْ يَصْعَدَ بِهَا فَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ صِفَتُهُ كَذَا وَ كَذَا وَ جَعَلَتْ تَعُدُّ أَوْصَافَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ بَعْلُهَا

يَقُولُ نَعَمْ صَدَقْتِ هَذِهِ صِفَةُ سَيِّدِى وَ مَوْلاَىَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ، قَالَتْ فَلَمَّا رَآهُ مَلَكُ الْمَوْتِ مُقْبِلاً اِنْكَبَّ عَلَى قَدَمَيْهِ يُقَبِّلُهُمَا وَ يَقُولُ السَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللهِ فِي أَرْضِهِ، اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا زَيْنَ الْعَابِدِينَ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ وَ قَالَ لَهُ: يَا مَلَكَ الْمَوْتِ أَعِدْ رُوحَ هَذِهِ الْمَرْأَةِ إِلَى جَسَدِهَا فَإِنَّهَا كَانَتْ قَاصِدَةً إِلَيْنَا وَ إِنِّي قَدْ سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ يُبْقِيَهَا ثَلاَثِينَ سَنَةً أُخْرَى، وَ يُحْيِيَهَا حَيَاةً طَيِّبَةً لِقُدُومِهَا إِلَيْنَا زَائِرَةً لَنَا فَقَالَ الْمَلَكُ سَمْعاً وَ طَاعَةً لَكَ يَا وَلِيَّ اللهِ ثُمَّ أَعَادَ رُوحِي إِلَى جَسَدِي وَ أَنَا أَنْظُرُ إِلَى مَلَكِ الْمَوْتِ قَدْ قَبَّلَ يَدَهُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ خَرَجَ عَنِّي فَأَخَذَ الرَّجُلُ بِيَدِ زَوْجَتِهِ وَ أَدْخَلَهَا إِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ هُوَ مَا بَيْنَ أَصْحَابِهِ فَانْكَبَّتْ عَلَى رُكْبَتَيْهِ تُقَبِّلُهُمَا وَ هِيَ تَقُولُ هَذَا وَ اللهِ سَيِّدِى وَ مَوْلاَىَ وَ هَذَا هُوَ الَّذِى أَحْيَانِيَ اللهُ بِبَرَكَةِ دُعَائِهِ قَالَ فَلَمْ تَزَلِ الْمَرْأَةُ مَعَ بَعْلِهَا مُجَاوِرَيْنِ عِنْدَ الْإِمَامِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بَقِيَّةَ أَعْمَارِهِمَا إِلَى أَنْ مَاتَا رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمَا "بلخ کے نمایاں بزرگوں میں سے ایک مومن جب حج بیت اللہ کے لئے آتے تو روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی حاضر ہوتے اور امام زین العابدین السلام کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتے تھے، خدمت امامؑ میں تحفہ پیش کرتے اور مسائل دینی دریافت کرتے تھے، اس کے بعد اپنے وطن لوٹ جایا کرتے تھے؛ ایک مرتبہ ان کی زوجہ نے کہا: میں برابر دیکھتی ہوں کہ آپ اپنے امامؑ کی خدمت میں تحفے لے جاتے ہیں لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کے امامؑ نے بھی کوئی تحفہ دیا ہو! یہ سن کر مرد بلخی نے اپنی زوجہ سے کہا: جن کے لئے میں وہ تحفے لے کر جاتا ہوں وہ تو دنیا و آخرت کے مالک ہیں، جو کچھ دنیا والوں کے پاس ہے وہ سب کچھ ہے، اس کے ماسوا ان کے قبضہ میں بہت کچھ ہے اس لئے کہ وہ زمین پر خدا کے نائب اور اس کے بندوں پر اس کی حجت و دلیل ہیں، وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے فرزند اور ہمارے امامؑ ہیں؛ اس کی زوجہ یہ سن کر نادم ہوئی اور اپنے شوہر کو ملامت کرنے سے باز آئی، جب حج کا زمانہ قریب آیا تو اس مومن بلخی نے حج کا ارادہ کیا، مکہ پہنچا، حج سے فارغ ہو کر حسب معمول مدینۃ پہنچا، روضہ رسولؐ پر حاضری دی اور آخر میں حسب دستور امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں دست بوسی کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے پہنچا، اس وقت امام علیہ السلام کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا، آپؑ نے اپنے زائر بلخی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک فرمالیا، کھانے سے فراغت کے بعد امام علیہ السلام نے ہاتھ دھونے کے لئے لوٹا اور طشت طلب فرمایا، مومن بلخی نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا اپنے ہاتھ میں اٹھایا تاکہ امام علیہ السلام کے ہاتھ دھلائے لیکن آپؑ نے فرمایا: اے بھائی! تم ہمارے مہمان ہو، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم میرے ہاتھ دھلاؤ! مومن بلخی نے عرض کیا: مولا! میری خواہش یہی ہے کہ آپ کے ہاتھ دھلوانے کا شرف حاصل کر سکوں، امام علیہ السلام نے فرمایا: اچھا اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو خدا کی قسم! میں بھی تمہیں وہ سب کچھ دکھاؤں گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی؛ چنانچہ مومن بلخی نے امام علیہ السلام کے دست مبارک پر پانی ڈالنا شروع کیا، طشت پانی سے ایک تہائی بھر گیا، امام علیہ السلام نے فرمایا: طشت میں کیا دیکھ رہے ہو؟ مومن بلخی نے کہا: حضور! پانی، امامؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ تو یاقوتِ سرخ ہیں، جب اس نے طشت میں دیکھا تو اسے پانی کی جگہ سرخ یاقوت نظر آئے جنہیں دیکھ کر وہ حیران رہ گیا، پھر امامؑ نے فرمایا: اور پانی ڈالو، مومن بلخی نے پانی ڈالنا شروع کیا، یہاں تک کہ طشت دو تہائی بھر گیا، امامؑ نے فرمایا: بتاؤ طشت میں کیا دیکھ رہے ہو؟ مومن بلخی نے عرض کیا: حضور! پانی ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں پانی نہیں بلکہ یہ زمرد سبز ہیں، مومن بلخی نے طشت میں دیکھا تو واقعی وہ سبز زمرد تھے؛ تیسری مرتبہ امام علیہ السلام نے فرمایا: مزید پانی ڈالو، جب اس نے پانی ڈالا تو طشت پانی سے بھر گیا، پھر آپؑ نے سوال کیا: اب اس

طشت میں کیا دیکھ رہے ہو؟ مومن بلخی نے عرض کیا: حضور! پانی ہے، امامؑ نے فرمایا: نہیں پانی نہیں بلکہ یہ تو سفید موتی ہیں، جب اس مومن بلخی نے طشت میں دیکھا تو عرض کرنے لگا: یابن رسول اللہ! آپؑ نے بالکل سچ فرمایا، اس میں سفید موتی ہیں، اب اس طشت میں تین قسم کے جواہرات موجود تھے یاقوت، زمرد اور موتی؛ یہ دیکھ کر وہ بہت حیران ہو رہا تھا؛ امامؑ کے دست ہائے معجز نما کو دیکھا اور فرط مسرت سے بوسے لینے لگا، امامؑ نے فرمایا: اے شیخ! ہمارے پاس کچھ بھی نہیں کہ تمہارے تحائف کے بدلہ میں کچھ دے سکیں، ان جواہرات کو اپنے تحائف اور ہدیہ کا عوض سمجھ کر لے جاؤ اور ہماری طرف سے اپنی زوجہ سے معذرت کرنا، اس لئے کہ اس نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا، اس مومن بلخی نے اپنا سر شرم سے جھکا لیا اور عرض کیا: مولا! آپ کو میری زوجہ کی اس گستاخی کی کس نے خبر دی؟ ایک مرتبہ پھر ذہن میں آیا کہ یہ امامؑ ہیں، بے شک آپ ہی اہل بیت نبوت ہیں، پھر وہ مومن بلخ یعنی اپنے وطن کے لئے امام علیہ السلام سے رخصت ہوا، جب وہ گھر پہنچا تو سارا قصہ اپنی زوجہ سے بیان کیا، وہ تمام جواہرات اس کے سامنے رکھ دیئے، اس کی زوجہ بے حد نادم ہوئی اور اپنے شوہر سے فرمائش ظاہر کی کہ مجھے بھی زیارت امامؑ سے شرفیاب کرے، مومن بلخی جب آئندہ سال حج کے لئے روانہ ہوا تو اپنی زوجہ کو ہمراہ لے چلا، راستہ میں وہ بیمار ہوئی اور مدینہ کے قریب پہنچ کر دنیا سے سدھار گئی، وہ مومن گھبرا کر اپنے امامؑ کی خدمت میں جا پہنچا اور تمام حال سے آگاہ کیا، امامؑ یہ سن کر کھڑے ہو گئے، بارگاہ الٰہی میں دو رکعت نماز پڑھی اور کچھ دعائیں کی اس کے بعد فرمایا: اے شیخ بلخی! تم اپنی زوجہ کے پاس جاؤ خداوند عالم نے اسے اپنی قدرت کاملہ سے دوبارہ زندہ کر دیا ہے کیونکہ وہ اللہ وہی ہے جو بوسیدہ ہڈیوں کو جوڑنے والا اور مردہ میں جان ڈالنے والا ہے؛ وہ مومن فوراً کھڑا ہو گیا اور جب واپس اپنی زوجہ کے پاس پہنچا تو دیکھا وہ صحیح و سالم بیٹھی ہوئی ہے، اس نے دریافت کیا: موت کے بعد تم کس طرح زندہ ہو گئیں؟ زوجہ نے

کہا: فرشتہ موت جب میری روح قبض کر کے عالم بالا کی طرف پرواز کرنا چاہتا تھا، اسی اثنا میں ایک جوان رعنا جو شکل و شمائل میں ایسے ایسے تھے (اس نے امام علیہ السلام کا حلیہ مبارک بتایا جس کی تصدیق اس کے شوہر نے کی کہ یہ تو سچ کہہ رہی ہے کیونکہ میرے امام عالی مقام علی ابن الحسین علیہ السلام بالکل ایسے ہی ہیں) وہ میرے جسم کے پاس آئے جب ملک الموت نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو سلام بجالایا، قدم بوسی کی اور مسلسل کہے جارہا تھا کہ اللہ کی حجت اے امام زین العابدین آپ پر سلام ہو، امام علیہ السلام نے جواب سلام دیا اور فرمایا: ملک الموت! اس خاتون کی روح اس کے جسم میں لوٹا دو، یہ ہمارے پاس آرہی تھی اور میں نے خداوند عالم سے درخواست کی ہے کہ اس کی زندگی میں ۳۰ سال کا مزید اضافہ کر دے، وہ بہتر زندگی عطا فرمادے، ملک الموت نے عرض کیا: اے اللہ کے ولی! آپ کا حکم چشم زدن میں بجالاتا ہوں، اس کی روح اس کے جسم میں واپس کرتا ہوں، اس کے بعد ملک الموت نے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور وہاں سے رخصت ہوا؛ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو صحیح و سالم پایا؛ اپنی زوجہ کی زبانی یہ سب روداد سننے کے بعد زوجہ کے ہمراہ خدمت امامؑ میں حاضر ہوا، آپؑ اس وقت اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے، اس کی زوجہ نے آپ کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور کہا کہ بخدا یہی وہ بزرگ شخصیت ہے جو ملک الموت سے مخاطب تھے، جن کے حکم سے مجھے دوبارہ تیس سال کی زندگی عطا ہوئی اور جن کی قدم بوسی ملک الموت نے کی؛ یہ کہہ کر اس نے اپنے آپ کو امام علیہ السلام کے قدموں پہ گرادیا اور کہا: آپ ہی میرے مولا و آقا ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بعد وہ عورت جب تک زندہ رہی اپنے شوہر کے ساتھ جوار امام علیہ السلام ہی میں رہتی رہی یہاں تک کہ دونوں میاں بیوی دنیا سے رخصت ہوگئے۔[1]

---

[1]۔ بحار الانوار، عربی، ج۴۶، ص۴۷۔ بحار الانوار، اردو، ج۶، ص۵۷۔

بحث کا نتیجہ: وہ بلخی مومن کتنا خوش نصیب تھا جسے امام کا دسترخوان نصیب ہوا!، اسے امامؑ کے دست مبارک دھلانے کا شرف حاصل ہوا، اس نے جو دیکھا وہ پانی ہی تھا، امامؑ نے جب کہا: دیکھے تو یاقوت تھے، پھر جب دھویا گیا تو ظاہر سی بات ہے یاقوت کے اوپر پانی آجائے گا تو پانی ہی نظر آئے گا، امامؑ نے جب پوچھا کیا ہے؟ اس نے دیکھا اور کہا پانی ہے، امامؑ نے جیسے ہی کہا: زمرد سبز ہیں فوراً وہ پانی زمرد سبز ہو گیا، تیسری مرتبہ جب پانی سے دھویا گیا تو ظاہر سی بات ہے ان سب کے اوپر پانی آئے گا، امامؑ نے پوچھا: کیا ہے؟ یاقوت و زمرد نیچے ہیں پانی اوپر ہے، اس نے دیکھا تو کہا: پانی ہے، امامؑ نے کہا: نہیں یہ موتی ہیں، فوراً اس پانی کے موتی بن گئے؛ اللہ نے اپنے صفات انہیں دیئے ہیں وہ کن فیکون کا مالک ہے، یہ اظہار کرنے والے ہیں؛ بس یہ کہتے ہیں تو شئے ہو جاتی ہے؛ اتنا سب کچھ دیتے ہوئے بھی امامؑ یہ نہیں کہہ رہے ہیں ہم اتنا دے رہے ہیں! بلکہ امامؑ نے فرمایا: اس کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے یہ اس کے عوض ہے، ذرا سوچئے اس کا تحفہ کیا تھا اور امامؑ کیا دے رہے ہیں! ادھر آپ دیکھئے جس نے نیت کی تھی امام کی زیارت کرنے کی، مرنے کے بعد بھی امامؑ نے اپنی زیارت کرائی اور دنیا کو بتایا جو زیارت امامؑ کی آرزو لے کے مرتا ہے امام اسے زندگی بھی دیتے ہیں اور زیارت بھی کراتے ہیں؛ جس کے پاس فرشتہ کو روکنے کی طاقت ہو وہ امام دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کر رہا ہے، کیا مطلب! دنیا کو بتا رہا ہے جتنی بھی قدرت ہے وہ اللہ کی دی ہوئی ہے لہٰذا اس سے ہٹ کر کوئی کام نہ کیا جائے، اس کو شامل حال رکھو گے تبھی توفیقات میں اضافہ ہو گا۔ آخرت بنانے والے لوگ دولت دنیا کے پیچھے نہیں ہیں کہ دولت دنیا بیچ کر دولت مند بن جائیں، جب انہوں نے حقیقی دولت کو پالیا تو سب کچھ چھوڑ دیا اور امام کے جوار میں آخری دم تک زندگی گزاری۔

اسم مبارک: علی بن الحسینؑ؛ کنیت: ابو الحسن، ابو الحسین، ابو محمد، ابو عبداللہ؛ القاب: زین العابدین، سید الساجدین، ذوالثّفنات وغیرہ۔

تاریخ ولادت: ۵ شعبان، سن ۳۸ ہجری؛ جائے ولادت: مدینہ؛ مدت امامت: ۳۵ سال (۶۱-۹۵ ھ)۔ تاریخ شہادت: ۲۵ محرم، سن ۹۵ ہجری؛ سبب شہادت: ولید بن عبدالملک کے حکم سے زہر دیا گیا؛ مدفن: بقیع، مدینہ۔ والد ماجد: امام حسین علیہ السلام؛ والدہ ماجدہ: شہربانو؛ عمر: ۵۷ سال۔

❁ ❁ ❁

﴿امام محمد باقر علیہ السلام کے فضائل﴾

آنکھ والے نہ دیکھ سکے نابینا نے دیکھ لیا: "رُوِیَ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ مَعَ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ النَّاسُ يَدْخُلُونَ وَ يَخْرُجُونَ فَقَالَ لِي سَلِ النَّاسَ هَلْ يَرَوْنَنِي فَكُلُّ مَنْ لَقِيتُهُ قُلْتُ لَهُ أَرَأَيْتَ أَبَا جَعْفَرٍ يَقُولُ لاَ وَ هُوَ وَاقِفٌ حَتَّى دَخَلَ أَبُو هَارُونَ الْمَكْفُوفُ قَالَ سَلْ هَذَا فَقُلْتُ هَلْ رَأَيْتَ أَبَا جَعْفَرٍ فَقَالَ أَلَيْسَ هُوَ بِقَائِمٍ قَالَ وَ مَا عِلْمُكَ قَالَ وَ كَيْفَ لاَ أَعْلَمُ وَ هُوَ نُورٌ سَاطِعٌ" ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا، دوسرے لوگ بھی وہاں آجا رہے تھے تو حضرتؑ نے مجھ سے پوچھا کہ ذرا ان لوگوں سے یہ تو پوچھو کہ کیا وہ مجھے دیکھ رہے ہیں؟ ابوبصیر کا بیان ہے کہ جب جس شخص سے بھی پوچھا کہ کیا تم نے امام ابو جعفر علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ تو ہر ایک نے یہی کہا کہ نہیں جبکہ امام وہیں کھڑے ہوئے تھے! ابوہارون مکفوف داخل ہوئے تو حضرتؑ نے ابوبصیر سے فرمایا: ان سے بھی پوچھو، ذرا دیکھو یہ کیا جواب دیتے ہیں! میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے امام ابو جعفر کو دیکھا ہے؟ ابوہارون مکفوف نے جواب دیا کہ کیا یہ کھڑے نہیں ہیں! جس پر ابوبصیر نے کہا کہ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ ابوہارون نے جواب دیا: مجھے کیسے معلوم نہ ہو گا وہ تو ایک چمکتا ہوا نور ہے۔[1]

---

[1]. بحار الانوار، عربی، ج۴۶، ص ۲۴۳- بحار الانوار، اردو، ج۴، ص ۳۴۔

تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز ہم سے پوشیدہ نہیں: "قَالَ وَ سَمِعْتُ يَقُولُ لِرَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْإِفْرِيقِيَةِ مَا حَالُ رَاشِدٍ قَالَ خَلَّفْتُهُ حَيّاً صَالِحاً يُقْرِئُكَ السَّلَامَ قَالَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ مَاتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَتَى قَالَ بَعْدَ خُرُوجِكَ بِيَوْمَيْنِ قَالَ وَ اللهِ مَا مَرِضَ وَ لَا كَانَ بِهِ عِلَّةٌ قَالَ وَ إِنَّمَا يَمُوتُ مَنْ يَمُوتُ مِنْ مَرَضٍ وَ عِلَّةٍ قُلْتُ مَنِ الرَّجُلُ قَالَ رَجُلٌ لَنَا مُوَالٍ وَ لَنَا مُحِبٌّ ثُمَّ قَالَ أَ تَرَوْنَ أَنْ لَيْسَ لَنَا مَعَكُمْ أَعْيُنٌ نَاظِرَةٌ وَ أَسْمَاعٌ سَامِعَةٌ بِئْسَ مَا رَأَيْتُمْ وَ اللهِ لَا يَخْفَى عَلَيْنَا شَيْءٌ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَاحْضُرُونَا جَمِيعاً وَ عَوِّدُوا أَنْفُسَكُمُ الْخَيْرَ وَ كُونُوا مِنْ أَهْلِهِ تُعْرَفُوا فَإِنِّي بِهَذَا آمُرُ وُلْدِي وَ شِيعَتِي "

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام کو ایک افریقی باشندے سے یہ پوچھتے ہوئے سنا: راشد کا کیا حال ہے؟ تو اس افریقی نے جواب دیا کہ میں اسے صحت مند اور تندرست چھوڑ کر آیا ہوں، اس نے آپ کو سلام کہا ہے تو امامؑ نے فرمایا کہ خدا اس پر رحمت کرے اس شخص نے دریافت کیا کہ حضور کیا وہ مر گیا؟ تو آپؑ نے فرمایا: ہاں وہ مر گیا، وہ شخص پوچھنے لگا: کب؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ تمہارے وہاں سے نکلنے کے دو دن کے بعد ہی مر گیا، جس پر اس افریقی نے عرض کیا کہ خدا کی قسم! اسے تو کوئی بھی بیماری نہیں تھی، امامؑ نے فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ ہماری دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان نہیں ہیں؟ اگر ایسا سمجھتے ہو تو کتنی بری بات ہے! خدا کی قسم! تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز ہم سے پوشیدہ نہیں، تم یہ سمجھ لو کہ ہم تمہارے سامنے موجود رہتے ہیں، اپنے

آپ کو نیک کاموں کا عادی بناؤ اور نیکی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ میں اپنے فرزندوں کو اور اپنے تمام شیعوں کو اسی کا حکم دیتا ہوں۔[۱]

ہاتھ پھیرا نابینا کو بینائی مل گئی پھر سب دیکھا: " عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ وَ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقُلْتُ لَهُمَا أَنْتُمَا وَرَثَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَارِثُ الْأَنْبِيَاءِ عَلِمَ كُلَّ مَا عَلِمُوا فَقَالَ لِي نَعَمْ فَقُلْتُ أَنْتُمْ تَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ تُحْيُوا الْمَوْتَى وَ تُبْرِءُوا الْأَكْمَهَ وَ الْأَبْرَصَ فَقَالَ لِي نَعَمْ بِإِذْنِ اللهِ ثُمَّ قَالَ ادْنُ مِنِّي يَا أَبَا مُحَمَّدٍ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَى عَيْنِي وَ وَجْهِي فَأَبْصَرْتُ الشَّمْسَ وَ السَّمَاءَ وَ الْأَرْضَ وَ الْبُيُوتَ وَ كُلَّ شَيْءٍ فِي الدَّارِ قَالَ أَتُحِبُّ أَنْ تَكُونَ هَكَذَا وَ لَكَ مَا لِلنَّاسِ وَ عَلَيْكَ مَا عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْ تَعُودَ كَمَا كُنْتَ وَ لَكَ الْجَنَّةُ خَالِصاً قُلْتُ أَعُودُ كَمَا كُنْتُ قَالَ فَمَسَحَ عَلَى عَيْنِي فَعُدْتُ كَمَا كُنْتُ قَالَ عَلِيٌّ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ أَبِي عُمَيْرٍ - فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ هَذَا حَقٌّ كَمَا أَنَّ النَّهَارَ حَقٌّ " حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام کی خدمت میں ابو بصیر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں؟ فرمایا: ہاں، تو میں نے عرض کیا کہ آنحضرتؐ تمام انبیائے کرام کے وارث ہیں اور ہر اس امر کے عالم ہیں جس کا انہیں علم تھا؛ ہاں ہاں ایسا ہی ہے، پھر میں نے عرض کیا کہ کیا آپ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ مردوں کو زندہ کردیں؟ پیدائشی نابینا اور جزام و برص میں مبتلا آدمی کو شفا عطا فرمائیں؟

[۱]۔ بحار الأنوار، عربی، ج۴۶، ص ۲۴۳- بحار الانوار، اردو، ج۴، ص ۳۴۔

فرمایا: ہاں خداوند عالم کے اذن اور اس کی مرضی سے ہم اس کام کی قدرت رکھتے ہیں؛ پھر فرمایا: ابو محمد! ذرا قریب آؤ، میں قریب ہوا تو آپ نے میری آنکھوں اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو میں بینا ہو گیا اور میں نے سورج، آسمان، زمین اور پورا گھر نیز گھر کے اندر کی ہر چیز کو آنکھوں سے دیکھ لیا؛ پھر حضرتؑ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اسی حالت میں رہ کر بروز قیامت عام لوگوں کے طریقہ سے سوالوں کے جوابات دو یا جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو جاؤ اور جنت تمہارے لئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں پہلے کی حالت میں رہنا چاہتا ہوں تو حضرتؑ نے پھر میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور میں پہلے کی طرح نابینا ہو گیا۔[1]

حاجی کم اور بندر سور زیادہ: "قَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِلْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ مَا أَكْثَرَ الْحَجِيجَ وَ أَعْظَمَ الضَّجِيجَ فَقَالَ بَلْ مَا أَكْثَرَ الضَّجِيجَ وَ أَقَلَّ الْحَجِيجَ أَ تُحِبُّ أَنْ تَعْلَمَ صِدْقَ مَا أَقُولُهُ وَ تَرَاهُ عِيَاناً فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَى عَيْنَيْهِ وَ دَعَا بِدَعَوَاتٍ فَعَادَ بَصِيراً فَقَالَ انْظُرْ يَا أَبَا بَصِيرٍ إِلَى الْحَجِيجِ قَالَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَكْثَرُ النَّاسِ قِرَدَةٌ وَ خَنَازِيرُ وَ الْمُؤْمِنُ بَيْنَهُمْ مِثْلُ الْكَوْكَبِ اللاَّمِعِ فِي الظَّلْمَاءِ فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ صَدَقْتَ يَا مَوْلاَيَ مَا أَقَلَّ الْحَجِيجَ وَ أَكْثَرَ الضَّجِيجَ ثُمَّ دَعَا بِدَعَوَاتٍ فَعَادَ ضَرِيراً فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ فِي ذَلِكَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ مَا بَخِلْنَا عَلَيْكَ يَا أَبَا بَصِيرٍ وَ إِنْ كَانَ اللهُ تَعَالَى مَا ظَلَمَكَ وَ إِنَّمَا خَارَ لَكَ وَ خَشِينَا فِتْنَةَ النَّاسِ بِنَا وَ أَنْ يَجْهَلُوا فَضْلَ اللهِ عَلَيْنَا وَ يَجْعَلُونَا أَرْبَاباً مِنْ دُونِ اللهِ وَ نَحْنُ لَهُ عَبِيدٌ - لاَ نَسْتَكْبِرُ عَنْ

---

[1] ۔ بحار الأنوار، عربی، ج۴۶، ص۲۳۷۔ بحار الانوار، اردو، ج۴، ص۲۸۔

عِبَادَتِهِ وَ لاَ نَسْأَمُ مِنْ طَاعَتِهِ وَ نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ "ابو بصیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا اس سال بڑی کثرت سے حاجی آئے ہوئے ہیں اور بڑا شور ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اچھا بہت شور و غل ہو رہا ہے لیکن ان میں حاجی بہت کم ہیں، کیا تم پسند کرو گے کہ میں اس کی حقیقت سے تمہیں آگاہ کروں اور تم خود آنکھوں سے دیکھ لو؟ ابو بصیر کہتے ہیں کہ امامؑ نے اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرا اور کچھ دعائیہ کلمات زبان پر لائے تو میری بصارت لوٹ آئی، امامؑ نے فرمایا: اے ابو بصیر اپنی آنکھوں سے حاجیوں کو دیکھ لو، وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بہت زیادہ لوگ بندروں اور سوروں کی صورت میں ہیں! اور ان کے درمیان مومن اس طرح نظر آ رہے ہیں جیسے اندھیرے میں چند ستارے چمک رہے ہوں، میں نے عرض کیا کہ مولاؑ آپ نے بالکل سچ فرمایا کہ حاجی کتنے کم ہیں! شور و غل کتنا زیادہ ہے! اس کے بعد امامؑ نے پھر کچھ دعائیہ کلمات زبان پر جاری کئے اور پھر میں نابینا ہو گیا۔[1]

<u>مرے ہوئے باپ سے ملاقات:</u> "رَوَى أَبُو عُتَيْبَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ أَنَا مِنْ أَهْلِ الشَّامِ أَتَوَلاَّكُمْ وَ أَبْرَأُ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَ أَبِي كَانَ يَتَوَلَّى بَنِي أُمَيَّةَ وَ كَانَ لَهُ مَالٌ كَثِيرٌ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ غَيْرِي وَ كَانَ مَسْكَنُهُ بِالرَّمْلَةِ وَ كَانَ لَهُ جُنَيْنَةٌ يَتَخَلَّى فِيهَا بِنَفْسِهِ فَلَمَّا مَاتَ طَلَبْتُ الْمَالَ فَلَمْ أَظْفَرْ بِهِ وَ لاَ أَشُكُّ أَنَّهُ دَفَنَهُ وَ أَخْفَاهُ مِنِّي قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ أَ فَتُحِبُّ أَنْ تَرَاهُ وَ تَسْأَلَهُ أَيْنَ مَوْضِعُ مَالِهِ قَالَ إِي وَ اللَّهِ إِنِّي لَفَقِيرٌ مُحْتَاجٌ فَكَتَبَ أَبُو جَعْفَرٍ كِتَاباً وَ خَتَمَهُ بِخَاتَمِهِ ثُمَّ قَالَ انْطَلِقْ بِهَذَا

---

[1]۔ بحار الأنوار، عربی، ج۴۶، ص۲۶۱۔ بحار الانوار، اردو، ج۴، ص۴۸۔

اَلْكِتَابِ اللَّيْلَةَ إِلَى الْبَقِيعِ حَتَّى تَتَوَسَّطَهُ ثُمَّ تُنَادِي يَا درجان يَا درجان
فَإِنَّهُ يَأْتِيكَ رَجُلٌ مُعْتَمٌّ فَادْفَعْ إِلَيْهِ كِتَابِي وَ قُلْ أَنَا رَسُولُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ
بْنِ الْحُسَيْنِ فَإِنَّهُ يَأْتِيكَ فَاسْأَلْهُ عَمَّا بَدَا لَكَ فَأَخَذَ الرَّجُلُ الْكِتَابَ وَ
انْطَلَقَ، قَالَ أَبُو عُتَيْبَةَ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَيْتُ أَبَا جَعْفَرٍ لِأَنْظُرَ مَا حَالُ
الرَّجُلِ فَإِذَا هُوَ عَلَى الْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلْنَا جَمِيعاً
فَقَالَ الرَّجُلُ اللهُ يَعْلَمُ عِنْدَ مَنْ يَضَعُ الْعِلْمَ قَدِ انْطَلَقْتُ الْبَارِحَةَ وَ
فَعَلْتُ مَا أَمَرْتَ فَأَتَانِي الرَّجُلُ فَقَالَ لَا تَبْرَحْ مِنْ مَوْضِعِكَ حَتَّى آتِيَكَ بِهِ
فَأَتَانِي بِرَجُلٍ أَسْوَدَ فَقَالَ هَذَا أَبُوكَ قُلْتُ مَا هُوَ أَبِي قَالَ غَيَّرَهُ اللَّهَبُ وَ
دُخَانُ الْجَحِيمِ وَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ قُلْتُ أَنْتَ أَبِي قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا غَيَّرَكَ
عَنْ صُورَتِكَ وَ هَيْئَتِكَ قَالَ يَا بُنَيَّ كُنْتُ أَتَوَلَّى بَنِي أُمَيَّةَ وَ أُفَضِّلُهُمْ عَلَى
أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَعَذَّبَنِي اللهُ بِذَلِكَ وَ كُنْتَ
أَنْتَ تَتَوَلَّاهُمْ وَ كُنْتُ أُبْغِضُكَ عَلَى ذَلِكَ وَ حَرَمْتُكَ مَالِي فَزَوَيْتُهُ عَنْكَ
وَ أَنَا الْيَوْمَ عَلَى ذَلِكَ مِنَ النَّادِمِينَ فَانْطَلِقْ يَا بُنَيَّ إِلَى جَنَّتِي فَاحْفِرْ تَحْتَ
الزَّيْتُونَةِ وَ خُذِ الْمَالَ مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ فَادْفَعْ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ خَمْسِينَ أَلْفاً وَ الْبَاقِي لَكَ ثُمَّ قَالَ وَ أَنَا مُنْطَلِقٌ حَتَّى آخُذَ الْمَالَ وَ
آتِيَكَ بِمَالِكَ، قَالَ أَبُو عُتَيْبَةَ فَلَمَّا كَانَ مِنْ قَابِلٍ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ مَا فَعَلَ الرَّجُلُ صَاحِبُ الْمَالِ قَالَ قَدْ أَتَانِي بِخَمْسِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ
فَقَضَيْتُ مِنْهَا دَيْناً كَانَ عَلَيَّ وَ ابْتَعْتُ مِنْهَا أَرْضاً بِنَاحِيَةِ خَيْبَرَ وَ وَصَلْتُ
مِنْهَا أَهْلَ الْحَاجَةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي " ابو عتیبہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں
ایک بار امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ

میں شام کا رہنے والا ہوں اور آپ حضرات سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے دشمنوں سے بیزار ہوں؛ میرا باپ بنی امیہ سے محبت کرتا تھا اور مالدار بھی تھا، میرے علاوہ اس کے کوئی بیٹا بھی نہیں اور اس کی جائے رہائش رملہ میں تھی (رملہ ایک شہر کا نام ہے جس کے اور بیت المقدس کے درمیان ۱۸ میل کا فاصلہ ہے) میرے باپ کے پاس ایک باغ تھا جس میں وہ تنہائی میں اٹھتا بیٹھتا تھا، وہ مرگیا تو میں نے اس کے مال کو تلاش کیا لیکن اس میں کامیابی نہ ملی اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس نے اپنے مال کو زمین میں دبا دیا ہے اور مجھ سے چھپایا ہے، حضرتؑ نے یہ سن کر فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے باپ سے ملو اور معلوم کرو کہ مال کہاں رکھا ہے؟ اس شامی نے کہا: خدا کی قسم حضور! میں بہت غریب اور محتاج ہوں اور یہی چاہتا ہوں؛ یہ سن کر حضرتؑ نے ایک خط لکھا اور اس پر اپنی مہر ثبت کی پھر فرمایا کہ آج رات اس خط کو لے کر بقیع کی طرف چلے جاؤ، جب بقیع کے درمیان میں پہنچو تو یا درجان! یا درجان! کہہ کر آواز دینا، تمہارے پاس ایک شخصیت آئے گی جس کے سر پر عمامہ ہوگا، ان کو میرا یہ خط دے دینا اور کہنا کہ میں محمد بن علی بن حسینؑ کا قاصد ہوں، پھر تمہارا باپ تمہارے پاس آئے گا، تم اس سے اپنے معاملہ کے بارے میں دریافت کرنا، چنانچہ شامی وہ خط لے کر روانہ ہوگیا۔ ابوعتیبہ کا بیان ہے کہ جب دوسرا دن ہوا تو میں مولا محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا کہ اس مرد شامی کا حال معلوم کروں، دیکھا تو وہ دروازہ پر اندر جانے کے لئے منتظر کھڑا ہے، چنانچہ اسے اجازت ملی اور ہم دونوں ایک ساتھ اندر پہنچے، وہ شامی کہنے لگا: خدا ہی بہتر سمجھتا ہے کہ وہ کس کو اپنے علم کا مقام قرار دے! حضور! میں شب گزشتہ وہاں پہنچا اور آپ کے حکم کے

مطابق میں نے عمل کیا تو میرے پاس ایک معمّر شخصیت آئی اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہیں ٹھہرے رہو کہ میں اسے تمہارے پاس لے آؤں، چنانچہ وہ ایک بہت کالے آدمی کو لے کر آئے اور کہنے لگے کہ یہ تمہارا باپ ہے، میں نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو میرا باپ نہیں ہے! اس شخصیت نے کہا: دوزخ کی آگ کے شعلوں اور دھوؤں نے اس کی شکل کو بدل ڈالا ہے، میں نے اس کالے آدمی سے کہا کہ کیا تم میرے باپ ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میں تیرا باپ ہوں، پھر میں نے پوچھا کہ تمہاری صورت اور شکل کیوں بدل گئی؟ انہوں نے جواب دیا: بیٹا میں بنو امیہ سے محبت رکھتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے اہل بیتؑ کو ان پر فضیلت نہیں دیتا تھا تو خدائے تعالیٰ نے مجھے عذاب میں مبتلا کر دیا، چونکہ تو اہل بیت سے محبت رکھتا تھا لہٰذا میں تجھ سے دشمنی رکھنے لگا اور میں نے اپنے مال سے تجھے محروم کر دیا اور اس سے پوشیدہ کر دیا؛ آج اپنے کئے پر شرمندہ ہوں لہٰذا بیٹا! میرے باغ میں جاؤ اور زیتون کے درخت کے نیچے کھدائی کرو اور ایک لاکھ درہم نکال کر ۵۰ ہزار درہم امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا اور باقی تیرے لئے ہیں، پھر میرے باپ نے کہا کہ میں خود چلتا ہوں تا کہ مال کو نکالوں اور تیرے حوالہ کروں؛ ابو عتیبہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک بار موقع ملا تو میں نے حضرتؑ سے دریافت کیا کہ اس مال والے آدمی کے معاملہ کا کیا رہا؟ امام نے ارشاد فرمایا کہ وہ ۵۰ ہزار درہم لے کر میرے پاس آیا تھا، میں نے وہ درہم لیکر اپنا قرض ادا کیا اور خیبر کے اطراف میں ایک زمین خریدی اور کچھ رقم اپنے اہل بیت کے ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دی۔[1]

---

[1]۔ الخرائج والجرائح۔ بحار الأنوار، عربی، ج۴۶، ص ۲۴۵۔ بحار الانوار، اردو، ج۴، ص ۳۶۔

جابر سے ملاقات: "وَ لَقَدْ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ يَا جَابِرُ إِنَّكَ سَتَبْقَى حَتَّى تَلْقَى وَلَدِي مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْمَعْرُوفَ فِي التَّوْرَاةِ بِبَاقِرٍ فَإِذَا لَقِيتَهُ فَأَقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ فَلَقِيَهُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ فِي بَعْضِ سِكَكِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ يَا غُلَامُ مَنْ أَنْتَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ لَهُ جَابِرٌ يَا بُنَيَّ أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ فَقَالَ شَمَائِلُ رَسُولِ اللهِ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ قَالَ يَا بُنَيَّ رَسُولُ اللهِ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ فَقَالَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ السَّلَامُ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَ الْأَرْضُ وَ عَلَيْكَ يَا جَابِرُ بِمَا بَلَّغْتَ السَّلَامَ فَقَالَ لَهُ جَابِرٌ يَا بَاقِرُ يَا بَاقِرُ أَنْتَ الْبَاقِرُ حَقّاً أَنْتَ الَّذِي تَبْقَرُ الْعِلْمَ بَقْراً ثُمَّ كَانَ جَابِرٌ يَأْتِيهِ فَيَجْلِسُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُعَلِّمُهُ وَ رُبَّمَا غَلَطَ جَابِرٌ فِيمَا يُحَدِّثُ بِهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَيَرُدُّ عَلَيْهِ وَ يُذَكِّرُهُ فَيَقْبَلُ ذَلِكَ مِنْهُ وَ يَرْجِعُ إِلَى قَوْلِهِ وَ كَانَ يَقُولُ يَا بَاقِرُ يَا بَاقِرُ يَا بَاقِرُ أَشْهَدُ بِاللهِ أَنَّكَ قَدْ أُوتِيتَ الْحُكْمَ صَبِيّاً" مجھ سے جابر ابن عبداللہ انصاری نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ انہوں نے فرمایا: اے جابر! تم اتنے دنوں تک زندہ رہو گے کہ میرے فرزند محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ملاقات کرو جن کو توریت میں باقر کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور جب ان سے تمہاری ملاقات ہو تو میری طرف سے ان کو میرا اسلام کہنا چنانچہ ایک مرتبہ مدینہ کی گلی میں جابر کی ان سے ملاقات ہوئی، جابر نے ان سے پوچھا: صاحبزادہ! تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں محمد بن علی ابن ابی طالب ہوں، جابر نے کہا: صاحبزادہ! ذرا سامنے تو آؤ، سامنے آئے، پھر کہا: پیچھے تو جاؤ، پیچھے گئے، ہر پہلو سے دیکھ کر جابر نے کہا: خدا کی قسم یہ پورا حلیہ رسول خدا سے مل رہا ہے،

پھر کہا: صاحبزادہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا ہے، انہوں نے کہا: جب تک زمین و آسمان قائم ہے رسول اللہ پر میرا سلام ہو اور تم پر بھی میرا سلام اے جابر! کیوں کہ تم نے ان کا سلام مجھ تک پہنچایا ہے۔ باقر اے باقر! آپ واقعی باقر ہیں۔ آپ علم کو شگاف کریں گے جیسا کہ شگاف کرنے کا حق ہے۔ اس کے بعد جابر ابن عبداللہ کا دستور تھا کہ امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں آتے اور آپؑ کے سامنے بیٹھتے اور انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں سناتے اور جہاں جابر سے غلطی ہوتی یا بھول کو رد کر دیتے تو آپؑ انہیں صحیح یاد دلاتے اور جابر قبول کرتے اور جابر برابر کہا کرتے اے باقر اے باقر اے باقر! میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آپ کو بچپن ہی میں علم و حکمت عطا کی گئی ہے۔[1]

سرور کائنات ایک دن اپنی آغوش مبارک میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو لئے ہوئے پیار کر رہے تھے، اسی درمیان آپ کے صحابی جابر ابن عبداللہ انصاری حاضر ہوئے، حضرتؐ نے جابر کو دیکھ کر فرمایا: اے جابر! میرے اس فرزند کی نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو علم و حکمت سے بھرپور ہوگا، تم اس کا زمانہ پاؤ گے اور اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک وہ سطح ارض پر نہ آجائے، اے جابر! دیکھو جب تم اس سے ملنا تو میرا اسلام کہہ دینا، جابر نے اس خبر اور اس پیشگوئی کو کمال مسرت کے ساتھ سنا اور اسی وقت سے اس بہترین ساعت کا انتظار کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ چشم انتظار میں آنکھوں کا نور جاتا رہا، جب تک بینا تھے ہر مجلس و محفل میں تلاش کرتے رہے اور جب نور نظر جاتا رہا تو زبان سے پکارنا شروع کر دیا اور آپ کی زبان پر ہر وقت امام محمد باقر علیہ السلام کا نام رہنے لگا یہاں تک کہ لوگ یہ کہنے لگے کہ جابر کا

---

[1] علل الشرائع، ج۱، ص ۲۳۳۔

دماغ ضعیفی کی وجہ سے چلا گیا ہے لیکن بہر حال وہ وقت آہی گیا کہ آپ پیغام احمدی اور سلام محمدی پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم جابر ابن عبداللہ انصاری کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے، آپؑ کے ہمراہ آپ کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام بھی تھے، امام علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا: چچا جابر ابن عبداللہ انصاری کے سر کا بوسہ دو، انہوں نے فوراً تعمیل حکم کیا، جابر نے ان کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور کہا کہ ابن رسول اللہ! آپ کو جد نامدار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے سلام بھیجا ہے، حضرتؑ نے کہا: اے جابر! ان پر اور تم پر میری طرف سے بھی سلام ہو، اس کے بعد جناب جابر ابن عبداللہ انصاری نے آپؑ سے محشر کے ہنگام میں شفاعت کی ضمانت لی، آپؑ نے منظور فرمایا اور کہا کہ میں تمہارے جنت میں جانے کا ضامن ہوں۔[1]

❁ ❁ ❁

[1]۔ چودہ ستارے، ص ۳۱۳۔

﴿عطائے امام جعفر صادق علیہ السلام﴾

اسم: جعفر، لقب: صادق، کنیت: ابو عبد اللہ، والد: امام محمد باقر علیہ السلام، والدہ: ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر، تاریخ ولادت: ۱۷ ربیع الاول ۸۳ ھ، جائے ولادت: ابواء مابین مکہ و مدینہ، تاریخ شہادت: ۱۵ شوال یا ۲۵ شوال ۱۴۸ھ، کل مدت حیات: ۶۵ سال، بادشاہان وقت: وقت ولادت عبد الملک بن مروان، وقت شہادت منصور دوانقی ملعون، وجہ شہادت: زہر دیا گیا، مدفن: جنت البقیع مدینہ منورہ، زوجہ: حمیدہ خاتون صلواۃ اللہ علیہا، اولاد: ۷ پسر ۳ دختر آپ کے فرزندوں میں سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور اسماعیل ہیں۔

معنی جعفر: جعفر جنت کی ایک نہر کا نام ہے، چونکہ نہر سے فیض عام ہوتا ہے اسی لئے امام کے علم و فضل سے بھی فیض عام جاری رہے گا، یہ حقیقت ہے کہ جب نہر بہتی ہے تو اس کے دائیں اور بائیں جتنے درخت ہوتے ہیں یعنی جو درخت اس کی صحبت میں ہوتے ہیں وہ سب ہرے بھرے ہو جاتے ہیں، یقین کیجئے جو لوگ ان کی محفل و مجالس سے مستفید ہوتے ہیں وہ لوگ ہرے بھرے ہوتے ہیں۔

تھیلی گم ہونے کا واقعہ: ایک حاجی مدینہ آیا، وہ مسجد نبوی میں سو رہا تھا، جب بیدار ہوا تو اس نے اپنا سامان سنبھالا، اسے اسے یہ غلط فہمی ہوگئی کہ میری پیسوں کی تھیلی چوری ہوگئی ہے، وہ تھیلی کے لئے دوڑا تو دیکھا امام صادق علیہ السلام مسجد سے جا رہے ہیں، وہ سمجھا کہ انہوں نے میری تھیلی اٹھالی ہے لہٰذا آپ سے لپٹ گیا اور کہنے لگا کہ تم نے میری تھیلی چرائی ہے، آپ نے فرمایا: چرائی ہے یا نہیں چرائی، اس بات کو

رہنے دے، تو یہ بتا کہ اس تھیلی میں کتنی رقم تھی؟ اس نے کہا: ایک ہزار دینار تھے، آپ نے فرمایا: میرے ساتھ چل، آپ اسے اپنے گھر لائے، عزت سے بیٹھایا، پانی پلایا، غلام سے فرمایا: اسے ایک ہزار دینار دے دو، جب وہ لے کر واپس دوبارہ مسجد آیا اور سامان کو پھر سے درست کرنے لگا تو اسے وہ تھیلی اپنے ہی سامان میں مل گئی، وہ بہت زیادہ شرمندہ ہو کر واپس آیا، آپ کی خدمت میں ہزار دینار واپس دینے لگا اور معذرت کرنے لگا، آپؑ نے فرمایا: جو ہم دے دیتے ہیں اسے واپس نہیں لیتے، وہ شخص امام کے گھر سے باہر آیا اور اس نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟ جب اسے بتایا گیا کہ فرزند رسول امام صادق علیہ السلام ہیں تو وہ شرمسار ہوا اور کہنے لگا: ان کا حق بھی یہی ہے جو انہوں نے میرے ساتھ کیا۔

اس واقعہ سے ہمیں دو نتیجے ملتے ہیں، پہلا نتیجہ یہ ہے کہ جب تک انسان پوری طرح مطمئن نہ ہو جائے کسی پہ الزام تراشی نہ کرے تاکہ بعد میں شرمندہ نہ ہونا پڑے، دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ امامؑ نے اسے دیتے ہوئے صفائی نہیں پیش کی، امام جانتے ہیں کہ میری اس قربانی سے قوم کو درس حاصل ہو گا اور پھر وہ واپس آکر جب دینے لگا تب بھی آپ نے اسے شرمسار نہ کر کے بتایا کہ جب انسان خود شرمسار ہو جائے تو اسے دوبارہ شرمسار نہیں کرنا چاہئے۔[1]

سو دینار کی داستان: سعید نامی شخص کہتا ہے کہ میں حج پہ آیا، انتہائی تنگدست تھا، حج سے فارغ ہونے کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنا حال بیان کیا، مولا خاموشی سے سنتے رہے، کچھ دیر بعد میں وہاں سے اٹھا اور دروازہ پر

---

[1]۔ الدمعۃ الساکبہ، ج۲، ص ۵۲۲۔

آیا تو ایک تھیلی پڑی ہوئی تھی، میں نے اسے اٹھایا، اس میں سات سو دینار تھے، میں واپس آیا اور یہ سارا واقعہ میں نے امام کو سنایا، میرا خیال تھا کہ آپؑ مجھے اس میں تصرف کی اجازت دے دیں گے لیکن آپ نے فرمایا: تمہیں اسے ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہیے تھا یعنی کھولنا نہیں چاہیے تھا، اب جب اٹھالی ہے تو جاؤ اعلان کر کے مالک کو تلاش کرو اور اسے دے دو، میں انتہائی پریشان ہو کر باہر آیا، میدان منیٰ میں اعلان کیا کہ یہ تھیلی جس کی ہے وہ لے لے، ایک شخص نے آکر کہا: یہ تھیلی میری ہے، جب اس نے علامت بتا دی تو میرے پاس دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا، میں نے بے دلی سے تھیلی دی، اس نے اپنی رقم گنی پھر اس میں سے ۷۰ دینار نکال کر مجھے دیئے اور کہا اگر ۷۰۰ دینار رکھ لیتا تو حرام ہوتے، اب یہ ۷۰ دینار لے لے یہ تیرے لئے حلال ہیں، میں نے لے لئے اور واپس امام کی خدمت میں آکر انہیں سارا حال سنایا، آپؑ نے غلام سے فرمایا: اسے ۳۰ دینار اور دے دو، غلام نے ۳۰ دینار دیئے تو اب میرے پاس پورے ۱۰۰ دینار ہو گئے اور میں آتے ہوئے جتنا خالی تھا، جاتے ہوئے اتنا ہی مالا مال تھا خوشحال تھا۔[1]

چار سو دینار کی کہانی: مفضل ابن قیس کہتا ہے کہ میں تنگدستی کے عالم میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی روداد سنائی، آپؑ نے اپنے غلام سے پوچھا: تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ غلام نے کہا: آقا میرے پاس صرف چار سو دینار ہیں، آپؑ نے فرمایا: یہ چار سو دینار مفضل کو دے دو، جب غلام نے وہ چار سو دینار مفضل کو دے دیئے تو مفضل نے کہا: آقا! میں آپ سے مانگنے نہیں آیا تھا، میرا مقصد یہ تھا کہ آپ دعا

---

[1]۔ الدمعۃ الساکبہ، ج۲، ص ۵۲۳۔

فرمادیں تاکہ میرے رزق میں بھی وسعت آجائے، آپؑ نے فرمایا: دعاتو میں کروں گا انشاءاللہ، یہ پیسے رکھ لو اور ہر ایک کے سامنے اپنی تنگدستی کا شکوہ نہ کیا کرو، دیتا کوئی کچھ نہیں ہے لیکن انسان کی قیمت مانگنے سے گرجاتی ہے۔[۱]

قصیدہ کی جزا: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اپنے بابا امام صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت اشجع شاعر آیا، بابا کی طبیعت ناساز تھی لیکن اشجع شاعر کو دیکھ کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا کوئی نئی چیز لکھ کے لائے ہو؟ اشجع نے عرض کیا: آقا! لایا تو ہوں لیکن ابھی آپ کی طبیعت ناساز ہے اس لئے پھر کسی وقت سناؤں گا، آپؑ نے فرمایا: نہیں، ابھی سناؤ، اس نے قصیدہ سنایا تو آپؑ نے غلام سے پوچھا: تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ غلام نے عرض کیا: چار سو دینار، آپؑ نے فرمایا: اشجع کو دے دو، اشجع نے وہ رقم لی اور شکریہ ادا کیا، اس کے بعد کہنے لگا: آقا! خطرناک صحراؤں اور جنگلوں سے میرا سفر رہتا ہے، کوئی ایک ایسی چیز تعلیم فرمائیے جسے پڑھنے کے بعد خطرہ نہ رہے، آپؑ نے فرمایا: جب کبھی ایسا مقام آجائے اور خطرہ محسوس کرو تو اپنا داہنا ہاتھ سر پر رکھ کر سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۸۳ پڑھا کرو: "أَفَغَيْرَ دِينِ اللهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ" تو کیا یہ لوگ اللہ کے دین (اسلام) کو چھوڑ کر کسی اور طریقہ کو تلاش کررہے ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں چار و ناچار (خوشی سے یا ناخوشی سے) اللہ ہی کی تابع فرمان (مسلم) ہیں اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

---

[۱]۔ الدمعۃ الساکبہ، ج۲، ص ۵۲۳۔

صدقہ کی اہمیت: ہارون بن عیسٰی سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادق علیہ السلام نے اپنے غلام سے پوچھا: آج تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ غلام نے کہا: آقا صرف چالیس دینار ہیں، آپؑ نے فرمایا: راہِ خدا میں صدقہ دے دو، غلام نے عرض کیا: اگر ہم یہ چالیس دینار صدقہ دے دیں گے تو ہمارے پاس کچھ بھی نہ رہے گا! آپؑ نے فرمایا: ہمیں اللہ دے گا، یہ سن کر اس نے وہ چالیس دینار صدقہ میں دے دیئے، تقریبًا دس دن بعد اتفاق سے میں آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا، آپؑ کی خدمت میں چار ہزار دینار موصول ہوئے، آپؑ نے غلام سے فرمایا: تم نے کچھ محسوس کیا! ہم نے راہ خدا میں صرف چالیس دینار دیئے تھے، اللہ نے ہمیں اس کے بدلہ چار ہزار دینار عطا کئے ہیں۔

انگور کا خوشہ: مسمع بن عبدالملک سے مروی ہے کہ ہم امام صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے سامنے انگور کا طشت رکھا ہوا تھا، ایک سائل آیا اور اس نے سوال کیا تو آپؑ نے انگور کا گچھا اٹھا کر اسے دے دیا، اس نے کہا: مجھے انگور کی ضرورت نہیں ہے، اگر ایک دو درہم مل جائیں تو بہتر ہے، آپؑ نے فرمایا: جو کچھ تو نے کہا ہے وہ اللہ نے سن لیا ہے، سائل چلا گیا، کچھ دیر بعد واپس آیا اور کہنے لگا: اچھا وہی انگور کا گچھا دے دیجئے، آپؑ نے اسے نہیں انگور کا گچھا نہیں دیا بلکہ سائل سے کہا: اللہ نے تیری یہ بات بھی سن لی ہے۔

اسی درمیان ایک دوسرا سائل بھی آیا، اس نے سوال کیا تو آپ نے اسے انگور کے چند دانے دیئے، اس نے دانے لیتے کہا: الحمدللہ، اور یہ کہہ کر جانے لگا، امامؑ نے فرمایا: ذرا ٹھہر جا، وہ رک گیا، آپ نے دونوں ہاتھوں سے انگور اٹھا کر دے دیئے، اس

نے لینے کے بعد کہا: الحمدللہ رب العالمین اور جانے لگا، اپ نے فرمایا: ذرا ٹھہر جا، وہ ٹھہر گیا تو آپ نے انگور کا پورا طشت اٹھا کر اس کے حوالہ کر دیا، سائل نے لینے کے بعد کہا: الحمدللہ رب العالمین اور جانے لگا، آپ نے فرمایا: ذرا ٹھہر جا، پھر غلام سے پوچھا: تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ غلام نے عرض کیا: آقا صرف بیس درہم ہیں، آپؑ نے فرمایا: سائل کو دے دو، غلام نے وہ بیس درہم سائل کو دے دیئے، سائل نے بیس درہم لے کے کہا: الحمدللہ وحدہ لا شریک اور جانے لگا: آپ نے فرمایا: ذرا رک جا، سائل رکا تو آپ نے اپنی قمیص اتاری اور سائل کے حوالہ کر دی، سائل نے قمیص لے کر کہا: جزاک اللہ یا اباعبداللہ اور پھر وہ چلا گیا، آپؑ نے سائل کے جانے کے بعد فرمایا: اگر سائل مجھے دعا دینے کے بجائے حمد خدا کرتا رہتا تو میرے پاس جو کچھ بھی تھا اسے دے دیتا۔

❁ ❁ ❁

﴿جنت البقیع مدینہ منورہ﴾

ارشادِ ربّانی ہورہا ہے: "اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا"، کیا یہ لوگ (دوسرے) لوگوں سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نوازا ہے؟ تو ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت عطا کی اور انہیں عظیم سلطنت عنایت کی۔ (یعنی اللہ نے ال محمدؐ کو قرآن عطا کیا، نبوت عطا کی، امامت عطا کی)۔[1]

صاحب فضیلت محسود ہوتا ہے یعنی جس سے حسد کیا جائے، اہل بیت علیہم السلام فرماتے ہیں کہ ہم وہ ہیں جن سے لوگ حسد کرتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: اِنَّ الْحَسَدَ لَیَأْکُلُ الْاِیْمَانَ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ، حسد ایمان کو اس طرح کھاجاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو کھاجاتی ہے۔[2]

اہل بیت سے حسد کرکے لوگوں کا ایمان ہی کہاں رہا! جب ایمان نہیں رہا تو اچھائی کی امید کہاں سے رکھی جاسکتی ہے؟ انسان جب کسی سے دشمنی کرنے لگتا ہے تو پھر کوشش کرتا ہے کہ اس کا عہدہ چھین لیا جائے، اسے ذلیل کردیا جائے، اسے اسیر کردیا جائے، اسے مار ڈالا جائے اور ہم نے تاریخ میں دیکھا کہ مولائے کائناتؑ کو ۷۰ ہزار منبروں سے گالی دلوائی گئی، خلافت کو چھینا گیا، انہیں اسیر کیا گیا، دیگر معصومین

---

[1]۔ سورہ نساء: آیت ۵۴۔

[2]۔ اصول کافی، شیخ کلینی، ج ۲، ص ۳۰۶۔

علیہم السلام کو زندانوں میں ڈالا گیا، ان کے کھانے پینے پر سختیاں کی گئیں اور زہر دیا گیا، گھروں کو جلایا گیا، بچوں کو پیاسا رکھا گیا، یہ حسد کی آگ تھی جو اتنی شکلوں سے گزری؛ اس کے بعد یہ سلسلہ آگے بڑھا، اولاد ابوسفیان ابوجہل اور ابولہب سے اور وہ بھی اپنے آباؤ اجداد کی مانند اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے یہاں تک پہنچے۔

جب حسد کرنے والا کسی سے حسد کرتا ہے اور اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ پاتا تو وہ یہ حرکت کرتا ہے، اس کی گاڑی کی ہوا ہی نکال دے گا، ٹائر پنچر کر دے گا، جن لوگوں کے آباواجداد نے اہل بیتؑ کے ساتھ ظلم کیا، ان کی اولادوں نے ان کے مزاروں کی بے حرمتی کی، ان کی قبروں کی ہتک حرمت کی، ان کے روضوں کو منہدم کیا۔

پہلا انہدام: سن ۱۲۲۰ھ میں تین سال کے محاصرہ اور شہر میں قحط کے آثار نمودار ہونے کے بعد وہابیوں نے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ دستیاب منابع کے مطابق سعود بن عبدالعزیز نے مدینہ پر قابض ہونے کے بعد مسجد نبویؐ کے خزانوں میں موجود تمام اموال کو ضبط کرتے ہوئے شہر میں موجود تمام بارگاہوں من جملہ قبرستان بقیع کی تخریب کا حکم صادر کیا۔ یوں ائمہ بقیع اور حضرت فاطمہؑ سے منسوب بیت الاحزان کو نقصان پہنچایا گیا۔

اس واقعہ کے بعد سلطنت عثمانیہ نے مدینہ کو وہابیوں سے دوبارہ واپس لینے کے لئے مدینہ پر حملہ کیا اور سن ۱۲۲۷ھ میں مدینہ پر دوبارہ قابض ہو گئے۔ اس کے بعد سلطنت عثمانیہ کے تیسویں امیر محمود دوّم نے سن ۱۲۳۴ھ کو قبرستان بقیع میں موجود بارگاہوں کی دوبارہ تعمیر کا حکم صادر کیا۔

دوسرا انہدام: جنت البقیع کا دوسرا انہدام اس طرح ہوا کہ وہابیوں نے ایک دفعہ پھر ماہ صفر سن ۱۳۴۴ ہجری میں مدینہ پر حملہ کیا۔ اس حملہ میں مسجد نبویؐ سمیت دیگر مذہبی مقامات کو بھی نقصان پہنچایا۔ اس کے سات مہینے بعد یعنی رمضان المبارک سن ۱۳۴۴ھ میں شیخ عبداللہ بن بُلَیہد جو مکہ کا قاضی تھا، اس نے مدینہ کے مفتیوں سے قبور پر بنائی گئی بارگاہوں سے متعلق سوال کر کے ان کی تخریب کا فتویٰ صادر کرایا اور ۸ شوال سن ۱۳۴۴ھ کو جنت البقیع میں موجود تمام بارگاہیں مکمل طور پر منہدم کر دی گئیں۔ دستیاب اسناد کے مطابق اس تخریب کے بعد سعودی عرب کے بادشاہ ملک عبدالعزیز نے ۱۲ شوال سن ۱۳۴۴ھ کو ایک خط میں عبداللہ بن بلیہد کے اقدامات کو سراہا۔

جنت البقیع اس عظیم زیارت گاہ کا نام ہے جہاں پر چار اماموں کی قبور طاہرہ موجود ہیں، جن میں سب سے پہلے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام، دوسری شخصیت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام، تیسری شخصیت امام محمد باقر علیہ السلام، چوتھی شخصیت امام جعفر صادق علیہ السلام اور آگے کی سمت دو قبریں ہیں جن میں سے ایک جناب عباس ابن عبدالمطلب (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا) اور ان کے آگے مادر امیر المومنین شہزادی فاطمہ بنت اسد کی قبر مبارک ہے، یہاں سے پلٹ کر جب واپس ہو رہے ہوں گے تو راہ میں حضرت علی علیہ السلام کے بھائی جناب عقیل، جناب عبداللہ ابن جعفر طیار (شہزادی زینب صلواۃ اللہ علیہا کے شریک حیات) کی قبور ہیں؛ باہر کے دروازہ سے نکلنے پر دائیں طرف جناب رسول کریمؐ کی دو پھوپھیاں ایک جناب صفیہ دوسری جناب عاتکہ کی قبریں ہیں اور تھوڑا آگے بڑھنے پر ایک چھوٹا

سا مقبرہ ہے جس میں حضرت ابوالفضل العباس کی مادر گرامی جناب ام البنین صلواۃ اللہ علیہا کی قبر مطہر ہے۔ اس کے علاوہ بہت سارے اصحاب مثلاً جابر ابن عبداللہ انصاریؓ، احد کے شہداء اور رسول کریمؐ کی ازواج اور دیگر بہت سی مقدس ہستیاں اسی قبرستان میں دفن ہیں۔

اس قبرستان پر پابندی کا یہ عالم ہے کہ یہاں نہ تو زیارت پڑھنے دیا جاتا ہے اور نہ یہاں رک سکتے ہیں، اور آگے بڑھ جائیے تو اہل بیتؑ کی دشمنی کو سامنے سے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ مجھے الرضا ٹور کی جانب سے کئی مرتبہ عمرہ پہ جانا نصیب ہوا اور حج بھی نیا بتاً جانا نصیب ہوا ہے، یہ سفر ایک مرتبہ میں نے اپنی شریک حیات اور اپنی چار سالہ پوتی فاطمہ کے ساتھ کیا تھا، اس کے بعد اپنے تینوں بھائی اکبر علی، اصغر علی، اختر علی اور ایک دوست مختار حسین کے ہمراہ رہا؛ پھر ایک مرتبہ فقط میں اپنے زوجہ نور جہاں کے ساتھ اور دیگر کئی قافلوں میں عمرہ کی زیارت سے مشرف ہوا، ہر مرتبہ جب بھی مدینہ میں پہنچے تو ہمیں اطمینان کے ساتھ زیارت کرنا نصیب نہیں ہوا، آنکھوں سے ہم نے کئی مرتبہ بقیع کو دیکھا، وہیں سے کھڑے ہو کر رسول کریمؐ سے فریاد کی، یا رسول اللہؐ! آپ کا روضہ کتنا خوبصورت ہے مگر جن نواسوں کو آپ اتنا چاہتے تھے کہ ان کے لئے ناقہ بھی بن جایا کرتے تھے، جن کے لئے آپ فرماتے تھے کہ یہ میری آنکھیں ہیں، یہ میری آنکھوں کا نور ہیں، آج انہی نواسوں کی قبور اطہر پر ایک درخت کا سایہ بھی نہیں ہے؛ ظالموں نے ویران کر دیا، آج وہاں قرآن نہیں پڑھ سکتے، آج وہاں زیارت نہیں پڑھ سکتے، یا رسول اللہؐ! آپ کو آپ کی ذات کا واسطہ، کرم فرمائیے تاکہ یہاں جلدی سے بقیع کی تعمیر ہو سکے اور ہمیں مرنے سے پہلے بقیع

کی تعمیر اور روضہ دیکھنا نصیب فرمائیں، یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کی فضیلت بیان کرنے کے لئے نسلوں کی طہارت چاہئے۔

بقیع کا اطلاق مدینے میں موجود ایک معروف قبرستان پر ہوتا ہے اور اسے جنت البقیع اور بقیع الغرقد کہا جاتا ہے، بقیع کے لفظی معنی وہ جگہ ہے جہاں پر بہت سے درخت یا مختلف درختوں کی جڑیں یا کٹے ہوئے درختوں کی باقیات ہوں اور غرقد کے معنی عوسجہ ہے، عوسجہ ایسا پودا ہوتا ہے جس پر مختلف رنگ کے پھول لگتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ غرقد چھاؤں والے درخت کی ایک قسم ہے، اس کی لکڑی کافی سخت ہوتی ہے، اس پر کانٹے بھی ہوتے ہیں اور اسی طرح اس کا کوئلہ بھی سخت ہوتا ہے۔

بقیع لغت میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی بھی مکان درخت سے خالی نہ ہو، بقیع الغرقد: جنت البقیع میں پہلے بہت درخت ہوا کرتے تھے لیکن بعد میں درخت ختم ہوگئے اور فقط بقیع کا نام رہ گیا۔

تاریخ میں ملتا ہے کہ جناب عقیل علیہ السلام کا گھر یہیں تھا اور اسی گھر کے پاس امام علی علیہ السلام نے بھی اپنا ایک مکان بنایا تھا، جہاں وہ تنہا کچھ وقت گزارا کرتے تھے اور پھر بیت الاحزان کے نام سے ایک مکان بنایا تھا جہاں شہزادی فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اپنے بابا کی عزاداری کرتی تھیں، مگر ظالموں نے ان تمام مقدس نشانات کو ویران کردیا، سارے نشانات کو منہدم کردیا، خدا ہم سب کی جانب سے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کی جانب سے ان دشمنان اہل بیت پر بے شمار لعنت کرے جنہوں نے آل محمدؐ کے تمام مقدس مقامات کو منہدم کیا۔

جناب عباس ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ :عام الفیل سے ۳۰ سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ کی کنیت ابو الفضل ہے اور آپ کی والدہ نفیلہ بنت خباب ہیں، یہ وہ پہلی عربی خاتون ہیں جنہوں نے خانہ کعبہ پر ریشمی اور دیباج کا غلاف چڑھایا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب عباس ابن عبد المطلبؑ ایک دفعہ بچپن میں گم ہو گئے تو ان کی والدہ نے منت مانی کہ اگر ان کا بیٹا انہیں مل گیا تو وہ خانہ کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھائیں گی۔

تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے کہ یہودیوں کا سب سے بڑا عالم "راس الجالوت" مصعب بن زبیر کے ساتھ مدینہ آیا، جب وہ جنت البقیع کے پاس پہنچا تو اس نے کہا یہ تو کفتہ ہے میں اس پر قدم نہیں رکھوں گا، مسعب نے اس سے پوچھا یہ کفتہ کیا ہوتا ہے؟ راس الجالوت نے کہا: یہ ایک مقدس قبرستان ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر توریت میں کیا ہے، اس مقدس قبرستان کے احترام کی خاطر وہ اس سے نہیں گزرا مگر افسوس اسی زمین پر انہدام کا سامان لاکر ملعونوں نے بقیع کو ویران و منہدم کر دیا۔

ایک دفعہ کسی نے جناب محمد حنفیہ سے کہا کہ تمہارے بابا تمہیں جنگ کے میدان میں بھیجتے ہیں لیکن امام حسن وامام حسین علیہما السلام کو جنگ کرنے کے لئے نہیں بھیجتے، اس کا کیا سبب ہے؟ جناب محمد حنفیہ نے بہت خوبصورت جواب دیا، انہوں نے فرمایا: میں اپنے بابا کا ہاتھ ہوں جب کہ امام حسن و امام حسین علیہما السلام میرے بابا کی آنکھیں ہیں، انسان اپنے ہاتھ سے ہی اپنی آنکھوں کو ضرر سے بچاتا ہے۔

قارئین کرام! نہایت انصاف طلب بات ہے، دنیا میں جہاں جہاں بھی قبرستان دیکھے گئے وہاں دادا دفن ہوئے تو ان کے پہلو میں دادی کی قبر ہوتی ہے، اس کے بعد

والد پھر والدہ اور پھر بیٹے وصیت کرتے ہیں کہ میں مرجاؤں تو والد کے پہلو میں دفن کرنا، کوئی کہتا ہے میں مرجاؤں تو والدہ کے پہلو میں دفن کرنا؛ دنیا کے ہر گوشہ میں یہی دستور ہے، یہی ترتیب ہے، کبھی کبھی باہر اگر کوئی حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے تو گھر والے کہتے ہیں کہ میت کو لایا جائے انہیں ہمارے ہی قبرستان میں دفن ہونا ہے؛ یہ زمین ہماری ملکیت نہیں ہے، اس کا مالک پروردگار اور آل محمدؐ ہیں جن کی ملکیت پوری کائنات ہو کیا انہیں ایسا نصیب ہوا جیسے ہمیں نصیب ہوتا ہے؟ باپ کے پہلو میں والدہ پھر جگہ بچ گئی تو کہتے ہیں کہ اس جگہ مجھے دفن کر دینا۔ جن کی یہ کائنات ہو اس گھرانہ پر کیسی کیسی مشکلات پڑی ہیں! علی مرتضیٰ کہاں دفن ہیں؟ ان کی شریک حیات فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کہاں دفن ہیں؟ پھر ان کے نور عین حسنؑ و حسینؑ کہاں دفن ہیں؟ ان کی دختر نیک اختر جناب زینب سلام اللہ علیہا کہاں دفن ہیں؟ جس طرح سے فاطمہ زہراؑ کا گھر اجڑا ہے کائنات میں کسی کا گھر ایسے نہیں اجڑا، علی مرتضیٰ نجف میں، فاطمہ زہرا مدینہ میں، حسن مجتبیٰ مدینہ میں، حسینؑ کربلا میں، جو بہن بھائی کے بغیر رہ نہیں سکتی تھی وہ بہن دمشق میں اور وہ بیٹی جس کو بابا کے سینہ کے بغیر نیند نہیں آتی تھی وہ دمشق میں، کوئی کاظمین میں، کوئی سامراء میں، کوئی مشہد میں، جس طرح سے یہ گھر اجڑا کائنات کا کوئی گھر نہ اجڑا دشمنوں نے صرف جنت البقیع منہدم نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو ابھی دیکھ لیجے مارچ ۲۰۲۵ء میں ملک شام پر قبضہ کر لیا بی بی کے روضہ کا نور انہوں نے گل کیا، روضہ کو ضرر پہنچایا ہے، کافی مومنین اور مومنات کو قتل کیا ہے، ابوسفیانی ابولہبی خون اپنا اثر دکھا رہا ہے۔

ذرا اس طرف بھی دیکھئے کہ کوئی پردہ غیب سے ان مناظر پہ آنسو بہا رہا ہے، وہ کیا کرے جو خدا کی مصلحتوں کے پردہ میں ہے! انشاءاللہ جب ظہور ہوگا ان انکھوں کو راحت اور ٹھنڈک محسوس ہوگی۔

اگر کسی بچہ کو ایک کمرہ میں بند کر دیا جائے، کھڑکی کھلی ہو اور وہ وہاں سے اس منظر کو دیکھے کہ ان کے ماں باپ کو مارا جا رہا ہے، ان کی اشیاء کو لوٹا جا رہا ہے، جس طرح سے آج غزہ میں بچوں کو شہید ہوتا ہوا ماں باپ دیکھ رہے ہیں! ماں باپ کو شہید ہوتا ہوا بچے دیکھ رہے ہیں، ان کی پیاس ان کی بھوک... آج ہم نے افطار کر لیا، ہمارا روزہ کھانے اور پینے سے کھل گیا، ان بچوں کو نہ جانے کتنے دنوں سے کھانا اور پانی نصیب نہیں ہو رہا ہے، کتنے بچے یتیم ہو گئے، ان کے سر پہ ماں باپ کا سایہ نہیں، اب انہیں کچھ بھی مل جائے لیکن وہ غم کبھی انکھوں سے دور نہیں ہو سکتا جو انہوں نے خود دیکھا ہے، عمارتوں کا منہدم ہونا، ماں باپ کو شہید ہوتے ہوئے دیکھنا، بالکل اسی طریقہ سے میرا امام پردہ غیب میں بیٹھا ہوا اپنی انکھوں سے تمام مناظر دیکھ رہا ہے۔

ہم سب مل کر امام کی خدمت میں پرسہ دیتے ہیں، تسلیت پیش کرتے ہیں، مولا! ہم شرمندہ ہیں، ہم اتنی قوت نہیں رکھتے کہ ان دشمنوں کا مقابلہ کریں، آپ جب پردہ غیب سے آئیں گے، جب آپ انتقام خون حسین لیں گے، ہم آپ کے ہمرکاب رہیں گے۔ ہمیں یہ توفیق نصیب ہو، اے میرے مولا! آپ کو صبر نصیب ہو، اے میرے مولا! ہماری تسلیت قبول فرمائیں۔

جنت البقیع کی مظلومیت کو ہندوستان کے مشہور و معروف شاعر استاد رضؔا سرسوی نے نظم کیا:

آئے تھے مدینہ میں تیری کرنے زیارت
دل ٹکڑے ہوا دیکھ کے بی بی تیری غربت
اب بھی ہے مسلمانوں کو تجھ سے یہ عداوت
ایک شمع کو محتاج ہے زہرا تیری تربت
روضہ ترا ویران ہے یا فاطمہ زہرا
بکھرا ہوا قرآن ہے یا فاطمہ زہرا

کل آپ کا رونا نہ ہوا ان کو گوارا
لگتا ہے برا آج عزاداروں کا رونا
ہے چاروں طرف آج تیری قبر پہ پہرہ
یہ ڈھونڈتے ہیں کوئی اذیت کا بہانہ
روتے ہیں عزادار تو ہنستے ہیں ستمگر
چھو سکتا نہیں کوئی تیری قبر کو جاکر

کیا تیری کنیزوں پہ گزرتی ہے قیامت
ملتی ہی نہیں قبر پہ جانے کی اجازت
کوشش بھی کرے کوئی تو کہہ دیتے ہیں بدعت
ہر دشمن زہرا پہ ہو سو مرتبہ لعنت
ہنستا ہوا ہر ایک ستمگر نظر آیا
ہم کو تو یہاں شام کا منظر نظر آیا

ہر وقت بقیہ میں لگا رہتا ہے پہرہ
کھلتا ہے ذرا دیر کو دروازہ کا تالا
تربت کو تری دیکھ کے پھٹتا ہے کلیجہ
ایک فاتحہ تربت پہ کوئی پڑھ نہیں سکتا
اے کاش! تیری قبر کو آنکھوں سے لگائیں
یہ دورِ جفا ختم ہو پردہ سے وہ آئیں

ہم قبر پہ بی بی تری آبھی نہیں سکتے
ہم حال جدائی کا سنا بھی نہیں سکتے
جو دل پہ گزرتی ہے بتا بھی نہیں سکتے
دو اشک تیرے غم میں بہا بھی نہیں سکتے
تربت کا نشاں بھی یہ مٹانے پہ اڑے ہیں
ہم دور ہیں نزدیک یہ شیطان کھڑے ہیں

اٹھّا شب تاریک میں زہرا کا جنازہ
کچھ لوگوں سے ناراض گئیں فاطمہ زہرا
آئے جو علی لے کے بقیعہ میں جنازہ
تب قبر سے آئی یہ صدا لاڈلی آجا
لا دیدے علی میری امانت مجھے دیدے
بچوں کو سنبھال اور یہ میت مجھے دیدے

خاموش کھڑے روتے ہیں سب ہائے عزادار
ماتم نہ تیری قبر پہ کر پائے عزادار
مٹی نہ تیری قبر کی چھو پائے عزادار
یہ زخم مدینہ سے نیا لائے عزادار
کس طرح سے لوٹا ہے محمد کے چمن کو
ماں قبر کو محتاج ہے شبیر کفن کو

اے کاش! تیری قبر پہ دو اشک بہاتے
مٹی کو تری قبر کی آنکھوں سے لگاتے
جو زخم ہیں سینہ میں عزادار دکھاتے
زوّار تری قبر پہ اک شمع جلاتے
مجبور ہیں یہ قبر پہ آنے نہیں دیتے
دو گل بھی عقیدت کے چڑھانے نہیں دیتے

ہر ایک یہی کرکے دعا گھر کو ہے لوٹا
آجایئے آجایئے آقا
لے لیجئے شیطانوں سے مظلومہ کا بدلہ
آپ آئیں تو تیار ہو معصومہ کا روضہ
ان سارے یزیدوں کو زمانہ سے مٹا دو
پھر فرشِ عزا سارے مدینہ میں بچھا دو

بس اتنا بتادیجئے کب آئیں گے مولا
کب تک ہمیں تڑپائے گی یہ آلِ امیہ
کب پرچمِ عباس مدینہ میں سجے گا
کب حیدری نعروں سے یہ گونجے گا زمانہ
جب لے کے حضور آئیں گے عباس کا پرچم
دل کھول کے ہوگا یہاں شبیر کا ماتم

جی بھر کے کریں اہلِ عزا مجلس و ماتم
ہر در پہ نظر آئے وفادار کا پرچم
ہر ملک میں دنیا کو نظر آئیں فقط ہم
ہر لب پہ ہو شبیر، ہر اک آنکھ ہو پرنم
ہر آنکھ میں مظلوم تیرا غم نظر آئے
ہر ہاتھ میں عباس کا پرچم نظر آئے

کیا اور رضاؔ لکھے کہ ٹکڑے ہے کلیجہ
روضہ ترا تیار ہو یا فاطمہ زہرا
دیں سارے عزادار ترے لال کو پرسہ
گونج اٹھے مدینہ میں ہر اک سمت یہ نعرہ
ہیں جتنے فدک خور وہ دوزخ میں جلیں گے
جنت میں فقط شہ کے عزادار رہیں گے

❀❀❀

﴿امام علی رضا علیہ السلام﴾

اسم گرامی: علی، لقب: رضا، والد: امام موسی کاظم علیہ السلام، والدہ: نجمہ خاتون، تاریخ ولادت: ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ھ، جائے ولادت: مدینہ منورہ، قبر: مشہد مقدس، کل عمر: ۵۵ سال۔

امام علی رضا علیہ السلام کے فرزند امام محمد تقی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے بابا کو رضا اس لئے کہا گیا کہ آپ کی امامت پر دوست اور دشمن سب راضی ہوئے جس کی وجہ سے اللہ نے لفظ رضا کا لقب عطا کیا جبکہ دیگر ائمہ پر ہمارے دوست راضی رہے لیکن دشمن راضی نہ رہے۔ ایک مقام پر آپؑ نے فرمایا کہ میرے والد اہل اسمان و زمین کے لئے رضائے خداوندی کا ذریعہ ہیں اسی لئے آپؑ کا لقب رضا ہے۔

آدمؑ نے کون سا پھل کھایا: جناب عبدالسلام بن صالح سے روایت ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا: وہ کون سا درخت تھا جس کا پھل آدم و حوا نے کھایا تھا؟ مولا! لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ گندم تھا اور کچھ لوگ اسے انگور بتاتے ہیں اور کچھ لوگ اسے حسد بتاتے ہیں! امام علیہ السلام نے فرمایا: تینوں باتیں درست ہیں۔

صالح نے پوچھا: مولا! اختلافات کے باوجود یہ تینوں باتیں درست کیسے ہو سکتی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: دنیا اور جنت کے درختوں میں فرق ہے، جنت کے ایک درخت پر کئی طرح کے پھل لگتے ہیں اور وہ درخت گندم کا ایک پودا تھا جس پر انگور بھی لگے ہوئے تھے۔

روضہ رضوی کا نور: محمد بن عمر نوقانی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے بالا خانے پر سویا ہوا تھا اتفاق سے میری آنکھ کھل گئی اور میری نگاہ جیسے ہی سناباد یعنی مشہد مقدس کی طرف پڑی تو مجھے مولا امام رضا علیہ السلام کے روضہ اطہر سے ایک نور بلند ہوتا ہوا دکھائی دیا جس سے پورا علاقہ منور تھا، اس سے پہلے میں آپؑ کی امامت کا قائل نہیں تھا، میری طرح میری والدہ بھی آپؑ کی امامت کی منکر تھیں، مجھے حیران دیکھ کر میری ماں نے مجھ سے پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: میں نے مشہد مقدس امام رضاؑ کے روضہ سے نور بلند ہوتے ہوئے دیکھا جس سے سارا شہر منور ہو رہا ہے، میری والدہ نے کہا: یہ کچھ نہیں ہے صرف شیطانی خیالات ہیں، پھر دوسری شب اسی طرح سے میں نے نور کو بلند ہوتے دیکھا جس سے سارا شہر منور ہو رہا تھا، میں نے جا کر اپنی والدہ کو بتایا کہ آپ آئیں اور بالا خانے پر دیکھیں کہ نور کس طرح سے بلند ہو رہا ہے، وہ آئیں اور دیکھ کر انہیں بھی بہت تعجب ہوا اور وہ الحمدللہ کی تسبیح پڑھنے لگیں حالانکہ وہ بھی میری طرح سے ایمان نہیں رکھتی تھیں، بہر حال! میں اسی وقت دوڑتا ہوا مشہد پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے، میں نے اپنے دل میں کہا: پروردگار! اگر امام علی رضاؑ امام برحق ہیں تو میرے لئے روضہ کا دروازہ کھول دے یہ سوچ کر جیسے ہی دروازہ پر ہاتھ رکھا دروازہ فوراً کھل گیا، میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا ممکن ہے کہ دروازہ پہلے سے کھلا رہا ہو! یہ سوچ کر میں نے پھر سے دروازہ کو اچھی طرح سے بند کر لیا اور پھر پیچھے آ کر خدا سے التجا کی خدایا! اگر یہ امام برحق ہیں تو میرے لئے دروازہ کھول دے، یہ کہہ کر میں نے اپنا ہاتھ جیسے ہی دروازہ پر رکھا تو کیا دیکھا کہ دروازہ کھلا

ہوا ہے، میں اندر گیا، زیارت کی، نماز پڑھی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا قائل ہوگیا اور پھر میں ہر جمعہ کو مشہد مقدس زیارت کے لئے جانے لگا۔[1]

زیارت کے فیض سے غلام آزاد ہوا: بلخ کا ایک شخص امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد آیا، اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا، دونوں نے امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت پڑھی، مالک قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر نماز ادا کرنے لگا اور غلام پائینتی کی جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا یعنی آقا آگے اور غلام پیچھے، جب دونوں نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے طویل سجدہ کیا اور مالک نے سجدہ سے سر اٹھا کر اپنے غلام کو آواز دی تو غلام نے سجدہ سے سر اٹھا کر لبیک کہا، مالک نے غلام سے پوچھا: کیا تم آزاد ہونا چاہتے ہو؟ غلام نے کہا: جی ہاں، مالک نے کہا: اچھا جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو اور وہ میری فلاں کنیز جو بلخ میں ہے اس کو بھی میں نے آزاد کیا، میں نے اس کا نکاح تم سے اتنے مہر میں کیا اور تمہاری طرف سے مہر کی ادائیگی میں خود کروں گا، اپنی فلاں جائیداد میں نے تمہاری اولاد بلکہ اولاد در اولاد کے لئے وقف کر دی اور میں اپنی ان باتوں پر امام کو گواہ بناتا ہوں، یہ سن کر غلام خوشی کی وجہ سے زار و قطار رونے لگا اور اللہ اور امام کی قسم کھا کر کہنے لگا: ابھی ابھی میں نے سجدہ میں یہی دعائیں کی تھیں، مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ اللہ نے اتنی جلدی میری دعائیں سن لیں!۔

نیا لباس: امام علی رضا علیہ السلام جب نیا کپڑا پہننے کا ارادہ کرتے تو آپ ایک برتن میں پانی منگواتے اور اس پر دس مرتبہ سورہ قدر، دس مرتبہ سورہ اخلاص اور دس مرتبہ سورہ کافرون پڑھ کر دم کرتے پھر اس پانی کو کپڑے پر چھڑکتے تھے اور فرمایا

---

[1]۔ عیون اخبار رضا، شیخ صدوقؒ، ج۲، ص۱۰۶۔

کرتے تھے کہ جو شخص ایسا کرے گا تو جب تک اس کے بدن پر اس کپڑے کا ایک تار بھی باقی رہے گا وہ فارغ البالی میں رہے گا۔[1]

امور اہلبیت کو زندہ کرنا: عبد السلام بن صالح ہروی میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا: اللہ اس بندہ پر رحم کرے جو ہمارے امر کو زندہ کرے، میں نے عرض کیا: آپ کے امر کو کیسا زندہ کرے؟ حضرتؑ نے فرمایا: ہمارے علوم کو حاصل کر کے لوگوں کو ان کی تعلیم دے کیونکہ اگر لوگ ہمارے کلام کے محاسن کو جان لیتے تو ہماری پیروی کرتے۔

اقوال رضوی: امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: سر کے اگلے حصے کی سفیدی برکت ہے، دائیں بائیں حصے کی سفیدی سخاوت ہے، پیشانی کے بالوں کی سفیدی شجاعت ہے، گدھی کے بالوں کے سفیدی نحوست ہے۔

جہاں تک ممکن ہو طبیب کی طرف رجوع نہ کرو کیونکہ بدن کے علاج کی مثال مکان کی تعمیر جیسی ہے، جیسے ہی اس کو چھیڑا وہ طول پکڑتا چلا گیا۔

بچوں کے لئے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں۔

اپنے بچوں کا ساتویں دن ختنہ کر دیا کرو، اس سے صحت ٹھیک ہوتی ہے اور جسم پر گوشت چڑھتا ہے۔

کھانے کی ابتدا نمک سے کرنی چاہیے کیونکہ اس سے ۷۰ بیماریوں سے حفاظت ہے جن میں سے ادنیٰ جذام ہے۔

---

[1] ۔ عیون اخبار رضا، ص ۵۵۰۔

مسور کی دال ستر انبیاء علیہ السلام کی پسندیدہ خوراک ہے، اس سے دل نرم ہوتا ہے اور آنسو بنتے ہیں۔

زیتون کا تیل بہت فائدہ مند ہوتا ہے، یہ تیل نفس کو پاکیزہ کرتا ہے، بلغم کو دور کرتا ہے، رنگ کو صاف کرتا ہے، جوڑوں کے درد کو دور کرتا ہے، غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے۔

سرکہ بہترین سالن ہے، جس کے گھر میں سرکہ ہوگا وہ کبھی کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

منقہ صفراء کو صحیح کرتا ہے، بلغم کو دور کرتا ہے، پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے، نفس کو پاکیزہ بناتا ہے اور رنج و غم کو دور کرتا ہے۔

انجیر منہ کی بدبو دور کرتی، ہڈیوں کو مضبوط کرتی، بال بڑھاتی اور مختلف قسم کے دردوں کو دور کرتی ہے، انجیر کھانے کے بعد کسی دوسری دوا کی ضرورت نہیں رہتی۔

دودھ اور شہد: جس شخص کا نطفہ متغیّر ہو جائے یعنی اس سے اولاد پیدا نہ ہوتی ہو اس کو چاہیے کہ دودھ میں شہد ملا کر پیا کرے۔ شہد میں شفا ہے، اگر کوئی شہد ہدیہ کرے تو اسے واپس نہیں کرنا چاہئے۔

نہار منہ خربوزہ کھانے سے فالج ہونے کا امکان ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خربوزہ کے ساتھ تازہ چھوارے کھانا پسند کرتے تھے۔

قرآن پڑھنے، شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

چھینک جسم کی ساری کثافت کو دور کرتی ہے اور سات روز تک موت سے امان دیتی ہے۔

جو شخص سات بار سر، داڑھی اور سینے پر کنگھی کرے تو کوئی درد اس کے قریب نہ آئے گا۔

جو شخص سوتے وقت آیت الکرسی پڑھے وہ فالج سے محفوظ رہے گا۔

جمعہ کے دن ناخن کاٹنے سے افلاس اور فقر دور ہوتا ہے۔

کھڑے ہو کر پائجامہ نہ پہنو، یہ موجب ہلاکت، وجہِ بیماری اور سببِ غم ہوتا ہے۔

جو شخص ہر جمعرات میں ناخن کاٹے تو کبھی اس کی آنکھیں نہیں دکھیں گی یعنی وہ آشوب چشم میں مبتلا نہیں ہو گا۔

عقیق کی انگوٹھی رنج و غم کو دور کرتی ہے، زندگی میں خوشی ملتی ہے، پروردگار عالم اس کو آفات سے محفوظ رکھتا ہے، فقر دور ہوتا ہے، نفاق زائل ہوتا ہے، صبح بیدار ہوتے ہی کسی اور چیز پر نگاہ نہ کرے بلکہ اپنی انگوٹھی پر نظر کرے اور سورہ قدر یعنی انزلنا پڑھے انشاء اللہ خدا اسے تمام دن مصیبتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔

یاقوت زرد پہننے سے محتاجی ختم ہوتی ہے اور مفلسی دور ہوتی ہے۔

زمرد کی انگوٹھی پہننے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور محتاجی دور ہوتی ہے۔

جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسے کبھی مثانے کی تکلیف نہ ہو تو لازم ہے کہ پیشاب کبھی نہ روکے۔

جو شخص پتھری کی بیماری سے محفوظ رہنا چاہتا ہے وہ پیشاب کبھی نہ روکے، اسی طرح لازم ہے کہ نزول شہوت کے وقت منی کو نہ روکے۔

جو شخص پیٹ کی تکلیف سے محفوظ رہنا چاہتا ہے وہ کھانے کے درمیان پانی نہ پیئے کیونکہ کھانے کے درمیان پانی پینے سے جسم میں رطوبت بڑھ جائے گی اور معدہ

ضعیف ہو جائے گا اور رگوں میں کھانے کی پوری پوری قوت نہ پہنچ سکے گی اس کا سبب یہ ہے کہ وہ کھانا درمیان میں پانی پینے کی وجہ سے لسی ہو جائے گا۔

جو شخص کان درد سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ سوتے وقت کان میں روئی رکھ لیا کرے۔

جو شخص اپنے بدن کو ہلکا پھلکا رکھنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہو کہ زیادہ موٹاپہ نہ چڑھے، اسے چاہیے کہ رات میں کھانا کم کھایا کرے۔

جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے ہونٹ نہ پھٹیں اور ہونٹوں پر پھنسیاں نہ نکلیں تو سر میں تیل لگاتے وقت ابروؤں پر بھی لگا لیا کرے۔

اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ معدہ میں ایک ہی وقت انڈا اور مچھلی اکھٹے نہ ہونے پائیں کیونکہ ان کے اجتماع سے نقرس، قولنج، بواسیر اور داڑھ کا درد جیسی بیماریاں پیدا ہونے کا خوف لاحق ہوتا ہے۔

بھرے پیٹ حمام جانے سے قولنج کی بیماری ہوتی ہے یعنی کھانا کھانے کے بعد فورا غسل کرنے سے قولنج colic جس کو درد قولنج بھی کہتے ہیں اس کا درد ہوتا ہے۔

مچھلی کھا کر ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے فالج کا خوف لاحق ہوتا ہے۔

دوران ایام حیض عورت سے جماع کرنے سے اولاد میں مرض جذام پیدا ہوتا ہے، جماع کے بعد فوراً پیشاب نہ کرنے سے پتھری پیدا ہو جاتی ہے، جماع کے بعد غسل کئے بغیر دوسری مرتبہ جماع کرنے سے اولاد میں جنون پیدا ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ میٹھی چیزیں کھانے کے بعد ٹھنڈا پانی مستقل استعمال کرنے سے دانت جلدی ٹوٹ جاتے ہیں۔

اصول کافی، ج ۱، ص ۱۹۸، کتاب حجت، باب نادر جامع فضل الامام وصفتہ میں روایت آئی ہے: " أَبُو مُحَمَّدٍ الْقَاسِمُ بْنُ الْعَلَاءِ رَحِمَهُ اللهُ رَفَعَهُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ الرِّضَا ع بِمَرْوَ فَاجْتَمَعْنَا فِي الْجَامِعِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي بَدْءِ مَقْدَمِنَا فَأَدَارُوا أَمْرَ الْإِمَامَةِ وَ ذَكَرُوا كَثْرَةَ اخْتِلَافِ النَّاسِ فِيهَا فَدَخَلْتُ عَلَى سَيِّدِي فَأَعْلَمْتُهُ خَوْضَ النَّاسِ فِيهِ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا عَبْدَ الْعَزِيزِ جَهِلَ الْقَوْمُ وَ خُدِعُوا عَنْ آرَائِهِمْ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَمْ يَقْبِضْ نَبِيَّهُ حَتَّى أَكْمَلَ لَهُ الدِّينَ وَ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ فِيهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ بَيَّنَ فِيهِ الْحَلَالَ وَ الْحَرَامَ وَ الْحُدُودَ وَ الْأَحْكَامَ وَ جَمِيعَ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ النَّاسُ كَمَلًا فَقَالَ عَزَّ وَ جَلَّ- ما فَرَّطْنا فِي الْكِتابِ مِنْ شَيْءٍ وَ أَنْزَلَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَ هِيَ آخِرُ عُمُرِهِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلامَ دِيناً وَ أَمْرُ الْإِمَامَةِ مِنْ تَمَامِ الدِّينِ وَ لَمْ يَمْضِ حَتَّى بَيَّنَ لِأُمَّتِهِ مَعَالِمَ دِينِهِمْ وَ أَوْضَحَ لَهُمْ سَبِيلَهُمْ وَ تَرَكَهُمْ عَلَى قَصْدِ سَبِيلِ الْحَقِّ وَ أَقَامَ لَهُمْ عَلِيّاً عَلَماً وَ إِمَاماً وَ مَا تَرَكَ لَهُمْ شَيْئاً يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْأُمَّةُ إِلَّا بَيَّنَهُ فَمَنْ زَعَمَ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَمْ يُكْمِلْ دِينَهُ فَقَدْ رَدَّ كِتَابَ اللهِ وَ مَنْ رَدَّ كِتَابَ اللهِ فَهُوَ كَافِرٌ بِهِ هَلْ يَعْرِفُونَ قَدْرَ الْإِمَامَةِ وَ مَحَلَّهَا مِنَ الْأُمَّةِ فَيَجُوزَ فِيهَا اخْتِيَارُهُمْ إِنَّ الْإِمَامَةَ أَجَلُّ قَدْراً وَ أَعْظَمُ شَأْناً وَ أَعْلَى مَكَاناً وَ أَمْنَعُ جَانِباً وَ أَبْعَدُ غَوْراً مِنْ أَنْ يَبْلُغَهَا النَّاسُ بِعُقُولِهِمْ أَوْ يَنَالُوهَا بِآرَائِهِمْ أَوْ يُقِيمُوا إِمَاماً بِاخْتِيَارِهِمْ إِنَّ الْإِمَامَةَ خَصَّ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهَا إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ بَعْدَ النُّبُوَّةِ وَ الْخُلَّةِ مَرْتَبَةً ثَالِثَةً وَ فَضِيلَةً شَرَّفَهُ بِهَا وَ أَشَادَ بِهَا ذِكْرَهُ فَقَالَ إِنِّي جاعِلُكَ

لِلنَّاسِ إماماً فَقَالَ الْخَلِيلُ سُرُوراً بِهَا- وَ مِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى- لا يَنالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ فَأَبْطَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ إِمَامَةَ كُلِّ ظَالِمٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ صَارَتْ فِي الصَّفْوَةِ ثُمَّ أَكْرَمَهُ اللهُ تَعَالَى بِأَنْ جَعَلَهَا فِي ذُرِّيَّتِهِ أَهْلِ الصَّفْوَةِ وَ الطَّهَارَةِ فَقَالَ وَ وَهَبْنا لَهُ إِسْحاقَ وَ يَعْقُوبَ نافِلَةً وَ كُلًّا جَعَلْنا صالِحِينَ، وَ جَعَلْناهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنا وَ أَوْحَيْنا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْراتِ وَ إِقامَ الصَّلاةِ وَ إِيتاءَ الزَّكاةِ وَ كانُوا لَنا عابِدِينَ فَلَمْ تَزَلْ فِي ذُرِّيَّتِهِ يَرِثُهَا بَعْضٌ عَنْ بَعْضٍ قَرْناً فَقَرْناً حَتَّى وَرَّثَهَا اللهُ تَعَالَى النَّبِيَّ فَقَالَ جَلَّ وَ تَعَالَى- إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْراهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ هذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ اللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ فَكَانَتْ لَهُ خَاصَّةً فَقَلَّدَهَا عَلِيّاً بِأَمْرِ اللهِ تَعَالَى عَلَى رَسْمِ مَا فَرَضَ اللهُ فَصَارَتْ فِي ذُرِّيَّتِهِ الْأَصْفِيَاءِ الَّذِينَ آتَاهُمُ اللهُ الْعِلْمَ وَ الْإِيمَانَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى- وَ قالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَ الْإِيمانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتابِ اللهِ إِلى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهِيَ فِي وُلْدِ عَلِيٍّ خَاصَّةً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِذْ لَا نَبِيَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ فَمِنْ أَيْنَ يَخْتَارُ هَؤُلَاءِ الْجُهَّالُ إِنَّ الْإِمَامَةَ هِيَ مَنْزِلَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَ إِرْثُ الْأَوْصِيَاءِ إِنَّ الْإِمَامَةَ خِلَافَةُ اللهِ وَ خِلَافَةُ الرَّسُولِ وَ مَقَامُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ مِيرَاثُ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ إِنَّ الْإِمَامَةَ زِمَامُ الدِّينِ وَ نِظَامُ الْمُسْلِمِينَ وَ صَلَاحُ الدُّنْيَا وَ عِزُّ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ الْإِمَامَةَ أُسُّ الْإِسْلَامِ النَّامِي وَ فَرْعُهُ السَّامِي بِالْإِمَامِ تَمَامُ الصَّلَاةِ وَ الزَّكَاةِ وَ الصِّيَامِ وَ الْحَجِّ وَ الْجِهَادِ وَ تَوْفِيرُ الْفَيْءِ وَ الصَّدَقَاتِ وَ إِمْضَاءُ الْحُدُودِ وَ الْأَحْكَامِ وَ مَنْعُ الثُّغُورِ وَ الْأَطْرَافِ الْإِمَامُ

يُحِلُّ حَلَالَ اللهِ وَ يُحَرِّمُ حَرَامَ اللهِ وَ يُقِيمُ حُدُودَ اللهِ وَ يَذُبُّ عَنْ دِينِ اللهِ وَ يَدْعُو إِلَى سَبِيلِ رَبِّهِ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ الْحُجَّةِ الْبَالِغَةِ۔

اَلْإِمَامُ كَالشَّمْسِ الطَّالِعَةِ الْمُجَلِّلَةِ بِنُورِهَا لِلْعَالَمِ وَ هِيَ فِي الْأُفُقِ بِحَيْثُ لَا تَنَالُهَا الْأَيْدِي وَ الْأَبْصَارُ الْإِمَامُ الْبَدْرُ الْمُنِيرُ وَ السِّرَاجُ الزَّاهِرُ وَ النُّورُ السَّاطِعُ وَ النَّجْمُ الْهَادِي فِي غَيَاهِبِ الدُّجَى وَ أَجْوَازِ الْبُلْدَانِ وَ الْقِفَارِ وَ لُجَجِ الْبِحَارِ الْإِمَامُ الْمَاءُ الْعَذْبُ عَلَى الظَّمَإِ وَ الدَّالُّ عَلَى الْهُدَى وَ الْمُنْجِي مِنَ الرَّدَى الْإِمَامُ النَّارُ عَلَى الْيَفَاعِ الْحَارُّ لِمَنِ اصْطَلَى بِهِ وَ الدَّلِيلُ فِي الْمَهَالِكِ مَنْ فَارَقَهُ فَهَالِكٌ الْإِمَامُ السَّحَابُ الْمَاطِرُ وَ الْغَيْثُ الْهَاطِلُ وَ الشَّمْسُ الْمُضِيئَةُ وَ السَّمَاءُ الظَّلِيلَةُ وَ الْأَرْضُ الْبَسِيطَةُ وَ الْعَيْنُ الْغَزِيرَةُ وَ الْغَدِيرُ وَ الرَّوْضَةُ الْإِمَامُ الْأَنِيسُ الرَّفِيقُ وَ الْوَالِدُ الشَّفِيقُ وَ الْأَخُ الشَّقِيقُ وَ الْأُمُّ الْبَرَّةُ بِالْوَلَدِ الصَّغِيرِ وَ مَفْزَعُ الْعِبَادِ فِي الدَّاهِيَةِ النَّآدِ الْإِمَامُ أَمِينُ اللهِ فِي خَلْقِهِ وَ حُجَّتُهُ عَلَى عِبَادِهِ وَ خَلِيفَتُهُ فِي بِلَادِهِ وَ الدَّاعِي إِلَى اللهِ وَ الذَّابُّ عَنْ حُرَمِ اللهِ الْإِمَامُ الْمُطَهَّرُ مِنَ الذُّنُوبِ وَ الْمُبَرَّأُ عَنِ الْعُيُوبِ الْمَخْصُوصُ بِالْعِلْمِ الْمَوْسُومُ بِالْحِلْمِ نِظَامُ الدِّينِ وَ عِزُّ الْمُسْلِمِينَ وَ غَيْظُ الْمُنَافِقِينَ وَ بَوَارُ الْكَافِرِينَ الْإِمَامُ وَاحِدُ دَهْرِهِ لَا يُدَانِيهِ أَحَدٌ وَ لَا يُعَادِلُهُ عَالِمٌ وَ لَا يُوجَدُ مِنْهُ بَدَلٌ وَ لَا لَهُ مِثْلٌ وَ لَا نَظِيرٌ مَخْصُوصٌ بِالْفَضْلِ كُلِّهِ مِنْ غَيْرِ طَلَبٍ مِنْهُ لَهُ وَ لَا اكْتِسَابٍ بَلِ اخْتِصَاصٌ مِنَ الْمُفْضِلِ الْوَهَّابِ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَبْلُغُ مَعْرِفَةَ الْإِمَامِ أَوْ يُمْكِنُهُ اخْتِيَارُهُ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ ضَلَّتِ الْعُقُولُ وَ تَاهَتِ الْحُلُومُ وَ حَارَتِ الْأَلْبَابُ وَ خَسَأَتِ الْعُيُونُ وَ تَصَاغَرَتِ الْعُظَمَاءُ

وَ تَحَیَّرَتِ الْحُکَمَاءُ وَ تَقَاصَرَتِ الْحُلَمَاءُ وَ حَصِرَتِ الْخُطَبَاءُ وَ جَهِلَتِ الْأَلِبَّاءُ وَ كَلَّتِ الشُّعَرَاءُ وَ عَجَزَتِ الْأُدَبَاءُ وَ عَيِيَتِ الْبُلَغَاءُ عَنْ وَصْفِ شَأْنٍ مِنْ شَأْنِهِ أَوْ فَضِيلَةٍ مِنْ فَضَائِلِهِ وَ أَقَرَّتْ بِالْعَجْزِ وَ التَّقْصِيرِ وَ كَيْفَ يُوصَفُ بِكُلِّهِ أَوْ يُنْعَتُ بِكُنْهِهِ أَوْ يُفْهَمُ شَيْءٌ مِنْ أَمْرِهِ أَوْ يُوجَدُ مَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ وَ يُغْنِي غِنَاهُ لَا كَيْفَ وَ أَنَّى وَ هُوَ بِحَيْثُ النَّجْمُ مِنْ يَدِ الْمُتَنَاوِلِينَ وَ وَصْفِ الْوَاصِفِينَ فَأَيْنَ الِاخْتِيَارُ مِنْ هَذَا وَ أَيْنَ الْعُقُولُ عَنْ هَذَا وَ أَيْنَ يُوجَدُ مِثْلُ هَذَا أَ تَظُنُّونَ أَنَّ ذَلِكَ يُوجَدُ فِي غَيْرِ آلِ الرَّسُولِ مُحَمَّدٍ كَذَبَتْهُمْ وَ اللهِ أَنْفُسُهُمْ وَ مَنَّتْهُمُ الْأَبَاطِيلَ فَارْتَقَوْا مُرْتَقًى صَعْباً دَحْضاً تَزِلُّ عَنْهُ إِلَى الْحَضِيضِ أَقْدَامُهُمْ رَامُوا إِقَامَةَ الْإِمَامِ بِعُقُولٍ حَائِرَةٍ بَائِرَةٍ نَاقِصَةٍ وَ آرَاءٍ مُضِلَّةٍ فَلَمْ يَزْدَادُوا مِنْهُ إِلَّا بُعْداً قَاتَلَهُمُ اللهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ وَ لَقَدْ رَامُوا صَعْباً وَ قَالُوا إِفْكاً وَ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيداً وَ وَقَعُوا فِي الْحَيْرَةِ إِذْ تَرَكُوا الْإِمَامَ عَنْ بَصِيرَةٍ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَ كَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ رَغِبُوا عَنِ اخْتِيَارِ اللهِ وَ اخْتِيَارِ رَسُولِ اللهِ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ إِلَى اخْتِيَارِهِمْ وَ الْقُرْآنُ يُنَادِيهِمْ - وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ ما يَشاءُ وَ يَخْتارُ ما كانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحانَ اللهِ وَ تَعالى عَمَّا يُشْرِكُونَ وَ قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ ما كانَ لِمُؤْمِنٍ وَ لا مُؤْمِنَةٍ إِذا قَضَى اللهُ وَ رَسُولُهُ أَمْراً أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ الْآيَةَ وَ قَالَ - ما لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ أَمْ لَكُمْ كِتابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَما تَخَيَّرُونَ أَمْ لَكُمْ أَيْمانٌ عَلَيْنا بالِغَةٌ إِلى يَوْمِ الْقِيامَةِ إِنَّ لَكُمْ لَما تَحْكُمُونَ سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذلِكَ زَعِيمٌ أَمْ لَهُمْ شُرَكاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكائِهِمْ إِنْ كانُوا صادِقِينَ وَ قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ - أَ فَلا يَتَدَبَّرُونَ

الْقُرْآنَ أَمْ عَلى قُلُوبٍ أَقْفالُها أَمْ طَبَعَ اللهُ عَلى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لا يَفْقَهُونَ أَمْ قالُوا سَمِعْنا وَ هُمْ لا يَسْمَعُونَ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِ عِنْدَ اللهِ الصُّمُ الْبُكْمُ الَّذِينَ لا يَعْقِلُونَ وَ لَوْ عَلِمَ اللهُ فِيهِمْ خَيْراً لَأَسْمَعَهُمْ وَ لَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَ هُمْ مُعْرِضُونَ أَمْ قالُوا سَمِعْنا وَ عَصَيْنا بَلْ هُوَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشاءُ وَ اللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ فَكَيْفَ لَهُمْ بِاخْتِيَارِ الْإِمَامِ وَ الْإِمَامُ عَالِمٌ لَا يَجْهَلُ وَ رَاعٍ لَا يَنْكُلُ مَعْدِنُ الْقُدْسِ وَ الطَّهَارَةِ وَ النُّسُكِ وَ الزَّهَادَةِ وَ الْعِلْمِ وَ الْعِبَادَةِ مَخْصُوصٌ بِدَعْوَةِ الرَّسُولِ وَ نَسْلِ الْمُطَهَّرَةِ الْبَتُولِ لَا مَغْمَزَ فِيهِ فِي نَسَبٍ وَ لَا يُدَانِيهِ ذُو حَسَبٍ فِي الْبَيْتِ مِنْ قُرَيْشٍ وَ الذِّرْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ وَ الْعِتْرَةِ مِنَ الرَّسُولِ ص وَ الرِّضَا مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ شَرَفُ الْأَشْرَافِ وَ الْفَرْعُ مِنْ عَبْدِ مَنَافٍ نَامِي الْعِلْمِ كَامِلُ الْحِلْمِ مُضْطَلِعٌ بِالْإِمَامَةِ عَالِمٌ بِالسِّيَاسَةِ مَفْرُوضُ الطَّاعَةِ قَائِمٌ بِأَمْرِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ نَاصِحٌ لِعِبَادِ اللهِ حَافِظٌ لِدِينِ اللهِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ وَ الْأَئِمَّةَ يُوَفِّقُهُمُ اللهُ وَ يُؤْتِيهِمْ مِنْ مَخْزُونِ عِلْمِهِ وَ حِكَمِهِ مَا لَا يُؤْتِيهِ غَيْرَهُمْ فَيَكُونُ عِلْمُهُمْ فَوْقَ عِلْمِ أَهْلِ الزَّمَانِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى أَ فَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدى فَما لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ وَ قَوْلِهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى- وَ مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً وَ قَوْلِهِ فِي طَالُوتَ إِنَّ اللهَ اصْطَفاهُ عَلَيْكُمْ وَ زادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ وَ اللهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشاءُ وَ اللهُ واسِعٌ عَلِيمٌ وَ قَالَ لِنَبِيِّهِ - أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ ما لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيماً وَ قَالَ فِي الْأَئِمَّةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّهِ وَ عِتْرَتِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ أَمْ يَحْسُدُونَ

النَّاسَ عَلی ما آتاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنا آلَ إِبْراهِيمَ الْكِتابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ آتَيْناهُمْ مُلْكاً عَظِيماً فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ وَ كَفى بِجَهَنَّمَ سَعِيراً وَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اخْتَارَهُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِأُمُورِ عِبَادِهِ شَرَحَ صَدْرَهُ لِذَلِكَ وَ أَوْدَعَ قَلْبَهُ يَنَابِيعَ الْحِكْمَةِ وَ أَلْهَمَهُ الْعِلْمَ إِلْهَاماً فَلَمْ يَعْيَ بَعْدَهُ بِجَوَابٍ وَ لَا يُحَيَّرُ فِيهِ عَنِ الصَّوَابِ فَهُوَ مَعْصُومٌ مُؤَيَّدٌ مُوَفَّقٌ مُسَدَّدٌ قَدْ أَمِنَ مِنَ الْخَطَايَا وَ الزَّلَلِ وَ الْعِثَارِ يَخُصُّهُ اللهُ بِذَلِكَ لِيَكُونَ حُجَّتَهُ عَلَى عِبَادِهِ وَ شَاهِدَهُ عَلَى خَلْقِهِ وَ ذلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشاءُ وَ اللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ فَهَلْ يَقْدِرُونَ عَلَى مِثْلِ هَذَا فَيَخْتَارُونَهُ أَوْ يَكُونُ مُخْتَارُهُمْ بِهَذِهِ الصِّفَةِ فَيُقَدِّمُونَهُ تَعَدَّوْا وَ بَيْتِ اللهِ الْحَقَّ وَ نَبَذُوا كِتابَ اللهِ وَراءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لا يَعْلَمُونَ وَ فِي كِتَابِ اللهِ الْهُدَى وَ الشِّفَاءُ فَنَبَذُوهُ وَ اتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ فَذَمَّهُمُ اللهُ وَ مَقَّتَهُمْ وَ أَتْعَسَهُمْ فَقَالَ جَلَّ وَ تَعَالَى- وَ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَواهُ بِغَيْرِ هُدىً مِنَ اللهِ إِنَّ اللهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ وَ قَالَ فَتَعْساً لَهُمْ وَ أَضَلَّ أَعْمالَهُمْ وَ قَالَ كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللهِ وَ عِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذلِكَ يَطْبَعُ اللهُ عَلى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ وَ صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ تَسْلِيماً كَثِيراً"۔

امامت کی اہمیت: عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا ہے کہ ہم مقام مرو میں امام رضاؑ کے ساتھ تھے، ہم سب لوگ روز جمعہ جامع مسجد میں جمع تھے اتفاق سے ہم نے امامت کا ذکر چھیڑا اور اس بارے میں جو بکثرت اختلاف ہے اس کا ذکر کیا، میں امام رضاؑ کی خدمت میں آیا اور امامت کے بارے میں لوگوں کی باتیں بتائیں۔

حضرتؑ نے مسکرا کر فرمایا: اے عبد العزیز! قوم جہالت کا شکار ہے، انہوں نے اپنی رائے میں دھوکہ کھایا ہے، خداوند عالم نے اپنے نبی کی روح کو اس وقت تک قبض نہیں کیا جب تک دین کو کامل نہیں کیا اور قرآن کو نازل نہ کر دیا جس میں ہر شئے کا بیان ہے اور اس میں حلال و حرام اور حدود کے احکام کو بتایا گیا ہے، اس میں وہ تمام باتیں بھی ہیں لوگ جن باتوں کے محتاج ہیں۔

خداوند عالم نے فرمایا: ہم نے کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آخری عمر میں یہ آیت نازل کی کہ آج ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ یاد رکھو! امر امامت اتمام دین ہے اور آنحضرتؐ نے رحلت نہیں فرمائی یہاں تک کہ اپنی امت پر دین کے تمام احکام کو ظاہر کر دیا اور ان کا راستہ واضح کر دیا اور ان کو حق کی راہ پر لگا کر چھوڑ دیا تو اس نے کتاب خدا کو رد کیا اور جس نے ایسا کیا اس نے اس سے انکار کیا۔

کیا لوگ قدر امامت اور اور محل امامت کو پہچانتے ہیں؟ کیا ان کو اس کے متعلق اختیار دیا گیا ہے؟ امامت از روئے قدر و منزلت بہت اجل و ارفع ہے، از روئے شان بہت عظیم ہے، بلحاظ محل و مقام بہت بلند ہے، اپنی طرف غیر کو آنے سے منع کرتا ہے، اس کا مفہوم بہت گہرا ہے، لوگوں کی عقلیں اس تک پہنچ نہیں سکتیں، ان کی راہیں اس کی حقیقت کو پا نہیں سکتیں، اپنے اختیار سے امام نہیں بنا سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل کو امامت سے مخصوص کیا، نبوت اور خلت کے بعد امامت تیسرے مرتبہ پر ہے، خدا نے ابراہیم کو اس کا شرف بخشا اور اس کا یوں ذکر

کیا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ خلیل خدا نے خوش ہو کر کہا: اور (کیا) میری ذرّیت میں سے (بھی) امام بنائے گا؟ خدا نے فرمایا: میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس آیت نے قیامت تک کے لئے ہر ظالم کی امامت کو باطل کر دیا، اس کو خداوند عالم کے برگزیدہ لوگوں میں قرار دیا، پھر ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے شرف بخشا، اس طرح ان کی اولاد میں صاحب صفوت و طہارت لوگ پیدا کئے اور فرمایا ہم نے ابراہیم کو اسحاق و یعقوب عطا کئے جیسا کہ انہوں نے طلب کیا اور ان سب کو صالح بنایا، وہ ہمارے امر کی ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کی، نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی۔

بس عہد امامت ان کی ذریت میں بطور میراث ایک دوسرے کی طرف چلا، صدیوں تک چلتا رہا یہاں تک کہ پھر اس امامت کے وارث ہمارے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے جیسا کہ فرمایا: تمام لوگوں میں بہتر وہ ہیں جنہوں نے ابراہیم کا اتباع کیا، یہ ہمارا نبی ہے جس پر لوگ ایمان لائے ہیں اور اللہ مومنوں کا ولی ہے۔

پس یہ چیز آنحضرتؐ سے خاص ہو گئی پھر یہ عہدہ علی ابن ابیطالب علیہما السلام سے مخصوص ہوا اسی امر خدا کی بنا پر جو اللہ نے فرض کیا ہے، پس ان کی اولاد میں وہ اصفیاء ہوئے جن کو اللہ نے علم و ایمان دیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن کو علم و ایمان دیا گیا اور روز قیامت ان سے کہا جائے گا تم کتاب خدا کے ساتھ رہے روز قیامت تک، کیونکہ محمد مصطفےؐ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں پس اس صورت میں ان جاہلوں کو امام بنانے کا حق کہاں سے حاصل ہو گیا!۔

امامت منزلت انبیاء ہے، امامت اللہ کی خلافت ہے اور رسول کی جانشینی ہے اور مقام امیر المومنینؑ ہے اور میراث حسنؑ و حسینؑ ہے۔ امامت زمام دین اور نظام مسلمین ہے، اس سے امور دنیا کی درستی ہے اور مومنین کی عزت ہے، امامت کی منزل میں ترقی کرنے والا امام کا سر اعناق منافقین ہے اور امام ہی سے نماز، زکوٰۃ وصوم اور حج وجہاد کا تعلق ہے، وہی مال غنیمت کا مالک ہے، وہی صدقات کا وارث ہے، وہی حدود واحکام کا جاری کرنے والا ہے، امام کے ذریعہ حلالِ خدا اور حرامِ خدا کو پہچانا جاتا ہے، وہی قائم کرتا ہے حدود خدا کو اور دین خدا سے دشمنوں کو رفع کرتا ہے، وہی لوگوں کو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دینِ خدا کی جانب بلاتا ہے، امام ہی راہ خدا کی پوری پوری حجت ہوتا ہے۔

امام چڑھتا سورج ہے جو اپنی روشنی سے عالم کو جگمگا دیتا ہے، وہ ایسے مقام بلند پر ہے کہ لوگوں کے ہاتھ اور ان کی نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں۔ امام روشن چاند ہے، ضیاء بار اور چمکتا چراغ ہے، وہی ہدایت کرنے والا نور ہے، امام ہی ستارہ ہے ضلالت کی تاریکیوں میں، امام ہی ہے شہروں کے درمیان جنگلوں اور سمندروں کی گہرائیوں میں راہ بتانے والا، امام چشمہ آب شیرین ہے پیاسے کے لئے، رہنمائی کرنے والا ہے (بیابانوں میں) اور ہلاکت سے نجات دینے والا ہے، امام اس آگ کی مانند ہے جو کسی بلندی پر لوگوں کو راستہ دکھانے کے لئے روشن کی جائے اور گمراہیوں میں صحیح راستہ بتانے والا ہے، جو اس سے الگ رہا وہ ہلاک ہوا۔

امام برسنے والا بادل ہے، وہ آفتاب درخشاں ہے، وہ سایہ فگن آسمان ہے، وہ ہدایت کی کشادہ زمین ہے، وہ ابلنے والا چشمہ ہے، وہ تالاب ہے، وہ باغ ہے، امام

مومن کے لئے مہربان ساتھی ہے، وہ شفیق باپ ہے اور بھائی کی مانند ہے اور ایسا ہمدرد ہے جیسے نیک ماں اپنے چھوٹے بچے پر، وہ اللہ کے بندوں کا فریاد رس ہے مصائب وآلام میں۔

امام خدا کا امین ہے اس کی مخلوق میں، اس کی حجت ہے اس کے بندوں پر اور خدا کا خلیفہ ہے شہروں میں، وہ اللہ کی طرف سے دعوت دینے والا ہے، وہ حرمِ خدا سے دشمنوں کو دور کرنے والا ہے۔

امام گناہوں سے پاک ہوتا ہے، وہ جملہ عیوب سے بری ہے، وہ علم سے مخصوص اور حلم سے موسوم ہوتا ہے، وہ دین کے نظام کو درست کرنے والا ہے، وہی مسلمانوں کی عزت ہے، وہ منافقوں کے لئے غیظ و غضب اور کافروں کے لئے باعثِ ہلاکت ہے۔

امام اپنے زمانے میں واحد و یگانہ ہوتا ہے، کوئی فضل و کمال میں اس کے نزدیک بھی نہیں ہوتا اور نہ کوئی عالم اس کے مقابلہ کا ہوتا ہے نہ اس کا بدل پایا جاتا ہے، نہ ہی اس کا مثل ونظیر ہے، وہ اکتساب وطلب کے بغیر ہر قسم کی فضیلت سے مخصوص ہوتا ہے، یہ اختصاص اس کے لئے خدا کی طرف سے ہوتا ہے، پس کون ہے جو امام کی معرفت تامہ حاصل کر سکے یا امام بنانا اس کے اختیار میں ہو!۔

ہائے ہائے لوگوں کی عقلیں گمراہ ہوگئی ہیں اور وہ لوگ فہم وادراک سے سرگشتہ و پریشان ہیں، امام کی عظمت کے سامنے عقول حیران ہیں، آنکھیں ادراک سے قاصر ہیں، عظیم المرتبت لوگ اس امر میں حقیر ثابت ہوئے، حکماء حیران ہوگئے اور ذی

عقل چکرا گئے، خطباء عاجز ہو گئے، عقول پر جہالت کا پردہ پڑ گیا اور شعراء تھک کر رہ گئے، اہل ادب عاجز ہو گئے اور صاحبان بلاغت مجبور نظر آتے ہیں۔

دنیا کے تمام لوگ مل کر بھی امام کی کسی ایک شان کو بیان نہ کر سکے اور اس کی کسی ایک فضیلت کی تعریف نہ کر سکے، تمام لوگوں نے اپنے عجز کا اقرار کیا اور سب اپنی کوتاہی کے قائل ہوئے۔ پس جب امام کی ایک وصف کا یہ حال ہے تو اس کی تمام صفات کو کس کی طاقت ہے کہ بیان کر سکے اور ان کے حقائق پر روشنی ڈال سکے! یا اس امر امامت کے متعلق کچھ سمجھ سکے یا کوئی ایسا آدمی پا سکے کہ وہ امر دین میں سے اسے بے پرواکر سکے! ایسا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ امام کا مرتبہ ثریا ستارہ سے بھی بلند ہے، پکڑنے والا اس مرتبہ کو کیسے پکڑ سکتا ہے اور وصف بیان کرنے والا کیوں کر اس کا وصف بیان کر سکتا ہے!، ایسی صورت میں امام سازی میں بندوں کا اختیار کہاں! عقلوں کی رسائی ہی کہاں ہو سکتی ہے! امامت جیسی اور کون سی چیز ہے؟۔

کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ امامت آل رسول کے غیر میں پائی جاتی ہے؟ واللہ لوگوں کے نفسوں نے ان کو جھٹلایا ہے اور ان نفسوں نے ان کو انتہائی باطل امور میں پھانس رکھا ہے، وہ لوگ اوپر کی سمت سخت چڑھائی تو چڑھے لیکن پھر ان کے قدم پستی کی طرف پھسلنے لگے، انہوں نے امام بنانے کا ارادا کیا تباہ کرنے والی ناقص عقلوں سے اور گمراہ کرنے والے راویوں کے ذریعہ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حقیقی امام سے ان کا بعد بڑھتا ہی گیا، خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے جا رہے ہیں! انہوں نے افترا پردازی کی اور بہت خوفناک گمراہی میں پڑ گئے اور حیرت کے بھنور میں پھنس گئے جبکہ انہوں نے امام کو بصیرت کی نگاہوں سے نہیں دیکھا، شیطان نے ان

کے اعمال کو ان کی نگاہوں میں زینت دے دی، ان کو صحیح راستہ سے ہٹادیا اور جو صاحبان عقل تھے انہوں نے ان سے نفرت کی، انتخاب خدا، رسول اور انتخاب اہل بیت کے مقابل اپنے انتخاب کو پسند کیا حالانکہ قرآن ان سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے انتخاب کرتا ہے، لوگوں کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں، اللہ لائق تسبیح اور شرک سے پاک ہے، وہ فرماتا ہے: جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کو طے فرمادیں تو کسی مومن و مومنہ کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار حاصل نہیں اور اللہ نے فرمایا تمہیں کیا ہوگیا! تم خود کیسے حکم لگانے لگے! آیا تمہارے پاس قرآن کے علاوہ کوئی اور کتاب ہے جس کا تم درس لیتے ہو! کیا تمہارے لئے اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس کی تم خبر دیتے ہو یا تمہارا ہم سے روز قیامت تک کے لئے کوئی معاہدہ ہے کہ تم اس کے متعلق حکم کرتے ہو!۔ اے رسول تم ان سے پوچھو کہ کون ان میں ان عہدوں کا ضامن ہے! کیا ان کے لئے خدا کے شریک ہیں؟ پس اگر تم سچے ہو تو اپنے شریکوں کو بلاؤ، خدا فرماتا ہے: کیا یہ لوگ آیات قرآنی میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے قلوب پر تالے پڑے ہوئے ہیں یا ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے کہ وہ نہیں سمجھتے!، کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا ہے حالانکہ وہ نہیں سنتے!۔ خدا کے نزدیک روئے زمین پر بدترین چلنے والے گونگے بہرے ہیں جو سمجھتے ہی نہیں! اگر اللہ جانتا کہ ان میں کوئی بہتری ہے تو ضرور ان کو سناتا لیکن اگر وہ سنتے تو البتہ روگردانی کر کے بھاگ جاتے یا انہوں نے کہا ہم نے سنا اور نافرمانی کی، یہ تو خدا کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اس صورت میں امام کے متعلق ان کا اختیار کیا ہے؟۔

امام ہر چیز کا عالم ہوتا ہے، وہ کسی چیز سے جاہل نہیں ہوتا، امور دین کی رعایت کرنے والا ہوتا ہے توقف نہیں کرتا، وہ معدن قدس و طہارت ہوتا ہے، وہ صاحب عبادت و زہد ہوتا ہے، وہ صاحب علم و عبادت ہوتا ہے، وہ دعائے رسول سے مخصوص ہوتا ہے، وہ نسل سیدہ طاہرہ و معصوم سے ہوتا ہے، اس کے نسب میں کھوٹ نہیں ہوتا، کوئی شرافت نسب میں اس کے برابر نہیں ہوتا ہے، وہ خاندان قریش سے ہوتا ہے، وہ خاندان بنی ہاشم میں سے سب سے بلند مرتبہ ہوتا ہے، وہ عترت رسول سے ہوتا ہے اور مرضی الٰہی کا چاہنے والا ہوتا ہے، وہ تمام اشراف کا شرف ہوتا ہے، وہ عبد مناف کی شاخ ہوتا ہے، وہ علم کو ترقی دینے والا ہوتا ہے، وہ حلم سے پر ہوتا ہے۔

امام جامع شرائط امامت ہوتا ہے، وہ سیاست الٰہیہ کا عالم ہوتا ہے، اس کی اطاعت لوگوں پر فرض ہوتی ہے، وہ امر خدا کا قائم کرنے والا ہوتا ہے، وہ خدا کے بندوں کو نصیحت کرنے والا ہوتا ہے، وہ دین خدا کا نگہبان ہوتا ہے، انبیاء وائمہ موفق من اللہ ہوتے ہیں اور علم و حکمت الٰہیہ کے خزانہ سے وہ چیز ان کو دی جاتی ہے جو ان کے غیر کو نہیں دی جاتی ہے، پس ان کا علم تمام اہل زمانہ کے علم سے زیادہ ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے کہ جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے وہ زیادہ حق دار پیروی ہے اس سے جو محتاج ہدایت ہے، پس تمہیں کیا ہو گیا! تم کیسا حکم کرتے ہو! اور خدا نے یہ بھی فرمایا: جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی (قول باری تعالی الطاغوت کے بارے میں) بے شک اللہ نے تم پر طالوت کو منتخب کیا اور اس کو علم و جسم (قوت) میں تم پر فضیلت دی اور اللہ جسے چاہتا ہے ملک کا مالک بنا دیتا ہے اور وہ

بڑی وسعت والا بڑا جاننے والا ہے، اس نے اپنے نبی سے فرمایا: تمہارے اوپر کتاب و حکمت کو نازل کیا، جو تم نہ جانتے تھے اس کی تعلیم دی اور یہ تمہارے اوپر خدا کا بڑا فضل تھا۔

اپنے نبی کی اہلبیت، عترت اور ذرّیت کے متعلق فرمایا: کیا لوگ حسد کرتے ہیں اس چیز پر جو ہم نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے؟ پس ہم نے اولاد ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت دی اور ان کو ملک عظیم دیا پس ان میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض ایمان سے بے نصیب رہے اور ان کے لئے جہنم کے شعلے کافی ہیں، جب خدا کسی بندہ کو اپنے بندوں کے امور کی اصلاح کے لئے منتخب کرلیتا ہے تو اس کام کے لئے اس کے سینہ کو کشادہ کر دیتا ہے، حکمت کے چشمے اس کے قلب میں ودیعت فرماتا ہے اور علم کا الہام کرتا ہے پس وہ کسی سوال کے جواب میں عاجز نہیں ہوتا اور نہ وہ راہ صواب میں حیران ہوتا ہے، وہ معصوم ہے، وہ مؤید و موفق من اللہ ہے، وہ ہدایت یافتہ ہے۔

امام گناہوں، لغزشوں اور غلطیوں سے محفوظ ہوتا ہے: خدا اسے ان امور سے مخصوص کرتا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر اس کی حجت ہو، اس کی مخلوق پر اس کا گواہ ہو، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے، پس آیا لوگ ایسا امام بنانے پر قادر ہیں کہ وہ اس کو منتخب کرلیں اور ان صفات والے پر وہ کسی اور کو مقدم کردیں! قسم ہے خانہ کعبہ کی انہوں نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا ہے گویا وہ جانتے ہی نہیں!، حالانکہ کتاب خدا ہیں ہدایت اور شفاء ہے؛

انہوں نے اس کو پس پشت ڈال کر اپنی خواہشوں کا اتباع کیا۔ خدا نے ان کی مذمت کی ہے اور ان کو دشمن رکھا ہے اور ان کے لئے ہلاکت ہے۔

اس نے فرمایا ہے کہ اس سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو ہدایت خدا کے مقابل اپنی خواہشات کا اتباع کرے! بے شک خدا ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا اور فرماتا ہے: ہلاکت ہو ان کے لئے، ان کے اعمال اکارت گئے اور خدا نے فرمایا: خدا اور ایمان والوں کی اس سے سخت دشمنی ہے، خدا نے ہر متکبر و جبار کے دل پر مہر لگا دی ہے اور بکثرت درود و سلام ہو محمد اور ان کی اولاد پر۔

❁ ❁ ❁

﴿تفسیر آیہ مودت امام رضاؑ کی زبانی﴾

ریان بن صلت نے کہا: "حَضَرَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ مَجْلِسَ الْمَأْمُونِ بِمَرْوَ، وَقَدِ اجْتَمَعَ فِي مَجْلِسِهِ جَمَاعَةٌ مِنْ عُلَمَاءِ أَهْلِ الْعِرَاقِ وَخُرَاسَانَ" امام رضا علیہ السّلام مرو میں مامون کے دربار میں حاضر ہوئے، جہاں عراق اور خراسان کے بہت سے علماء جمع تھے۔ وہاں بہت ساری آیات کے متعلق مناظرہ ہو رہا تھا جن میں سے ایک حصہ آیہ مودت پر تھا جو اس طرح ہے: " وَالْآيَةُ السَّادِسَةُ قَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ، وَ هَذِهِ خُصُوصِيَّةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ خُصُوصِيَّةٌ لِلْآلِ دُوْنَ غَيْرِهِمْ وَ ذٰلِكَ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ حَكَىٰ فِيْ ذِكْرِ نُوْحٍ فِيْ كِتَابِهِ يَا قَوْمِ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالاً إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللهِ وَ مَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّهُمْ مُلَاقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّيْ أَرَاكُمْ قَوْماً تَجْهَلُوْنَ وَ حَكَىٰ عَزَّ وَ جَلَّ عَنْ هُوْدٍ أَنَّهُ قَالَ يَا قَوْمِ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ وَ قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ لِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قُلْ يَا مُحَمَّدُ! لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ" اور چھٹی آیت میں اللہ عزّوجلّ کا یہ فرمان ہے: کہہ دو (اے محمد!): میں تم سے اس (تبلیغِ رسالت) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے مودّت اختیار کرو۔ یہ (آیت) رسولِ خداؐ کے لئے قیامت کے دن تک ایک خاص امتیاز کی حامل ہے، اور یہ خصوصیت آپؐ کے اہلِ بیت علیہم السلام سے مخصوص ہے، دوسروں

کے لئے نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزّوجلّ نے اپنے دیگر انبیاء کے بارے میں (قرآن میں) فرمایا ہے مثلاً: حضرت نوحؑ کے بارے میں فرمایا: اے میری قوم! میں تم سے اس (دعوت) پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور میں ایمان لانے والوں کو اپنے پاس سے دور کرنے والا نہیں، وہ یقیناً اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں، لیکن میں تمہیں جاہل قوم دیکھتا ہوں۔

حضرت ہودؑ کے بارے میں فرمایا: اے میری قوم! میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف اس پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا، کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ لیکن جب اللہ عزّوجلّ نے اپنے نبی محمدؐ سے خطاب فرمایا تو کہا: کہہ دو (اے محمد!): میں تم سے اس (رسالت) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، مگر یہ کہ میرے قرابت داروں سے مودّت اختیار کرو۔[1]

وضاحت:

اس عبارت میں مفسر یہ نکتہ بیان کر رہے ہیں کہ پچھلے انبیاء (جیسے نوحؑ، ہودؑ) نے اپنی قوم سے کسی قسم کا اجر نہیں مانگا؛ ان کا اجر صرف اللہ کے ذمہ تھا۔

لیکن رسولِ اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ وہ اپنی امت سے ایک اجر مانگیں اور وہ اجر اہلِ بیت علیہم السلام سے مودّت اختیار کرنا ہے لہٰذا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم اجرِ رسالت ادا کرنا چاہتے ہیں تو اہلِ بیت سے مودّت اختیار کرنا پڑے گی اور یہی مودّت امت کے لئے دین کی بقاء اور نجات کا ذریعہ ہے۔

---

[1]۔ عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج۱، ص۲۲۸۔

ایک روایت میں اس انداز سے منقول ہے: "وَ لَمْ یَفْرِضِ اللهُ تَعَالَیٰ مَوَدَّتَهُمْ إِلَّا وَ قَدْ عَلِمَ أَنَّهُمْ لَا یَرْتَدُّونَ عَنِ الدِّیْنِ أَبَداً وَ لَا یَرْجِعُوْنَ إِلَیٰ ضَلَالٍ أَبَداً وَ أُخْرَیٰ أَنْ یَکُونَ الرَّجُلُ وَادّاً لِلرَّجُلِ فَیَکُوْنُ بَعْضُ أَهْلِ بَیْتِهِ عَدُوّاً لَهُ فَلَا یَسْلَمُ لَهُ قَلْبُ الرَّجُلِ فَأَحَبَّ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ أَنْ لَا یَکُوْنَ فِیْ قَلْبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ شَیْءٌ فَفَرَضَ عَلَیْهِمُ اللهُ مَوَدَّةَ ذَوِی الْقُرْبَیٰ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا وَ أَحَبَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ وَ أَحَبَّ أَهْلَ بَیْتِهِ لَمْ یَسْتَطِعْ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ أَنْ یُبْغِضَهُ وَ مَنْ تَرَکَهَا وَ لَمْ یَأْخُذْ بِهَا وَ أَبْغَضَ أَهْلَ بَیْتِهِ فَعَلَیٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ أَنْ یُبْغِضَهُ لِأَنَّهُ قَدْ تَرَکَ فَرِیْضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَأَیُّ فَضِیْلَةٍ وَ أَیُّ شَرَفٍ یَتَقَدَّمُ هَذَا أَوْ یُدَانِیْهِ" اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیت کی مودّت کو فرض نہیں کیا مگر اس حال میں کہ وہ جانتا تھا کہ یہ ہستیاں (اہلِ بیت) ہرگز کبھی دین سے پھرنے والی نہیں ہیں، نہ کبھی گمراہی کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ ایک اور حکمت یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایک شخص دوسرے شخص سے محبت کرتا ہے، لیکن اس کے اہلِ خانہ میں کوئی ایسا ہوتا ہے جو اس سے دشمنی رکھتا ہے تو اس کی محبت خالص نہیں رہتی۔ اللہ عزّوجلّ نے چاہا کہ رسولِ خداؐ کے دل میں مؤمنوں کے لئے کوئی میل یا کدورت نہ رہے لہٰذا اللہ نے ان پر واجب کیا کہ وہ نبی کے قرابت داروں سے مودت اختیار کریں۔

چنانچہ جو شخص اس (مودّتِ اہلِ بیت) کو اپناتا ہے اور رسول اللہؐ اور ان کے اہلِ بیتؑ سے محبت کرتا ہے تو رسول اللہؐ کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اس سے بغض رکھیں اور اگر کوئی شخص اس محبت کو ترک کرتا ہے اور اہلِ بیتِ نبی سے دشمنی رکھتا

ہے تو رسول اللہؐ پر لازم ہے کہ وہ اس سے بغض رکھیں کیونکہ اس نے اللہ عزوجل کی ایک فرض کردہ فریضہ کو چھوڑ دیا۔ (اے دیکھنے والے!) کون سی فضیلت اور کون سا شرف ہے جو اس سے بڑھ کر یا اس کے برابر ہو سکتا ہے؟

تفسیر میں اس طرح نقل ہوا ہے: " فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ هَٰذِهِ الْآيَةَ عَلَىٰ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ "قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ" فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِيْ أَصْحَابِهِ فَحَمِدَ اللهَ وَ أَثْنَىٰ عَلَيْهِ وَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ فَرَضَ لِيْ عَلَيْكُمْ فَرْضاً فَهَلْ أَنْتُمْ مُؤَدُّوْهُ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ فِضَّةٍ وَ لَا ذَهَبٍ وَ لَا مَأْكُوْلٍ وَ لَا مَشْرُوْبٍ فَقَالُوْا هَاتِ إِذاً فَتَلَا عَلَيْهِمْ هَٰذِهِ الْآيَةَ فَقَالُوْا أَمَّا هَٰذِهِ فَنَعَمْ فَمَا وَفَىٰ بِهَا أَكْثَرُهُمْ وَ مَا بَعَثَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ نَبِيّاً إِلَّا أَوْحَىٰ إِلَيْهِ أَنْ لَا يَسْأَلَ قَوْمَهُ أَجْراً لِأَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُوَفِّيْهِ أَجْرَ الْأَنْبِيَاءِ " اللہ عزوجل نے اپنے نبیؐ پر سورہ شوریٰ کی آیت ۲۳ نازل فرمائی: " کہہ دو میں تم سے اس (رسالت) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، مگر یہ کہ میرے قرابت داروں سے مودّت اختیار کرو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ اکرمؐ اپنے اصحاب کے درمیان کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا: اے لوگو! اللہ عزوجل نے مجھ پر تمہارے لئے ایک فریضہ واجب کیا ہے، کیا تم اسے ادا کرو گے؟ (صحابہ خاموش رہے۔) پھر آپؐ نے فرمایا: یہ فریضہ نہ سونا ہے، نہ چاندی، نہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہے۔ (تب صحابہ نے کہا: "یا رسول اللہ! بتایئے، وہ کیا ہے؟) رسول اللہؐ نے ان پر یہ آیت تلاوت

فرمائی: "قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى" (تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس بات کو ہم قبول کرتے ہیں۔ لیکن بعد میں ان میں سے اکثر نے وفا نہ کی) اور اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو بھی نہیں بھیجا، مگر اس پر وحی فرمائی کہ وہ اپنی قوم سے کوئی اجر نہ مانگے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے نبیوں کا اجر خود پورا فرماتا ہے۔ مگر رسولِ خداؐ کے لئے اہلِ بیت کی محبت کو "اجرِ رسالت" قرار دیا یہ ان کی عظیم خصوصیت قرار دی گئی ہے۔

"وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَرَضَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ طَاعَتَهُ وَ مَوَدَّةَ قَرَابَتِهِ عَلَى أُمَّتِهِ وَ أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ أَجْرَهُ فِيهِمْ لِيُؤَدُّوهُ فِي قَرَابَتِهِ بِمَعْرِفَةِ فَضْلِهِمُ الَّذِي أَوْجَبَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُمْ فِي الْمَوَدَّةِ إِنَّمَا تَكُونُ عَلَى قَدْرِ مَعْرِفَةِ الْفَضْلِ فَلَمَّا أَوْجَبَ اللهُ تَعَالَى ذَلِكَ ثَقُلَ ذَلِكَ لِثِقْلِ وُجُوبِ الطَّاعَةِ فَتَمَسَّكَ بِهَا قَوْمٌ قَدْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَهُمْ عَلَى الْوَفَاءِ وَ عَانَدَ أَهْلُ الشِّقَاقِ وَ النِّفَاقِ وَ أَلْحَدُوا فِي ذَلِكَ فَصَرَفُوهُ عَنْ حَدِّهِ الَّذِي حَدَّهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَالُوا الْقَرَابَةُ هُمُ الْعَرَبُ كُلُّهَا وَ أَهْلُ دَعْوَتِهِ فَعَلَى أَيِّ الْحَالَتَيْنِ كَانَ فَقَدْ عَلِمْنَا أَنَّ الْمَوَدَّةَ هِيَ لِلْقَرَابَةِ فَأَقْرَبُهُمْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَوْلَاهُمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ كُلَّمَا قَرُبَتِ الْقَرَابَةُ كَانَتِ الْمَوَدَّةُ عَلَى قَدْرِهَا وَ مَا أَنْصَفُوا نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي حِيطَتِهِ وَ رَأْفَتِهِ وَ مَا مَنَّ اللهُ بِهِ عَلَى أُمَّتِهِ مِمَّا تَعْجِزُ الْأَلْسُنُ عَنْ وَصْفِ الشُّكْرِ عَلَيْهِ أَنْ لَا يُؤَدُّوهُ فِي ذُرِّيَّتِهِ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ وَ أَنْ يَجْعَلُوهُمْ فِيهِمْ بِمَنْزِلَةِ الْعَيْنِ مِنَ الرَّأْسِ حِفْظاً لِرَسُولِ اللهِ فِيهِمْ وَ حُبّاً لَهُمْ فَكَيْفَ وَ الْقُرْآنُ يَنْطِقُ بِهِ وَ يَدْعُو إِلَيْهِ وَ الْأَخْبَارُ ثَابِتَةٌ بِأَنَّهُمْ أَهْلُ الْمَوَدَّةِ وَ الَّذِينَ فَرَضَ اللهُ تَعَالَى مَوَدَّتَهُمْ وَ وَعَدَ الْجَزَاءَ

عَلَيْهَا فَمَا وَفَىٰ أَحَدٌ بِهَا فَهَذِهِ الْمَوَدَّةُ لَا يَأْتِيْ بِهَا أَحَدٌ مُؤْمِناً مُخْلِصاً إِلَّا اسْتَوْجَبَ الْجَنَّةَ لِقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ هَذِهِ الْآيَةِ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ فِيْ رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ لَهُمْ مَا يَشَاؤُنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ، ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ" اور محمدؐ کے بارے میں اللہ عزّوجلّ نے ان کی اطاعت اور ان کے قرابت داروں (اہل بیت) کی مودّت کو ان کی امت پر فرض قرار دیا، اللہ نے انہیں حکم دیا کہ اپنی رسالت کی اجرت اپنی قرابت میں رکھیں تاکہ لوگ ان کے قرابت داروں کے بارے میں ان کے فضل وشرف کی معرفت کے ساتھ وہ اجرت ادا کریں جو اللہ نے محبت کی صورت میں ان پر واجب کی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ محبت (مودّت) معرفتِ فضیلت کے درجہ کے مطابق ہی ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ محبت واجب کی تو اس کا بوجھ ان لوگوں پر بھاری لگا کیونکہ اس میں اطاعت واجب ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک گروہ نے (جو مخلص تھے) اس کو قبول کیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جس کا اللہ نے ان سے میثاق لیا تھا لیکن اہلِ نفاق نے اس میں ضد کی، انکار کیا اور اس حکمِ الٰہی میں تحریف کی۔

چنانچہ انہوں نے کہا: قرابت دار تو سارے عرب ہیں، یا وہ سب جو نبی کی دعوت میں داخل ہیں۔ حالانکہ کسی بھی صورت میں یہ واضح ہے کہ مودّت تو قرابت داروں ہی کے لئے ہے اور نبیؐ سے جو جتنا زیادہ قریب ہے وہ اتنا ہی زیادہ مودّت کا حق دار ہے۔ پس جس قدر قرابت زیادہ ہوگی، مودّت کا درجہ بھی اسی کے مطابق زیادہ ہوگا۔ لیکن لوگوں نے رسولِ خداؐ کے ساتھ انصاف نہ کیا، نہ ان کی شفقت کا لحاظ

رکھااور نہ اس عظیم نعمت کا شکر ادا کیا جو اللہ نے ان پر نبی کے ذریعہ نازل کی اور انہوں نے رسولِ خداؐ کے حق کا بدلہ ان کی ذریت اور اہلِ بیت کے بارے میں ادا نہ کیا، حالانکہ انہیں چاہئے تھا کہ رسولؐ کی خاطر ان کے اہلِ بیت کو اپنے لئے آنکھوں میں سماتے اور اپنی پلکوں پر بیٹھاتے، انہیں عزیز و محترم سمجھتے! تاکہ رسولؐ کی یاد اور آپؐ کی حرمت باقی رہتی۔ کیونکہ قرآن خود اسی بات کی تصریح کرتا ہے اور اس کی طرف بلاتا ہے، احادیث بھی اس پر قطعی طور پر ثابت ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کی مودّت اللہ نے واجب کی ہے اور اس پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن (امت میں سے) کسی نے اس واجب محبت کو پورا نہ کیا۔ پس یہ ایسی محبت ہے کہ جو بھی مؤمن مخلص ہو کر اسے بجالاتا ہے وہ جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وہ بہشت کے باغات میں ہوں گے، ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی ہے اللہ کا بڑا فضل۔ یہ وہ بشارت ہے جس کی خوشخبری اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں۔ اسی ضمن میں سورہ شوریٰ کی آیت ۲۳ نازل ہوئی: (اے رسول!) کہہ دو میں تم سے اس (رسالت) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، مگر یہ کہ میرے قرابت داروں سے مودّت اختیار کرو۔

خلاصہ:

یہ عبارت اہل بیت علیہم السلام کی مودّت اور معرفتِ فضیلت کو عینِ ایمان قرار دیتی ہے۔ یہ واضح کرتی ہے کہ محبتِ اہل بیت دراصل رسالت کا اجر ہے جو اللہ نے خود واجب کیا۔ حقیقی محبت صرف معرفت کے ساتھ ممکن ہے، یعنی ان کے مقامِ

ولایت کو پہچاننا۔ منافقین نے اس مودّت میں تحریف کی اور قرابت کی حد کو عام عربوں میں پھیلا دیا۔ جو مخلص مومن اس محبت کو دل سے قبول کرتا ہے، وہ جنت کا مستحق ہے۔

ایک روایت نے اس طرح بیان کیا: "مُفَسَّراً وَ مُبَيَّناً ثُمَّ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ آبَائِهِ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ وَ الْأَنْصَارُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالُوا إِنَّ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَئُونَةً فِي نَفَقَتِكَ وَ فِيمَنْ يَأْتِيكَ مِنَ الْوُفُودِ وَ هَذِهِ أَمْوَالُنَا مَعَ دِمَائِنَا فَاحْكُمْ فِيهَا بَارّاً مَأْجُوراً أَعْطِ مَا شِئْتَ وَ أَمْسِكْ مَا شِئْتَ مِنْ غَيْرِ حَرَجٍ قَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ الرُّوحَ الْأَمِينَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ يَعْنِي أَنْ تَوَدُّوا قَرَابَتِي مِنْ بَعْدِي فَخَرَجُوا فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ مَا حَمَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَلَى تَرْكِ مَا عَرَضْنَا عَلَيْهِ إِلَّا لِيَحُثَّنَا عَلَى قَرَابَتِهِ مِنْ بَعْدُ إِنْ هُوَ إِلَّا شَيْءٌ افْتَرَاهُ فِي مَجْلِسِهِ وَ كَانَ ذَلِكَ مِنْ قَوْلِهِمْ عَظِيماً فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذِهِ الْآيَةَ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللهِ شَيْئاً هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ كَفَىٰ بِهِ شَهِيداً بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ وَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ فَبَعَثَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ هَلْ مِنْ حَدَثٍ فَقَالُوا إِي وَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ قَالَ بَعْضُنَا كَلَاماً غَلِيظاً كَرِهْنَاهُ فَتَلَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ الْآيَةَ فَبَكَوْا وَ اشْتَدَّ بُكَاؤُهُمْ فَأَنْزَلَ عَزَّ وَجَلَّ وَ هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَ يَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَ يَعْلَمُ مَا

تَفۡعَلُوۡنَ" امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا: میرے والد نے اپنے جد سے، انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے، انہوں نے امام حسین بن علی علیہما السلام سے روایت کی کہ مہاجرین و انصار رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے رسولِ خدا! آپ پر اور آپ کے مہمانوں پر خرچ کا بوجھ ہے۔ یہ ہمارے مال ہیں، یہ ہماری جانوں کے ساتھ ہیں۔ آپ ان میں جیسے چاہیں تصرف کریں، جو چاہیں عطا کریں اور جو چاہیں روک لیں، کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے روح الامین (جبرئیلؑ) کو نازل فرمایا، انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچایا: اے محمد! "قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی" (کہہ دو! میں تم سے اپنی رسالت پر کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے مودّت اختیار کرو۔

یعنی میرے بعد میرے قرابت داروں (اہلِ بیتؑ) کا خیال رکھنا۔ وہ لوگ (مہاجر و انصار) مجلس سے نکلے۔ تب منافقوں نے کہا: رسولِ خداؐ نے وہ سب اس لئے ردّ کیا تاکہ ہمیں اپنے قرابت داروں کی طرف مائل کریں۔ یہ سب کچھ اس نے خود گھڑ لیا ہے! یہ ان کی بہت بڑی گستاخی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ قُلۡ اِنِ افۡتَرَیۡتُهٗ فَلَا تَمۡلِكُوۡنَ لِیۡ مِنَ اللّٰهِ شَیۡـًٔا هُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡهِ كَفٰی بِهٖ شَهِیۡدًا بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَكُمۡ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ "کیا وہ کہتے ہیں کہ محمدؐ نے یہ بات خود گھڑ لی ہے؟ کہہ دو! اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہو تو تم میرے لئے اللہ سے کچھ بھی نہیں بچا سکتے۔ وہ بہتر جانتا ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو۔ وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے، اور وہ بخشنے والا، مہربان ہے۔ پھر نبیؐ نے ان منافقوں کے پاس کسی کو بھیجا اور فرمایا: کیا تمہارے درمیان کوئی

نئی بات ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ! ہم میں سے بعض نے سخت کلام کہا جس پر ہمیں افسوس ہے۔ رسولِ خداؐ نے ان کے سامنے وہ آیت تلاوت فرمائی۔ وہ سب رونے لگے، اور ان کا رونا بہت بڑھ گیا۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: " وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْ عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ " وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو معاف کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔

یہ روایت اہلِ بیتِ رسولؐ کی مودّت کو قرآن کے واضح حکم کے طور پر بیان کرتی ہے اور یہ بھی بتاتی ہے کہ نبیؐ نے امت سے کوئی مال یا دنیاوی فائدہ نہیں مانگا بلکہ صرف اہلِ بیتؑ سے مودّت کو اجرِ رسالت قرار دیا، جو اس مودّت سے انکار کرے گا یا اس پر اعتراض کرے گا، اس پر قرآن کی جانب سے افتراء کا الزام آئے گا۔

❁ ❁ ❁

﴿فاطمہ معصومہ قم سلام اللہ علیہا﴾

جس کے شہر میں ہمارے دل مدینہ کی خوشبو محسوس کرتے ہیں۔ جس کے حرم میں ہمیشہ بہار ہے۔ بہار قرآن و دعا اور بہارِ صلوات ہے۔ آنے والا کوئی بھی اجنبی شخص اس حرم میں قدم رکھنے کے بعد خود کو اپنے وطن میں محسوس کرتا ہے اسے پردیس اور بیگانگی کا احساس نہیں ہوتا۔ معصومہ قم کا حرم زائرین کے لئے ماں کی طرح آغوش پھیلائے ہوئے ہے۔ یہ حرم اہل بیت ہے۔ مدفن یادگار رسولؐ ہے۔

ان کو نور چشم موسی بن جعفرؑ، خواہر امام رضا علیہ السلام زینب امام رضا علیہ السلام حضرت معصومہ، حمیدہ، رشیدہ، تقیہ، نقیہ، رضیہ، طاہرہ اور برّیہ جیسے مبارک القاب سے یاد کیا گیا ہے۔

کریمۂ اہل بیت حضرت معصومہ فرزندِ رسول حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی دختر گرامی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی ہمشیر ہیں۔ آپ کا اصلی نام فاطمہ ہے۔ آپ اور امام رضاؑ ایک ہی ماں یعنی شہزادی نجمہ خاتون سے پیدا ہوئے ہیں، آپ کی والدہ کے مشہور نام خیزران، ام البنین اور نجمہ ہیں۔

روایات کے مطابق حضرت فاطمہ معصومہ یکم ذیعقدہ ۱۷۳ھ مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئیں اور ۱۰ ربیع الثانی ۲۰۱ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی مدت حیات صرف ۲۸ سال رہی۔

حضرت امام موسی بن جعفر علیہ السلام کا بچپن ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ایک صحابی سے ارشاد

فرمایا: یہ میرا بیٹا موسیٰ ہے، خداوندِ عالم اس سے مجھے ایک بیٹی عطا کرے گا جس کا نام فاطمہ ہو گا۔ وہ قم کی سرزمین پر دفن ہوگی اور جس نے قم میں اس کی زیارت کی، اس پر بہشت واجب ہوگی۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی ساری بیٹیوں کے نام جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نام پر رکھے؛ فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ، فاطمہ وسطیٰ، فاطمہ اخریٰ، دور جدید میں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لوگ اپنے بچوں کے مبارک نام رکھنے کے بجائے جدید نام تلاش کرتے ہیں؛ اگر کسی کے یہاں بچہ کی ولادت ہوتی ہے تو فون آتا ہے کہ مولانا کوئی نیا اچھا سا نام بتائیے! اگر ان سے کہا جائے کہ علی نام رکھ لیجئے، مہدی رکھ لیجئے، فاطمہ رکھ لیجئے تو جواب دیتے ہیں مولانا یہ سب نام تو پہلے سے ہی ہیں!۔

ذرا سوچئے آج ہمارا ماحول کہاں سے کہاں جارہا ہے! جو انبیاء کی مصیبتوں میں سہارا بنے، جو نام آدم کی قبولیتِ توبہ کا سبب بنے، ابراہیم پر آتشِ نمرود کو ٹھنڈا کرنے کا موجب قرار پائے، آج ہم ان ناموں کے بجائے نئے نئے نام تلاش کررہے ہیں! عزیزانِ گرامی! امام سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بھی صاحب علم نہیں ہوسکتا جو خود سراپا علم ہو، ان سے اچھا کوئی کیا نام رکھتا! ان کی نگاہ میں جو سب سے خوبصورت نام ہے وہ فاطمہ ہے۔

مولا نے صرف ایک بیٹی کا نام فاطمہ نہیں رکھا بلکہ چاروں بیٹیوں کو نام فاطمہ زہراؑ کے نام پر رکھ کے بتایا کہ تم اپنی زندگی میں سکون و راحت چاہتے ہو تو یہ نام رکھو؛

روایتوں میں ملتا ہے کہ جس گھر میں یہ نام رکھے جائیں اور پکارے جائیں اللہ تعالی اس گھر پہ رحمتیں نازل کرتا ہے۔

امام کاظم علیہ السلام کی بیٹیاں کچھ اس طرح ہیں: معصومہ قم کا نام فاطمہ کبریٰ ہے ، دوسری بیٹی فاطمہ صغریٰ آذربائیجان کے شہر باکو میں مدفون ہیں، تیسری بیٹی فاطمہ وسطیٰ شہر اصفہان میں مدفون ہیں، اور چوتھی بیٹی فاطمہ اخریٰ جنہیں فاطمہ طاہرہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے وہ شہر رشت میں مدفون ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے اس حدیث کو اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی اور امام صادق علیہ السلام کے فرزند امام موسی کاظم علیہ السلام بھی اس دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے آپؑ نے فرمایا: "إِنَّ لِلّٰهِ حَرَماً وَهُوَ مَكَّةُ وَإِنَّ لِلرَّسُولِ حَرَماً وَهُوَ الْمَدِينَةُ وَإِنَّ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ حَرَماً وَ هُوَ الْكُوفَةُ وَ إِنَّ لَنَا حَرَماً وَ هُوَ بَلْدَةُ قُمَّ وَ سَتُدْفَنُ فِيهَا امْرَأَةٌ مِنْ أَوْلَادِي تُسَمَّى فَاطِمَةَ فَمَنْ زَارَهَا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قَالَ الرَّاوِيُ وَ كَانَ هَذَا الْكَلَامُ مِنْهُ قَبْلَ أَنْ يُولَدَ الْكَاظِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ " بے شک خداوند عالم کے لئے ایک حرم ہے جو مکہ ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی ایک حرم ہے جو مدینہ ہے؛ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے لئے بھی ایک حرم ہے جو کوفہ ہے۔ بے شک ہم سب کے لئے بھی ایک حرم ہے جو قم ہے۔ عنقریب اس سرزمین پر میری اولاد میں سے ایک دفن ہوگی جس کا نام فاطمہ ہوگا، جو بھی اس کی زیارت کرے گا اس پر جنت واجب ہوگی۔

راوی کہتا ہے کہ مولاؑ کی زبانِ مبارک سے یہ کلام اس وقت صادر ہوا جب اس دنیا میں امام کاظم علیہ السلام بھی تشریف نہیں لائے تھے۔

اسی طرح امام رضا علیہ السلام سے منقول حدیث ملتی ہے: "قَالَ الْإِمَامُ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ زَارَ الْمَعْصُومَةَ بِقُمْ كَمَنْ زَارَنِيْ "مولا رضا علیہ السلام نے فرمایا جس نے قم میں معصومہ کی زیارت کی اس نے میری زیارت کی۔

دوستو دنیا میں کسی ڈاکٹر کی کوئی تعریف کر دے کمال نہیں کسی استاد کی لوگ تعریف کر دیں کمال نہیں کمال یہ ہے کہ ایک عالم ایک طالب علم کی تعریف کرے، کمال یہ ہے کہ ایک عالم کے لئے مستحق تعریف کرے، بلند شخص جب کسی کی تعریف کرتا ہے تو وہ تعریف قابل قبول ہوتی ہے، کائنات کی حجت امام رضاؑ جو خود معصوم ہیں فرما رہے ہیں کہ جس نے قم میں معصومہ کی زیارت کی اس نے میری زیارت کی، معصوم امام جس کو معصومہ کہے، جس کی زیارت کو اپنی زیارت کہے اسکو معصومہ قم کہا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت معصومہ اپنے والد گرامی حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں تشریف فرما تھیں، ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا: آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں معصومہ ہوں؛ حضرت امام رضا علیہ السلام کی بہن کا اس طرح سے اپنا تعارف کرانا، اپنے بھائی پر افتخار کرنا، آپ سے انتہائی محبت کی نشانی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے: جان لو کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے تین دروازے قم کی جانب کھلتے ہیں۔ میرے فرزندوں میں سے ایک خاتون، جن کا نام

فاطمہ ہے۔ قم میں رحلت فرمائیں گی جن کی شفاعت سے ہمارے تمام شیعہ بہشت میں وارد ہونگے۔

بی بی کریمہ اہل بیت کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ ظاہراً یہ لقب ایک خواب سے منسوب ہے جسے سید محمود مرعشی نجفی چودھویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جو آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی کے والد گرامی تھے، یہ بہت اشتیاق رکھتے تھے کہ جس طریقہ سے بھی ممکن ہو حضرت زہراؑ کی قبر مطہر سے آگاہ ہو سکیں، اس مقصد کے لئے آپ نے ایک مجرب عمل شروع کیا اور چالیس رات تک اس مخصوص ذکر کا ورد کیا۔

آپ کو امید تھی کہ شاید خداوند عالم کسی طریقہ سے ان کو حضرت زہرا کی قبر مبارک سے آگاہ فرمائے، چالیسویں رات جب آپ ذکر اور توسل سے فارغ ہو کر آرام کر رہے تھے تو عالم خواب میں امام باقرؑ یا امام صادقؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ امامؑ نے ان سے فرمایا: "عَلَيْكَ بِكَرِيمَةِ اَهْلِ الْبَيْتِ" کریمہ اہل بیت کے حضور میں جاؤ۔

آپ نے سوچا کہ کریمہ اہل بیت سے مراد حضرت زہرا ہیں، اس لئے کہا: میں نے یہ عمل اسی لئے کیا ہے کہ بی بی کی قبر مبارک کا نشان مل سکے تاکہ میں زیارت سے مشرف ہو سکوں؛ امامؑ نے فرمایا: ہماری مراد حضرت معصومہؑ کی قبر مبارک ہے جو قم میں ہے۔ امامؑ نے مزید فرمایا: خدا نے کسی مصلحت کی بنا پر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کو مخفی رکھا ہے اور اسی لئے قبر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کو قبر شریف

زہرا سلام اللہ علیہا کی تجلی گاہ قرار دیا ہے، جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو سفر کی تیاری کا ارادہ کیا اور حضرت معصومہؑ کی زیارت کے لئے قم کی طرف روانہ ہوئے۔

روایت میں ہے کہ کچھ شیعہ مدینہ آئے ان کے پاس کچھ اہم سوالات تھے جو امام موسی کاظم علیہ السلام سے حل کرانا چارہے تھے امام کے در پہ آئے دق الباب کیا کنیز نے دریافت کیا اور جاکر شہزادی معصومہ قم سے بتایا کہ کچھ لوگ آقا سے ملنے کے لئے آئے ہیں، بی بی نے کہا: ان سے کہہ دو کہ بابا سفر پہ گئے ہوئے ہیں، مومنین واپس ہو گئے، دوسرے دن پھر آئے اور آکر پوچھا کہ امام آچکے ہیں؟ کنیز نے بی بی کو بتایا کہ وہ لوگ آج بھی آئے ہیں تو بی بی نے کہا: ان سے کہہ دو کہ بابا نہیں آئے ہیں، آخر بابا سے کیا کام ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک تو بابا کی زیارت کرنا چاہتے تھے اور دوسرے کچھ اہم سوالات ہمارے ہمراہ ہیں جو امامؑ سے حل کرانا چاہتے ہیں؛ کنیز نے آکے بی بی سے نقل کیا بی بی نے فرمایا: ان سے سوال کا پرچہ لے آؤ، انہوں نے پرچہ بھیج تو دیا، شاید وہ سوچ رہے ہوں کہ ابھی تو بچی ہیں، دیر لگے گی سوال پڑھنے میں اور جواب دینے میں! لیکن ان کی توقع کے برخلاف ایسا ہوا کہ کچھ ہی دیر میں سوالات کا پرچہ واپس آگیا، وہ لوگ سمجھے شاید بی بی نے ابھی سوالات پڑھے ہیں جب انہوں نے کھول کے دیکھا تو سوالات کے ساتھ جوابات بھی تھے اور جواب بھی اتنے زبردست کہ سبحان اللہ اور مرحبا کی آوازیں بلند ہونے لگیں؛ شکریہ ادا کرتے ہوئے یہاں سے واپس خوشی خوشی جانے لگے لیکن اس بات کا تھوڑا سا احساس تھا کہ امامؑ کی زیارت سے محروم رہ گئے، چلتے چلتے راہ میں ایک عرب نوجوان سے ملاقات ہوئی خیر و عافیت کے بعد آنے والے عرب جوان نے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ انہوں نے

کہا: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات کے لئے گئے تھے لیکن ملاقات نہ ہوسکی مگر ہمارا ایک اہم کام حل ہوگیا، اس عرب جوان نے پوچھا: تمہارا کام کیا تھا جو حل ہوا ہے؟ کہا: کچھ سوالات تھے جو ہمیں امامؑ سے حل کرانا تھے لیکن امامؑ کی دختر نیک اختر نے ہمارے سوال کا پرچہ دیکھا اور فوراً جواب تحریر کر دیئے، اس عرب نے کہا: کیا میں دیکھ سکتا ہوں؟ انہوں نے پرچہ دیا، عرب نے لینے کے بعد پڑھا اور بہت زیادہ خوش ہوئے اور اس کے بعد کہا: "فِدَاھَا اَبُوْھَا" اس کا باپ اس پر قربان ہو جائے، اس کا باپ اس پر قربان ہوجائے، اس عمل سے وہ لوگ سمجھ گئے کہ یہ عرب کوئی عام جوان نہیں ہے بلکہ خود امامؑ ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: تم امامؑ سے ملنا چاہتے تھے اور تمہیں اس بات کا احساس تھا کہ ملاقات نہیں ہوئی، مایوس ہو گئے تھے، یاد رکھنا ہمارے در سے کوئی مایوس نہیں لوٹتا، جس کی زیارت کے تم مشتاق تھے وہ تمہارے سامنے کھڑا ہے۔

عزیزان گرامی! دنیا کہتی ہے کہ یہ لوگ امامؑ کے انتظار میں ہیں، آخر امام سے ملاقات کب ہوگی؟ یاد رکھنا امامؑ کی ملاقات اگر زندگی میں نہیں تو زندگی کے آخری سفر میں ضرور ملاقات ہوگی اس لئے کہ امامؑ اپنے چاہنے والے کو زندگی میں بھی ملتے ہیں اور زندگی کے بعد بھی ملتے ہیں، پل صراط پر سنبھالتے ہیں، وہ ہمارے مشکل کشا ہیں، ہر جگہ ہمارا خیال بالکل ایسے رکھتے ہیں جیسے باپ اپنی اولاد کا خیال رکھتا ہے۔

زائرین پر عنایات: حرم کے خادم اور کلید بردار جو آقائے روحانی (امام جماعت مسجد امام حسن عسکری علیہ السلام قم) کی نمازوں میں تکبیر بھی کہا کرتے تھے۔ وہ خود نقل کرتے ہیں: سردیوں کی رات تھی، میں حرم مطہر میں تھا عالم خواب میں حضرت

معصومہ علیہا السلام کو دیکھا کہ آپ فرما رہی ہیں: اٹھو اور مناروں کے چراغ جلاؤ، میں خواب سے بیدار ہوا اور کوئی توجہ نہ دی، دوسری مرتبہ بھی یہی خواب دیکھا لیکن اس مرتبہ بھی توجہ نہ دی، تیسری مرتبہ حضرت نے فرمایا: کیا میں تم سے نہیں کہہ رہی ہوں کہ اٹھو اور مناروں کے چراغ روشن کرو؟ میں خواب سے بیدار ہوا، سبب معلوم کئے بغیر منارہ پر گیا اور چراغ روشن کر کے سو گیا۔ صبح کو اٹھ کر حرم کے دروازوں کو کھولا اور آفتاب طلوع ہونے کے بعد حرم سے باہر آیا۔ اپنے رفقاء کے ساتھ سردی کی دھوپ میں گفتگو کر رہا تھا کہ یکایک چند زائرین کی گفتگو کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ کہہ رہے تھے: بی بی کی کرامت اور معجزے کو دیکھو! اگر کل رات اس سرد ہوا اور شدید برف باری میں حرم کے منارہ کا چراغ روشن نہ ہوتا تو ہم لوگ ہرگز راستہ تلاش نہیں کر پاتے اور اس سردی میں ہلاک ہو جاتے) بی بی کو اپنے زائروں سے کس قدر محبت و الفت ہے۔

مرض دیوانگی: آقائے میر سید علی برقعی نے فرمایا: ایک شخص نے بیان کیا کہ میں جب عراق میں ایران کا سفیر تھا تو میری بیوی دیوانگی کے مرض میں مبتلا ہو گئی، نوبت یہاں تک آ گئی کہ ان کے پیر میں زنجیر ڈالنی پڑی، ایک دن جب سفارت خانے سے لوٹا تو ان کا بہت برا حال دیکھا۔ یہ حال دیکھنے کے بعد اپنے مخصوص کمرہ میں داخل ہوا اور وہیں سے امیر المؤمنین علیہ السلام سے متوسل ہوا۔

میں نے مولاؑ سے عرض کیا: یا علی! چند سال سے آپ کی خدمت میں ہوں اور پردیسی ہوں، اپنی بیوی کی شفایابی چاہتا ہوں۔ اسی طرح متحیر و پریشان تھا کہ خدایا کیا کروں کہ ناگہاں گھر کی خادمہ دوڑتی ہوئی آئی اور بولی آقا! جلدی آئیے۔ میں نے پوچھا

: میری بیوی مرگئی ؟ کہنے لگی: نہیں ! اچھی ہوگئی ہیں ۔ میں جلدی سے اپنی بیوی کے پاس آیا تو دیکھا کہ معمولی حالت میں بیٹھی ہیں ۔ مجھے دیکھتے ہی مجھ سے پوچھنے لگیں : میرے پیر میں زنجیر کیوں بندھی ہے ؟

میں نے سارا واقعہ سنا دیا ۔ اس کے بعد میں نے پوچھا: تم یکایک ٹھیک کیسے ہو گئیں ؟ انھوں نے جواب دیا: ابھی ابھی ایک با جلالت خاتون میرے کمرہ میں داخل ہوئی تھیں ، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں ؟ فرمایا: میں معصومہ امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کی دختر ہوں ، میرے جد امیر المؤمنین علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو شفا دوں اور میں نے تم کو شفایاب کر دیا۔[1]

مفلوج کو شفا دینا: حجت الاسلام آقائے شیخ محمود اراکی نے نقل فرمایا ہے: میں نے خود بارہا ایک شخص کو دیکھا جو پیر سے عاجز تھا وہ اپنے پیروں کو موڑنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا ، وہ اپنے بدن کے نچلے حصہ کو زمین پر خط دیتا ہوا اپنے دونوں ہاتھوں کے سہارے چلتا تھا ۔ ایک دن میں نے اس سے اس کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ روس کے ایک شہر قفقاز کا باشندہ ہے ۔ وہ بتانے لگا کہ میرے پیر کی رگیں خشک ہو چکی ہیں لہٰذا میں چلنے سے معذور ہوں ۔ میں مشہد امام رضاؑ سے شفا لینے گیا تھا لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہوا ۔ اب یہاں قم المقدسہ بی بی کے دربار میں آیا ہوں اگر خدا نے چاہا تو شفا مل جائے گی ۔

ماہ رمضان المبارک کی ایک رات کو یکایک حرم کے نقار خانہ سے نقارہ بجنے کی آواز آئی ۔ لوگ آپس میں کہہ رہے تھے بی بی نے مفلوج کو شفا دے دی ! اس واقعہ

---

[1] ۔ بشارۃ المومنین: شیخ قوام اسلامی جابسی ، ص ۴۳ ۔

کے چند دنوں بعد میں چند افراد کے ساتھ گاڑی میں اراک کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں اراک سے چھ فرسخ کے فاصلے پر اسی مفلوج شخص کو دیکھا کہ اپنے صحیح و سالم پیر وں سے کربلا کی طرف عازم سفر ہے، ہم نے اپنا یکہ روکا اور اس کو اپنی سواری پر سوار کر لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ اس دن جسے شفا ملی تھی وہ یہی مفلوج ہے۔ وہ شخص اراک تک ہم لوگوں کے ساتھ تھا۔[1]

گونگی لڑکی کو شفا ملنا: حجت الاسلام جناب آقائے حسن امامی نے لکھا ہے کہ ۱۰ رجب سن ۱۳۸۵ھ جمعرات کے دن "آب روشن آستارہ" کی رہنے والی ایک ۱۳ سالہ لڑکی اپنے ماں باپ کے ہمراہ قم آئی۔ وہ لڑکی ایک مرض کی وجہ سے گونگی ہو گئی تھی یعنی بولنے کی صلاحیت سلب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹروں کو دکھانے کے باوجود اس کا معالجہ نہ ہو سکا۔ جب ڈاکٹر مایوس ہو گئے تو وہ لوگ حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کے حرم میں پناہ گزیں ہوئے۔ دورات وہ لڑکی ضریح کے پاس بیٹھی رہی۔ کبھی روتی تو کبھی زبان بے زبانی سے مشغول راز و نیاز تھی کہ یکایک حرم کے سارے چراغ گل ہو گئے۔ اسی وقت وہ لڑکی حضرت کی بے کراں عنایتوں کے سائے میں آ گئی اور ایک عجیب انداز میں چیخ اٹھی جسے وہاں کے خدام اور زائرین نے اچھی طرح سنا، چیخ سنتے ہی مجمع ٹوٹ پڑا تا کہ اس کے کپڑے کے کچھ حصے بعنوان تبرک لے لیں لیکن فوراً خدّام لڑکی کو حفاظت کے لئے ایک حجرہ میں لے گئے۔ یہاں تک کہ مجمع کم ہوا۔ لڑکی نے کہا: جس وقت چراغ گل ہوئے اس وقت میں نے ایک ایسا نور دیکھا کہ اپنی پوری زندگی میں ویسا نور کبھی نہیں دیکھا تھا پھر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کو

---

[1]۔ زندگانی حضرت معصومہ، سید مہدی صحفی، ص ۴۷۔

دیکھا کہ فرما رہی ہیں: تم ٹھیک ہوگئی ہو، اب بول سکتی ہو، میں چیخنے لگی تو دیکھا کہ میں بول سکتی ہوں۔[1]

اولاد کا عطا کرنا: ایران میں ایک مومنہ تھیں جن کے یہاں اولاد زندہ نہیں رہتی تھی بلکہ جو اولاد پیدا ہوتی وہ مرجاتی تھی، ان کے ایک بھائی عالم دین تھے، انہوں نے ان سے کہا: یہ (قم) حرم اہل بیت ہے اور یہ (فاطمہ معصومہؑ) باب الحوائج (امام موسیٰ کاظمؑ) کی لخت جگر ہیں، انہی سے اولاد زندہ رہنے کی دعا کیجئے۔

انہوں نے پوچھا: میں معصومہؑ سے کس طرح توسل کروں؟ انہوں نے کہا: ایک دن روزہ رکھیں اور افطار کئے بغیر حرم معصومہ سلام اللہ علیہا میں پہنچیں اور دختر باب الحوائج سے اپنی حاجت طلب کریں، مومنہ نے ایسا ہی کیا انہوں روزہ رکھا اور افطار کئے بغیر جاکر دعا میں مشغول رہیں، چونکہ روزہ کی حالت میں تھیں اس لئے گریہ وزاری کی وجہ سے تھک گئیں، انہیں نیند آگئی تو خواب میں دیکھا کہ ایک معظمہ تشریف لائی ہیں اور ایک پارچہ میں لپٹا ہوا بچہ انہیں دے رہی ہیں، خواب سے بیدار ہوئیں تو خوشی خوشی اپنے گھر واپس آئیں، اس توسل کے بعد اللہ نے انہیں تین بیٹے دیئے؛ میں کہوں گا اس میں شک کی کیا بات ہے! ایک تو باب الحوائج کی بیٹی، دوسرے آپ کے جد سید الشہداء نے راہب کے مانگنے پر ایک نہیں سات بیٹے دیئے، جب جد نے سات بیٹے عطا کردیئے تو پوتی کے تین دینے پہ شک کیوں ہوگا!۔

---

[1]۔ بشارۃ المومنین، ص ۴۹۔

معصومہ سلام اللہ علیہا نے چادر کا کونا مس کیا: حرم معصومہ کے ایک خادم جن کا نام میر مرزا اسد اللہ تھا، ان کے پیر کی انگلیاں سیاہ ہو گئیں، ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ انگلیاں تھوڑے پیروں کے ساتھ کاٹنا پڑیں گی تا کہ مرض اوپر سرایت نہ کر سکے لہذا طے پایا کہ دوسرے دن آپریشن ہو گا، مرزا اسد اللہ نے کہا کہ جب ایسا ہی ہونا ہے تو آج رات مجھے دخترِ موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کے حرم میں لے چلو، آخر کار انہیں حرم میں لے جا کر چھوڑ دیا گیا، صبح ہوئی تو اسد اللہ کی آواز بلند ہوئی: دروازہ کھولو، معصومہ قم سلام اللہ علیہا نے مجھے شفا بخش دی ہے، جب خادموں نے دروازہ کھولا تو انہیں خوش پایا اور اسد اللہ نے کہا کہ عالم خواب میں ایک باجلالت خاتون میرے پاس تشریف لائیں اور کہا کیا ہوا میں نے کہا: اس مرض نے عاجز کر دیا ہے، میں شفا چاہتا ہوں، میری بات سن کر بی بی نے اپنی چادر کا ایک گوشہ چند مرتبہ میرے پیروں پر مس کیا اور فرمایا کہ ہم نے تم کو شفا دے دی ہے؛ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: تم نے نہیں پہچانا! جبکہ میری نوکری کرتے ہو!! عزیزو کیوں نہ شفا ملے جن کی جدہ کی چادر میں رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ضعف دور ہو سکتا ہے تو ان کی چادر سے مومنین کا مرض کیوں نہیں دور ہو گا!۔

فاطمہ کبریٰ جنہیں معصومہ قم کہا جاتا ہے ان کا روضہ قم ایران میں ہے، فاطمہ صغریٰ جنہیں بی بی ہیبت کہا جاتا ہے یہ بی بی آذربائیجان کے شہر باکو میں مدفون ہیں، فاطمہ وسطیٰ جنہیں شہر اصفہان میں مدفون ہیں، فاطمہ اخریٰ جنہیں خواہر امام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ شہر رشت میں مدفون ہیں۔

<u>مرد نصرانی کو شفا:</u> محدث نوری نقل کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک نصرانی بنام یعقوب مریض تھا وہ بہت لاغر ہو چکا تھا خدا سے بار بار موت کی تمنا کیا کرتا تھا، یہ واقعہ سن ۱۲۸۰ھ کا ہے، عالم خواب میں ایک جلیل القدر نورانی سید کو دیکھا کہ وہ میرے تخت کے پاس کھڑے ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اگر شفا چاہتے ہو تو کاظمین زیارت پہ آجاؤ خواب سے بیدار ہوا، اپنی ماں سے اس خواب کو سنایا، ماں نصرانی تھی اس لئے کہنے لگی شیطانی خواب ہے، دوسری مرتبہ جب سویا تو ایک خاتون کو خواب میں دیکھا جو چادر میں ڈھکی ہوئی تھیں اور وہ کہہ رہی تھیں اٹھو صبح ہو گئی ہے کیا میرے باپ نے تم سے نہیں کہا تھا کہ ان کی زیارت کرو گے تو وہ تم کو شفا بخشیں گے! میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں معصومہ ہوں، امام رضا علیہ السلام کی بہن اور موسی کاظم علیہ السلام کی بیٹی، میں نے پوچھا: آپ کے بابا کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: امام موسی بن جعفر علیہما السلام۔

وہ نصرانی کہتا ہے کہ میں خواب سے بیدار ہو کر پریشان تھا لہذا اسی عزم کے تحت بغداد کا رخ کیا، سید رضی کے گھر پہنچ کر دق الباب کیا، آواز آئی کون؟ میں نے کہا: دروازہ کھولیئے، جیسے ہی سید نے میری آواز سنی، اپنی بیٹی سے کہا: دروازہ کھولو یہ ایک نصرانی مسلمان ہونے کے لئے آیا ہے، جب میں ان کے پاس پہنچا تو ان سے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اس غرض سے آیا ہوں؟ آپ نے فرمایا: خواب میں میرے جد نے مجھے سارا قصہ سنا دیا ہے، پھر وہ مجھے کاظمین شیخ عبد الحسین تہرانی کے پاس لے گئے تو میں نے اپنی ساری داستان ان کو سنائی، داستان سننے کے بعد انہوں نے حکم صادر فرمایا اور لوگ مجھے امام موسی کاظم علیہ السلام کے حرم مطہر میں

لے گئے اور مجھے ضریح کا طواف کرایا لیکن کوئی عنایت نہ ہوئی، میں حرم سے باہر نکلا ، پیاس کا غلبہ ہوا، پانی پیا، پانی پیتے ہی میری حالت متغیّر ہوگئی، میں زمین پر گر گیا گویا میرے پیٹ پر ایک پہاڑ تھا جس کی سنگینی سے مجھے نجات ملی، میرے بدن کا ورم ختم ہوگیا، میرے چہرہ کی زردی سرخی میں بدل گئی، اس مرض کا نام و نشان تک مٹ گیا، شیخ بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے ہاتھوں مسلمان ہوگیا۔[1]

اہل قم میں سے ایک مومن زیارت کو آرہے تھے، ان کے ایک دوست نے کہا: شہزادی کو میرا سلام عرض کر دینا اور میری فلاں فلاں حاجت کے لئے دعا کرنا، وہ مومن حرم میں آیا، زیارت پڑھی، دوست کی طرف سے سلام عرض کیا اور اس کی حاجت بھی سنائی، اس کے بعد وہ چلا آیا، ایک شب خواب میں دیکھتا ہے بی بی فرمارہی ہیں کہ ہم نے تمہارے دوست کی حاجت پوری کر دی ہے لیکن وہ ۴۰ دن سے ہمارے یہاں نہیں آیا ہے۔

پتہ چلا کہ اگر کوئی ہماری حاجت لے جا کر سنائے تب بھی ردّ نہیں ہوتی، قارئین کرام! ان کی عطاؤں کو ہم نہیں جانتے، یہ کتنے سخی دل اور بادشاہ صفت ہیں۔

قم کی وجہ تسمیہ: قم کو قم کیوں کہا جاتا ہے؟ یہ علاقہ سرسبز و شاداب تھا جس کی وجہ سے صحرانشین اور چرواہوں نے مستقل رہائش کے لئے اپنے گھر بنا لئے، ان کے گھروں کو قومہ کہتے تھے یہ کثرت استعمال سے قُم ہوگیا۔

ایک روایت کے اعتبار سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو وہاں سے آپ کی نگاہ اس مقدس زمین پر پڑی، آپؐ نے ابلیس ملعون کو

---

[1]۔ ساحل کوثر معصومہ۔

وہاں دو زانو اور افسوس کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا، آپؐ نے فرمایا: "قُم یَا مَلْعُون" اے ملعون (یہاں سے) اٹھ جا، اسی لئے اس شہر کو قم کہا جانے لگا۔

قارئین کرام! یہاں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جہاں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان ملعون کو نکالا ہو وہ علم کا گہوارا نہ بنے گا تو پھر کیا بنے گا۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے ایک اہل رَے سے روایت کی ہے، شہر رَے کے ایک شخص نے کہا: ابوالحسن علی بن محمد نے فرمایا کہ جب طوفان نوح آیا اور نوح کی کشتی اس سرزمین پر پہنچی تو ٹھہر گئی، ظاہر سی بات ہے جب یہ جگہ اتنی مقدس ہے تو کشتی رکے گی، اسی کشتی کے رکنے کی وجہ سے اس مقام کو قم کہا جانے لگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قم کی خاک مقدس اور مطہر ہے، اس کے باشندے ہم میں سے ہیں، امامؑ نے ایک حدیث میں فرمایا: واضح رہے کہ قم والے ہمارے قائم علیہ السلام کے ناصر و مددگار اور ہمارے حق کے مبلغ ہیں، اس کے بعد آسمان کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے اللہ! انہیں ہر فتنہ سے محفوظ رکھ اور ہر خطرہ سے بچالے اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو تم قم پہنچ جاؤ کیونکہ یہ جگہ فاطمیوں کے لئے پناہ گاہ اور مومنین کے لئے پر سکون ہے، عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ ہمارے دوستدار ہم سے کنارہ کشی کریں گے، ہم سے دور ہو جائیں گے، اسی میں ان کی مصلحت ہے تاکہ وہ ہماری ولایت کے قائلین کی حیثیت سے نہ پہچانے جائیں اور اس طرح وہ اپنی جان و مال کی حفاظت کر سکیں اور جو بھی قم اور اس کے باشندوں کے لئے برا چاہے گا خدا اسے ذلیل کرے گا اور اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔

(مدح معصومۂ قم سلام اللہ علیہا)

ترا یہ فضل ہے صد افتخار معصومہ
ترے گلے میں ہے عصمت کا ہار معصومہ

پدر امام، بھتیجا امام، بھائی امام
اماموں میں ہے تیرا حصار معصومہ

علوم آل محمد کی بو ملی ہم کو
تری گلی کا جو اٹھا غبار معصومہ

غریب ہو کے بھی کتنے امیر ہیں ہم لوگ
ہمیں نصیب ہے تیرا دیار معصومہ

وطن سے دور جب آتی ہے ماں کی یاد ہمیں
تمہی سے ملتا ہے دل کو قرار معصومہ

شبیہِ فاطمہ زہرا کہا گیا ہے تمہیں
خدا ہی جانے تمہارا وقار معصومہ

یہ زائروں کو جزا میں بہشت دیتی ہیں
کسی کا بھی نہیں رکھتی ادھار معصومہ

جہان کُن کا سکون و قرار امام رضا
مگر امام کا تم ہو قرار معصومہ

سفینہ علم کا طوفاں میں جب بھی گھرتا ہے
کرم سے تم ہی لگاتی ہو پار معصومہ

درِ کریمہ ہے جو چاہے مانگ لو آکر
جہاں پہ رکھتی ہیں کل اختیار معصومہ

کچھ اسقدر تھی تمہیں اپنے بھائی سے الفت
ہیں تم پہ ثانئ زہرا نثار معصومہ

جناب فاطمہ زہرا دعائیں دینے لگیں
میں جب ہوا ترا مدحت گزار معصومہ

حسن رضاؔ ابھی پل بھر میں بادشاہ بنے
جو تم غلاموں میں کر لو شمار معصومہ

❀❀❀

مدح معصومۂ قم علیہا السلام

تمہاری قبر پر رکھا ہے جو قرآن معصومہ
تمہاری منقبت پڑھتا ہے وہ ہر آن معصومہ

جناب فاطمہ زہرا کی تم تصویر کہلائی
یہ رتبہ دیکھ کے مریم بھی ہیں حیران معصومہ
فداھا کہہ دیا اک عالم علم لدنی نے
ترے بچپن میں جب دیکھا ترا فرمان معصومہ
بشکل جعفر و کاظم جواد و ضامن آہو
ثنا کرتے ہیں تیری بولتے قرآن معصومہ
مرا بیٹا تو قم جا کر بھی ماں کے سائے میں ہوگا
ہر اک ماں کو یہی رہتا ہے اطمینان معصومہ
یہ نحو و صرف و منطق خاک اسے عالم بنائینگے
تمہارے مرتبے سے جو بھی ہے انجان معصومہ
ولایت کی حفاظت کے لئے گھر سے نکل آئی
شب ہجرت تری ہجرت پہ ہے قربان معصومہ
یزید وقت کو پھر ثانی زہرا کی یاد آتی
پہنچ جاتیں اگر مامون کے ایوان معصومہ
کسی ظالم کے آگے سر جھکائے غیر ممکن ہے
تری چوکھٹ پہ سجدہ ریز ہے ایران معصومہ
رئیسی کے چلے جانے پہ جو خوشیاں مناتا ہے
حقیقت میں وہی ہے وقت کا شیطان معصومہ
فقط یہ دیکھتی ہیں شعر میں اخلاص کتنا ہے
رضاؔ کب دیکھتی ہیں شعر کے اوزان معصومہ

(مدح معصومۂ قم علیہا السلام)

بھلا کیسے کوئی سمجھے گا عظمت بنت کاظمؑ کی
لبِ معصوم پر رہتی ہے مدحت بنت کاظمؑ کی

خود اک معصوم ہستی نے کہا ہے ان کو معصومہ
اب اس سے بڑھ کے کیا ہوگی فضیلت بنت کاظمؑ کی

ہیں نازاں ان کے اوپر صاحب تطہیر زہراؑ بھی
ہے ایسی عظمت و عفت، طہارت بنت کاظمؑ کی

غریب طوس کہتے ہیں مرا زائر وہ ہوتا ہے
جو کر لیتا ہے قم جاکر زیارت بنت کاظمؑ کی

شرف اس کو ملے گا فاطمہؑ کی بھی کنیزی کا
کوئی خاتون اپنالے جو سیرت بنت کاظمؑ کی

فقط بھائی سے ملنے کو نہیں نکلیں مدینہ سے
پئے تبلیغ دین حق تھی ہجرت بنت کاظمؑ کی

جہاں کے گوشہ گوشہ میں اگر ہم غور سے دیکھیں
بشکل علم ہے موجود دولت بنت کاظمؑ کی

جو ماں سے دور ہوکر قم میں آئے علم کی خاطر
اسے ملتی ہے ماں جیسی محبت بنت کاظمؑ کی

خود ان کے باپ بھی ان پر فدا ہوتے ہیں سو جاں سے
جناب فاطمہؑ جیسی ہے قسمت بنت کاظمؑ کی

رضاؔ یہ قول صادق ہے کہ میدان قیامت میں
ملے گی سارے شیعوں کو شفاعت بنت کاظمؑ کی

❀❀❀

(مدح معصومۂ قم علیہا السلام)

فضیلت کیا ہو اب اس سے بڑی معصومۂ قمؑ کی
ثنا کرتا ہے مشہد کا علی معصومۂ قمؑ کی

مقامِ سجدۂ معصومہؑ بیت النور کہلایا
خدا جانے کہ کیا تھی بندگی معصومۂ قمؑ کی

تصور میں در معصومہ کونینؑ کو رکھ کر
فرشتوں نے بھی چوکھٹ چوم لی معصومہ قمؑ کی

نہ جانے کتنے امریکہ کو وہ ٹھوکر میں رکھتے ہیں
جنہیں حاصل ہوئی ہے نوکری معصومہ قمؑ کی

غلام ان کے فقیہ و مجتہد بن کر نکلتے ہیں
زمانہ دیکھے بندہ پروری معصومہ قمؑ کی

ہر اک رخ سے جناب فاطمہ زہراؑ کے جیسی ہے
حیا و غیرت و پاکیزگی معصومہ قمؑ کی

تقیؑ فرماتے ہیں واجب ہے اس انسان پر جنت
زیارت جس نے کی میری پھوپھی معصومہ قمؑ کی

حیات طیبہ دیکھی تو سب اہل نظر بولے
ہے معصوموں کے جیسی زندگی معصومہ قمؑ کی

جناب فاطمہ زہراؑ کی جب تائید ہوتی ہے
ثنا کرتا ہے تب جا کر کوئی معصومہ قمؑ کی

رضاؔ معصومۂ عالمؑ کے رتبے کس طرح سمجھیں
فضیلت ہم نہیں سمجھے ابھی معصومہ قمؑ کی

❀❀❀

(مدح معصومۂ قم علیہا السلام)

روح کا اعتبار معصومہؑ
ہے دلوں کا قرار معصومہؑ

میں بھی مصروف ہوں عبادت میں
لب پہ ہے بار بار معصومہؑ

وہ سلیماں ہو جس کو مل جائے
تیرے در کا غبار معصومہؑ

آئینہ فاطمہ کے روضہ کا
ہے تمہارا مزار معصومہؑ

لوگ کہتے ہیں شہر قم جس کو
ہے تمہارا دیار معصومہؑ

اک قصیدہ تو لکھ دیا لیکن
اک قصیدہ ادھار معصومہؑ

حشر کے روز لوگ دیکھیں گے
آپ کا اختیار معصومہؑ

آپ کے روضۂ منور پر
ہے مسلسل بہار معصومہؑ

دین خالق ہے افتخار مرا
دین کا افتخار معصومہؑ

وہ گنہگار ہو نہیں سکتا
جسکا ہوگا شعار معصومہؑ

زلزلے آئے پر حرم میں ترے
پڑ نہ پائی درار معصومہؑ

جس کو تیرے حرم سے ربط نہیں
اس کا کیا اعتبار معصومہؑ

ملا ضیغمؔ کو بھی مقدر سے
تیرا قرب وجوار معصومہؑ

(مدح معصومہ قم علیہا السلام)

کعبہ ہے الگ اور نہ قرآن الگ ہے
پھر کس لئے دنیا کا مسلمان الگ ہے

معصوم انہیں کہتا ہے معصومۂ عالم
یہ کونسی عصمت ہے یہ عنوان الگ ہے

قم آکے یہی ہوتا ہے زائر کی زباں پر
معصومہ کے روضہ کی مگر شان الگ ہے

طلاب سے بڑھ کر اسے سمجھے گا بھلا کون
معصومۂ قم آپ کا فیضان الگ ہے

منبر جو کجاوے کا بنا بولے یہ اصحاب
لگتا ہے ہمیں آج کا اعلان الگ ہے

ظالم کی حمایت نہیں کرتا ہے کبھی وہ
اس واسطہ ہر ملک سے ایران الگ ہے

پڑھ کر یہی کہتے ہیں ترے شعر سبھی لوگ
ضیغمؔ ترے اشعار کا دیوان الگ ہے

❀❀❀

آپ کو ثانی زینب سلام اللہ علیہا کہا جاتا ہے، آپ کی زندگی ثانی زہرا صلوات اللہ علیہا سے کافی مشابہ ہے۔

معصومہ قم سلام اللہ علیہا کو اپنے امام بھائی امام رضا علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت تھی، جس طرح زینب کبری اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں بالکل اسی طرح آپ بھی اپنے بھائی امام رضا علیہ السلام کے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا کے والد امام علی علیہ السلام، بھائی امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام، اسی طرح معصومہ قم سلام اللہ علیہا کے والد امام موسی کاظم علیہ السلام، بھائی امام علی رضا علیہ السلام۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا کا مزار ان کے بھائی امام حسین علیہ السلام کے مزار سے دور ہے بالکل اسی طرح جناب معصومہ قم کا روضہ اپنے بھائی امام رضا علیہ السلام کے روضہ سے دور ہے۔

بس ایک فرق ہے وہ یہ ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا بھائی کے ساتھ سفر میں مصیبتوں میں بھوک و پیاس میں ساتھ رہیں مگر معصومہ قم کو یہ موقع نہ ملا کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ جاسکتیں۔

معصومہ قم سلام اللہ علیہا کے ۱۹ بھائی ۷ ابہنیں موجود تھیں، مامون رشید نے امام رضا علیہ السلام کو اہل بیت سے جدا کیا، اس نے ظاہراً احترام کے ساتھ خراسان بلایا، معصومہ سلام اللہ علیہا نے ایک سال تک داغ جدائی برداشت کی اس کے بعد صبر نہ کر سکیں، مولا رضا علیہ السلام کی جدائی اور بھائی کا عالم مسافرت میں ظالموں کے

درمیان اسیری بے حد ستا رہی تھی، غمزدہ تھیں گریہ کرتی تھیں، روز اپنے دوسرے بھائیوں سے کہتی تھیں کہ کب چلوگے تاکہ میں اپنے بھائی کی زیارت کرسکوں! بھائی سے ملنے کا ارادہ کرلیا، آپ کے بھائی فضل جعفر ہادی قاسم زید اور کچھ کنیزیں غلام اور عزیز آپ کے ہمراہ تیار ہوکر مرو کی طرف چل پڑے، آپ ثانی زینب ہیں وہ اس لئے کہ شہزادی کی طرح آپ کا سفر آپ کی مشکلات آپ کے مصائب ہیں، مدینہ سے چل کر یہ قافلہ ساوہ پہنچا تو یہاں کے افراد دشمنان اہل بیت تھے لہذا انہوں نے قافلہ پر حملہ کردیا، سبھی مارے گئے، آپ مثل ثانی زہرا، مصلحت کے طور پر بچ گئیں مگر آپ کے ۲۳عزیز اس جگہ شہید کئے گئے، یہ شہادتیں آپ کے لئے بہت بڑا داغ تھا کیونکہ یہ سب آپ کے سامنے شہید کئے گئے، جب اہل قم کو یہ خبر ہوئی تو ساوہ پہنچے، موسی خزرج اور مومنات سبھی نے جاکر پرسہ دیا اور وہاں سے بی بی کو قم لے آئے، میں کہوں گا بی بی آپ جب ساوہ سے چلیں تو اسیر نہ تھیں، بے پردہ نہ تھیں، پیاسی نہ تھیں، آپ رو رہی تھیں عزیزوں پر، تو تسلی دینے والے موجود تھے اور آپ کو تمام مومنات نے اپنے حلقے میں لے لیا، آپ کے پردہ کا اہتمام کرتے ہوئے آپ کو لے کر قم کی طرف چلے مگر ہائے ثانی زہرا بے کجاوہ اونٹ ہاتھ پس گردن، نامحرموں کا مجمع پیاس کی شدت بچوں کا گریہ بیٹوں بھانجے بھائیوں کے سر نوک نیزہ پر اور پھر گریہ کرنے پر تازیانے وامصیبتاہ۔

معصومہ کو ساوہ سے لے کر جناب موسی بن خزرج بن سعد قمی چلے تو راہ میں بی بی نے پوچھا کہ قم یہاں سے کتنی دور ہے؟ موسی خزرج نے کہا کہ ۱۰فرسخ ہے، قافلہ بڑے ہی اہتمام سے رواں دواں تھا، قم پہنچ کر ایک مقام پر سواری بیٹھ گئی جسے

میدان مہر کہا جاتا ہے، یہی وہ جگہ تھی جہاں موسی خزرج رہا کرتے تھے، ادھر قم والوں نے بی بی کی آمد سے پہلے بی بی کے عزیز و اقارب کی شہادت پر تمام قم کو سیاہ پرچم سے سوگوار بنا دیا تھا، آپؑ پوچھا: یہ سیاہ پرچم کس سوگ میں ہیں؟ لوگوں نے نہیں بتایا لیکن جب بی بی کی جانب سے اصرار بڑھا تو بتایا گیا کہ بی بی آپ کے بھائیوں اور عزیز و اقارب کی شہادت کی بنا پر سوگ میں ہیں، بی بی کا غم تازہ ہو گیا، آپؑ علیل ہو گئیں اور ایک حجرہ کا اہتمام کیا گیا، بی بی اسی میں رہیں اور اسی میں عبادت کرتی تھیں جسے آج بیت النور کہا جاتا ہے، ۱۷ دن بی بی اس دنیا میں رہیں پھر آپ اس دنیا ئے فانی سے کوچ کر گئیں۔

آپؑ کے غسل و کفن سے فراغت کے بعد قبرستان میں لایا گیا تو یہاں پہلے سے قبر تیار تھی، اتارنے کے سلسلے میں دفن کے سلسلے میں باہمی گفتگو شروع ہوئی کہ کون اتارے! فیصلہ ہوا کہ قادر نامی ان کا خادم جو مرد صالح ہے وہ قبر میں اتارے، اتنے میں دیکھا گیا کہ ریگزار سے دو نقاب پوش نمودار ہوئے، انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہی قبر میں اترے اور دفن کیا۔

معصومہ کو معصوم اور امام وقت کے سوا کوئی دفن نہیں کر سکتا، لہذا یہ آنے والے حضرات امام علی رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام ہوں گے، دفن کے بعد فوراً بعد واپس چلے گئے، پھر موسیٰ بن خزرج نے قبر پر بوریہ کا چھپر بنا دیا، اس کے بعد حضرت زینب بنت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے گنبد بنوایا۔

❁ ❁ ❁

(مرثیہ جناب معصومہ قم سلام اللہ علیہا)

جب تین سال تک نہ ملی بھائی کی خبر
گھر سے ہوئی روانہ قم وہ نیکو سیر
پہنچی وہاں تو دیکھتی کیا ہے وہ نوحہ گر
کالا لباس پہنے ہوئے ہے ہر ایک بشر
ایسی خبر سنی کہ جگر غم سے ہل گیا
دیدار کا جو شوق تھا مٹی میں مل گیا

اشراف شہر کو ہوہی معلوم یہ خبر
وارد ہے قم میں خواہر سلطان بحر و بر
پرسہ کے واسطے ہوئے جب جمع نوحہ گر
جوش قلق سے چاک گریباں برہنہ سر
ہر سو یہ دلفگار جو صورت عیاں ہوئی
معصومہ ایک شیعہ کے گھر میہماں ہوئی

کل سولہ روز قم میں رہیں بادل حزین
جنت میں کی زیارت شاہ فلک نشین
تکلیف درد ہجر سے جانبر ہوئی نہیں
بھائی کی شکل آنکھوں میں تھی وقت واپسیں
باغ جہاں سے سوئے جناں کوچ کر گئیں
بس منہ سے ہائے بھائی کہا اور مر گئیں

شیعوں کا ایک ہجوم جنازہ کے ساتھ تھا
غسل و کفن کے بعد یہ آپس میں طے ہوا
قادر غلام آپ کا ہے مرد پار سا
معصومہ کو لحد میں اتارے وہ باخدا
اس خدمت جلیل کے قابل کوئی نہیں
یاں کوئی اور اس سے سوا متقی نہیں

یہ باتیں ہو رہی تھیں یکایک اٹھا غبار
رخ پر نقاب ڈالے نظر آیا ایک سوار
بڑھ کر زبان حال سے بولا وہ نامدار
ہاں ہاں پھوپھی کی لاش کو چھونا نہ زینہار
مجھ کو یہی امید تھی تم سب کی ذات سے
دفناؤنگا پھوپھی کو مگر اپنے ہاتھ سے

وہ تھا نواں امام جنازہ پر آگیا
پڑھ کر نماز دفن کیا لاشہ آپ کا
پنہاں ہوا نگاہوں سے عالم کا پیشوا
آئی جناں سے فاطمہ زہرا کی یہ ندا
زینب کی طرح ہے تو مصیبت زدہ بہن
غربت نصیب بھائی ہے غربت زدہ بہن

❀❀❀

روایت میں آیا ہے: "أَقُولُ رَأَيْتُ فِي بَعْضِ كُتُبِ الزِّيَارَاتِ حَدَّثَ عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ: يَا سَعْدُ عِنْدَكُمْ لَنَا قَبْرٌ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نَعَمْ مَنْ زَارَهَا عَارِفاً بِحَقِّهَا فَلَهُ الْجَنَّةُ فَإِذَا أَتَيْتَ الْقَبْرَ فَقُمْ عِنْدَ رَأْسِهَا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَ كَبِّرْ أَرْبَعاً وَ ثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً وَ سَبِّحْ ثَلَاثاً وَ ثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً وَ احْمَدِ اللَّهَ ثَلَاثاً وَ ثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً"۔

علامہ مجلسیؒ نے بعض کتب زیارت میں علی بن ابراہیم سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے سعد اشعری قمی سے اور انہوں نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اے سعد! تمہارے قرب میں ہماری ایک قبر ہے۔ میں نے عرض کی آپ پر قربان ہو جاؤں! کیا آپ جناب فاطمہؑ بنت موسیٰ کاظمؑ کی قبر کے بارے میں فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، جو شخص ان کے حق کو پہچانتے ہوئے ان کی زیارت کرے تو اس پر جنت واجب ہو گی۔ جب تم ان کی قبر پر جاؤ تو سرہانے کی طرف قبلہ رخ کھڑے ہو کر ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہو اور پھر یہ زیارت پڑھو:

"اَلسَّلَامُ عَلَى آدَمَ صَفْوَةِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَى نُوحٍ نَبِيِّ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللهِ" سلام ہو آدمؑ پر جو خدا کے برگزیدہ ہیں، سلام ہو نوحؑ پر جو خدا کے نبی ہیں، سلام ہو ابراہیمؑ پر جو خدا کے دوست خاص ہیں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَی مُوسَی کَلِیمِ اللہ اَلسَّلَامُ عَلَی عِیسی رُوحِ اللہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللہ" سلام ہو موسیٰؑ پر جو خدا کے کلیم ہیں، سلام ہو عیسیٰؑ پر جو روح خدا ہیں، آپ پر سلام ہو اے خدا کے رسولؐ۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفِیَّ اللہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِاللہ خَاتَمَ النَّبِیِّینَ "آپ پر سلام ہو کہ آپ خلق خدا میں بہترین ہیں، آپ پر سلام ہو اے خدا کے منتخب، آپ پر سلام ہو اے محمد ابن عبداللہ کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ عَلِیَّ بْنَ أَبِی طَالِبٍ وَصِیَّ رَسُولِ اللہ" سلام ہو آپ پر اے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالب، رسول خدا کے وصی۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃَ نِسَاءِ الْعَالَمِینَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا سِبْطَیْ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَسَیِّدَیْ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّۃِ" سلام ہو آپ پر اے فاطمہؑ آپ زنان عالم کی سردار ہیں، سلام ہو آپ دونوں پر اے نبی رحمت کے نواسو! اور جوانانِ جنت کے سردارو!۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ سَیِّدَ الْعَابِدِینَ وَ قُرَّۃَ عَیْنِ النَّاظِرِینَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ بَاقِرَ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِیِّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا جَعْفَرَ ابْنَ مُحَمَّدٍ الصَّادِقَ الْبَارَّ الْاَمِینَ" سلام ہو اے علی بن الحسینؑ آپ پر کہ آپ عبادت گزاروں کے سردار اور اہل بصیرت کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، سلام ہو آپ پر اے محمد بن علیؑ کہ آپ بعد از نبیؐ علم پھیلانے والے ہیں، سلام ہو اے جعفر بن محمدؑ آپ پر کہ آپ راستگو خوش کردار امانتدار ہیں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُوسَی بْنَ جَعْفَرٍ الطَّاهِرَ الطُّهْرِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عَلِیَّ بْنَ مُوسَی الرِّضَا الْمُرْتَضیٰ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ التَّقِیَّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عَلِیَّ بْنَ مُحَمَّدٍ النَّقِیَّ النَّاصِحَ الْاَمِینَ" سلام ہوائے موسیٰ بن جعفرؑ آپ پر کہ آپ پاک ہیں اور پاک شدہ ہیں، سلام ہوائے علی بن موسیٰ رضا آپ پر کہ آپ اہل رضائے الٰہی ہیں، سلام ہو آپ پر اے محمد بن علیؑ کہ آپ پرہیز گار ہیں، آپ پر سلام ہوائے علی بن محمدؑ کہ آپ باصفا خیر خواہ امانتدار ہیں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْوَصِیِّ مِنْ بَعْدِهِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی نُورِكَ وَسِرَاجِكَ وَوَلِیِّ وَلِیِّكَ وَوَصِیِّ وَصِیِّكَ وَحُجَّتِكَ عَلَی خَلْقِكَ" سلام ہوائے حسن بن علیؑ آپ پر اور سلام ہو اس امام پر جو ان کے قائم مقام ہوئے، اے معبود اپنے نور پر رحمت فرما جو تیرا چراغ، تیرے ولی کے وارث، تیرے وصی کے جانشین اور تیری مخلوق پر حجت ہیں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا بِنْتَ رَسُولِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا بِنْتَ فَاطِمَةَ وَخَدِیجَةَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا بِنْتَ أَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ" آپ پر سلام ہوائے رسول خداؐ کی دختر، آپ پر سلام ہوائے فاطمہ زہراؑ و خدیجۃ الکبریٰؑ کی دختر، آپ پر سلام ہوائے مومنوں کے امیر کی دختر۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا بِنْتَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا بِنْتَ وَلِیِّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا أُخْتَ وَلِیِّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا عَمَّةَ وَلِیِّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا بِنْتَ مُوسَی بْنِ جَعْفَرٍ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" آپ پر سلام ہوائے حسن و حسین کی دختر، آپ پر سلام ہوائے ولی خدا کی دختر، آپ پر سلام ہو

اے ولی خدا کی ہمشیر، آپ پر سلام ہو اے ولی خدا کی پھوپھی، سلام ہو آپ پر اے موسیٰ بن جعفر کی دختر، خدا کی رحمت ہو اور اسکی برکات ہوں آپ پر۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ عَرَّفَ اللهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ فِي الْجَنَّةِ وَحَشَرَنَا فِي زُمْرَتِكُمْ وَأَوْرَدَنا حَوْضَ نَبِيِّكُمْ وَسَقَانا بِكَأْسِ جَدِّكُمْ مِنْ يَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طالِبٍ صَلَواتُ اللهِ عَلَيْكُمْ" سلام ہو آپ پر کہ خدا جنت میں ہمارے اور آپ کے درمیان شناسائی کرائے، ہمیں آپ کے گروہ میں محشور فرمائے، ہمیں آپکے نبیؐ کے حوض کوثر پر وارد کرے اور ہمیں آپکے نانا کے جام سے علی بن ابی طالبؑ کے ہاتھوں سیراب فرمائے آپ پر خدا کی رحمتیں ہوں

"أَسْأَلُ اللهَ أَنْ يُرِيَنا فِيكُمُ السُّرُورَ وَالْفَرَجَ وَأَنْ يَجْمَعَنا وإِيَّاكُمْ فِي زُمْرَةِ جَدِّكُمْ مُحَمَّدٍ" خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں آپ لوگوں میں مسرت و خوشحالی دکھائے اور یہ کہ ہمیں اور آپ کو آپ کے نانا محمدؐ کے گروہ میں اکٹھا کرے۔

"وَأَنْ لاَ يَسْلُبَنا مَعْرِفَتَكُمْ إِنَّهُ وَلِيٌّ قَدِيرٌ أَتَقَرَّبُ إِلَى اللهِ بِحُبِّكُمْ وَالْبَرائَةِ مِنْ أَعْدائِكُمْ وَالتَّسْلِيمِ إِلَى اللهِ" اور ہم سے آپ کی معرفت سلب نہ کرے کہ وہ حاکم ہے، قدرت والا ہے، میں قرب الٰہی چاہتا ہوں آپ کی محبت اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری کے ذریعہ۔

"راضِياً بِهِ غَيْرَ مُنْكِرٍ وَلاَ مُسْتَكْبِرٍ وَعَلَى يَقِينِ مَا أَتَى بِهِ مُحَمَّدٌ وَبِهِ راضٍ نَطْلُبُ بِذٰلِكَ وَجْهَكَ يَا سَيِّدِي اَللّٰهُمَّ وَرِضاكَ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ" ہم خدا کی رضا پر راضی ہو کر بغیر دل تنگ ہونے اور تکبر کے اور اس چیز پر یقین سے کہ جو محمد لائے اور اس پر خوش رہ کر اس طرح ہم تیری توجہ چاہتے ہیں اے ہمارے

سید و سردار! اے ہمارے خدا! اے معبود! ہم تیری رضا اور آخرت میں بہتری کے خواہاں ہیں۔

"یَا فَاطِمَةُ اشْفَعِی لِی فِی الْجَنَّةِ فَإِنَّ لَكِ عِنْدَ اللهِ شَأْناً مِنَ الشَّأْنِ" اے فاطمہؑ حصول جنت میں میری سفارش کریں کیونکہ آپ خدا کے یہاں بڑی عزت و شان رکھتی ہیں۔

"اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَنْ تَخْتِمَ لِي بِالسَّعَادَةِ فَلاَ تَسْلُبْ مِنِّي مَا أَنَا فِيهِ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ" اے معبود! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے کہ میرا انجام خوش بختی پر فرما، میں جس گروہ میں ہوں اسی میں رہنے دے؛ نہیں کوئی حرکت و قوت مگر وہ جو خدائے بلند و بزرگ سے ملتی ہے۔

" اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لَنَا وَتَقَبَّلْهُ بِكَرَمِكَ وَعِزَّتِكَ وَبِرَحْمَتِكَ وَعَافِيَتِكَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ أَجْمَعِينَ وَسَلَّمَ تَسْلِيماً يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ" اے معبود! ہماری دعائیں منظور و مقبول فرما، اپنی بزرگی، اپنی عزت، اپنی رحمت اور اپنی پناہ کے واسطے سے، خدا حضرت محمدؐ اور انکی تمام آل پاک پر درود و سلام بھیج، بہت بہت سلام اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

❁ ❁ ❁

﴿امام محمد تقی علیہ السلام﴾

اسم مبارک: محمد، لقب: تقی، جواد، کنیت: ابو جعفر، والد گرامی: امام رضا علیہ السلام، والدہ محترمہ: خیزران، تاریخ ولادت: ۱۰ ر جب، جائے ولادت: مدینہ منورہ، سال ولادت: ۱۹۵ھ، تاریخ شہادت: ۲۷ ذیقعدہ؛ سال شہادت: ۲۲۰ھ۔

بغداد کے ظالم حاکم معتصم عباسی کے حکم سے خود امام محمد تقیؑ کی بیوی "ام فضل بنت مامون رشید" نے زہر دیا، مولاؑ کی کل عمر ۲۵ سال ہوئی، آپؑ کاظمین میں دفن ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا: عنقریب میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہو گا جو عظیم برکتوں کا حامل ہو گا۔

ولادت کے متعلق امام رضا علیہ السلام کی بہن جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں: ایک دن میرے بھائی نے مجھے بلا کر کہا کہ آج تم میرے گھر میں قیام کرو، کیونکہ خیزران کے بطن سے آج رات کو خدا مجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا، میں نے خوشی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی، جب رات آئی تو ہمسایہ کی اور چند عورتیں بھی بلائی گئیں، نصف شب سے زیادہ گزرنے پر یکایک وضع حمل کے آثار نمودار ہوئے، یہ حال دیکھ کر میں خیزران کو حجرہ میں لے گئی اور میں نے چراغ روشن کر دیا، تھوڑی دیر میں امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ مختون اور ناف بریدہ ہیں۔ ولادت کے بعد میں نے انہیں نہلانے کے لئے طشت میں بیٹھایا، اس وقت جو چراغ روشن تھا وہ گل ہو گیا مگر پھر بھی اس حجرہ میں روشنی بدستور باقی رہی اور اتنی روشنی رہی کہ میں نے آسانی سے بچہ کو نہلا دیا۔ تھوڑی دیر میں میرے بھائی امام رضا

علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے آئے، میں نے نہایت عجلت کے ساتھ صاحبزادہ کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرتؑ کی آغوش میں دے دیا۔

آپؑ نے بچہ کے سر اور آنکھوں پر بوسہ دے کر مجھے واپس کر دیا، دو دن تک امام محمد تقی علیہ السلام کی آنکھیں بند رہیں، تیسرے دن جب آنکھیں کھلیں تو آپؑ نے سب سے پہلے آسمان کی طرف نظر کی، پھر داہنے بائیں دیکھ کر کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا۔ میں یہ دیکھ کر سخت متعجّب ہوئی اور میں نے سارا ماجرا اپنے بھائی سے بیان کیا، آپؑ نے فرمایا: تعجب نہ کرو، یہ میرا فرزند حجت خدا اور وصی رسول ہدیٰ ہے، اس بچہ کی ذات سے جو عجائبات ظہور پذیر ہوں، ان میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے!۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے دونوں کاندھوں کے درمیان اسی طرح مہر امامت تھی جس طرح دیگر ائمہ علیہم السلام کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہریں ہوا کرتی تھیں۔

مولا امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر پانچ سال کی تھی کہ اپ اپنے پدر بزرگوار کی شفقت سے محروم کر دیئے گئے اور مامون رشید نے آپؑ کے والد ماجد حضرت امام رضاؑ کو اپنی سیاسی غرض کے تحت مدینہ سے خراسان طلب کر لیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ آپ کے بچے مدینہ ہی میں رہیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولاؑ سب کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر خراسان تشریف لے گئے اور وہیں عالم غربت میں سب سے جدا مامون رشید کے ہاتھوں ہی شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بابا کی جدائی کے بعد اپنی پھوپھی معصومہ قم کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے، ہمارے امام کے لئے کمسنی میں یہ دونوں صدمے انتہائی

تکلیف دہ تھے، مامون رشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام محمد تقیؑ سے اپنی بیٹی ام فضل کی شادی کا اعلان بھی کر چکا تھا تاکہ اس پر امام رضاؑ کی شہادت کا الزام نہ آئے؛ اس نے اعلان کیا کہ ہم ولی عہدی کی ذمہ داریوں کو نبھائیں گے لہٰذا امام رضاؑ کے فرزند امام محمد تقیؑ کو مدینہ سے بغداد بلایا جائے، چونکہ امام رضاؑ کی شہادت کے بعد بغداد پایہ تخت بنا ہوا تھا لہٰذا اس نے دعوت نامہ ارسال کیا اور انہیں اسی طرح مجبور کر کے بلایا جس طرح مولا رضا علیہ السلام کو بلایا تھا۔

مامون نے امام محمد تقی کو اپنی بیٹی ام فضل کے ساتھ شادی کی پیشکش کی، عباسی عمائدین مامون کی پیشکش سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے اعتراض کیا، چنانچہ مامون نے اپنی بات کے اثبات کے لئے اعتراض کرنے والوں سے کہا: تم ان کا امتحان لے سکتے ہو!۔ انہوں نے قبول کیا اور فیصلہ کیا کہ دربار کے عالم ترین فرد اور امام جواد علیہ السلام کے درمیان مناظرہ کا اہتمام کیا جائے تاکہ وہ امام کا امتحان لے سکیں۔

بازار اور مچھلی کا واقعہ: امام محمد تقی علیہ السلام جن کی عمر اس وقت تقریباً ۹ سال کی تھی، ایک دن بغداد کے کسی راستہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند بچے وہاں کھیل رہے تھے کہ ناگہاں خلیفہ مامون کی سواری آتی دکھائی دی، سب بچے ڈر کر بھاگ گئے مگر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے، جب مامون کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے حضرت امام محمد تقیؑ سے مخاطب ہو کر کہا: صاحبزادے! سب بچے تو بھاگ گئے تو تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپؑ نے بے ساختہ جواب دیا: میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہیں ہو رہا تھا جو ہٹ جانے سے وسیع ہو جاتا اور میں

نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ ڈر کر بھاگ جاتا، میرا حسن ظن یہ بھی ہے کہ تم بے گناہ کو ضرر نہیں پہنچاتے، مامون کو حضرت امام محمد تقیؑ کا انداز بیان بہت زیادہ پسند آیا۔

اس کے بعد مامون وہاں سے آگے بڑھا، اس کے ساتھ شکاری باز بھی تھے۔ جب آبادی سے باہر نکل گیا تو اس نے ایک باز کو ایک چکور پر چھوڑا، باز نظروں سے اوجھل ہو گیا اور جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس کو دیکھ کر مامون بہت متعجّب ہوا، تھوڑی دیر میں جب وہ اسی طرف لوٹا تو اس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو دوسرے بچوں کے ساتھ وہیں پایا جہاں وہ پہلے موجود تھے، سارے بچے مامون کی سواری کو دیکھ کر پھر بھاگ گئے لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بدستور سابق وہیں کھڑے رہے، جب مامون ان کے قریب آیا تو مٹھی بند کر کے کہنے لگا کہ صاحبزادے! بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے دریائے قدرت میں چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں اور سلاطین اپنے باز سے ان مچھلیوں کا شکار کر کے اہلبیت رسالتؐ کے علم کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ سن کر مامون بولا! بے شک تم علی بن موسیٰ کے فرزند ہو، پھر ان کو اپنے ساتھ دربار میں لے گیا۔

مناظرہ کا آغاز قاضی القضاۃ یحییٰ ابن اکثم نے کیا اور پوچھا: اگر کوئی مُحرِم شخص کسی حیوان کا شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا: اے یحییٰ! تمہارا سوال مبہم ہے، پہلے یہ بتاؤ کہ وہ شکار جو کیا گیا حل میں تھا یا حرم میں؟ شکار کرنے والا مسئلہ سے واقف تھا یا ناواقف؟ اس نے عمداً اس جانور کا شکار کیا تھا یا سہواً؟ وہ شخص آزاد تھا یا غلام؟ شکار کرنے والا بالغ تھا یا نابالغ؟ پہلی مرتبہ ایسا کیا تھا یا اس سے پہلے

بھی ایسا کر چکا تھا؟ شکار پرندہ تھا یا کوئی اور جانور؟ چھوٹا تھا یا بڑا؟ وہ اپنے فعل پر اصرار رکھتا ہے یا پشیمان ہے؟ اس نے پردہ شب میں چھپ کر شکار کیا یا اعلانیہ طور پر؟ احرام عمرہ کا تھا یا حج کا؟ جب تک یہ تمام تفصیلات نہ بتائی جائیں اس وقت تک اس مسئلہ کا کوئی معین حکم نہیں بتایا جاسکتا۔ یحییٰ کے چہرہ پر شکستگی کے آثار پیدا ہوئے جس کا احساس محفل میں موجود تمام افراد نے کیا۔ اب اس کی زبان خاموش تھی اور وہ کچھ جواب نہیں دے رہا تھا۔ مامون نے امام جواد علیہ السلام سے عرض کیا کہ پھر ان تمام شقوں کے احکام بیان فرمادیجئے تاکہ ہم سب کو اس کا علم ہو۔

امامؑ نے تفصیل کے ساتھ تمام صورتوں کے جداگانہ احکام بیان فرمائے، آپؑ نے فرمایا: اگر احرام باندھنے کے بعد "حل" میں شکار کرے اور وہ شکار پرندہ ہو اور بڑا بھی ہو تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور اگر ایسا شکار حرم میں کیا ہے تو دو بکریاں ہیں اور اگر کسی چھوٹے پرندہ کو حل میں شکار کیا تو دنبے کا ایک بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو، کفارہ میں دے گا اور اگر حرم میں شکار کیا ہو تو اس پرندہ کی قیمت اور ایک دنبہ کفارہ دے گا اور اگر وہ شکار چوپایہ ہو تو اس کی کئی قسمیں ہیں اگر وہ وحشی گدھا ہے تو ایک گائے اور اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ اور اگر ہرن ہے تو ایک بکری کفارہ دے گا، یہ کفارہ اس وقت ہے جب شکار حل میں کیا ہو۔

لیکن اگر حرم میں کیا ہو تو یہی کفارے دوگنے ہوجائیں گے اور ان جانوروں کو جنہیں کفارہ میں دے گا وہ بھی دوگنا دینا ہوں گے، اگر احرام عمرہ کا تھا تو خانہ کعبہ تک پہنچائے گا اور مکہ میں قربانی کرے گا اور اگر احرام حج کا تھا تو منیٰ میں قربانی کرے گا اور ان کفاروں میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں اور عمداً شکار کرنے میں کفارہ دینے

کے علاوہ گنہگار بھی ہو گا، ہاں بھولے سے شکار کرنے میں گناہ نہیں ہے، آزاد اپنا کفارہ خود دے گا اور غلام کا کفارہ اس کا مالک دے گا، نابالغ بچہ پر کوئی کفارہ نہیں ہے اور بالغ پر کفارہ دینا واجب ہے، جو شخص اپنے اس فعل پر نادم ہو وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا؛ اگر اس پر اصرار کرے گا تو آخرت میں بھی اس پر عذاب ہو گا۔

اس کے بعد امام جوادؑ نے یحییٰ ابن اکثم سے سوال کیا: اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے صبح کو ایک عورت کی طرف نظر کی تو وہ اس پر حرام تھی، دن چڑھے حلال ہو گئی، پھر ظہر کے وقت حرام ہو گئی، عصر کے وقت پھر حلال ہو گئی، غروب آفتاب کے وقت حرام ہو گئی، عشاء کے وقت پھر سے حلال ہو گئی، آدھی رات کو حرام ہو گئی، صبح کے وقت پھر حلال ہو گئی، بتاؤ ایک ہی دن میں اتنی دفعہ وہ عورت اس شخص پر کس طرح حرام و حلال ہوتی رہی؟۔

امامؑ کی زبان سے اس سوال کو سن کر قاضی القضاۃ یحییٰ ابن اکثم مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا، انتہائی عاجزی کے ساتھ کہا: فرزند رسول! آپ ہی اس کی وضاحت فرمادیں۔ امامؑ نے فرمایا: وہ عورت کسی کی کنیز تھی، اس کی طرف صبح کے وقت ایک اجنبی شخص نے نظر کی تو وہ اس کے لئے حرام تھی، دن چڑھے اس نے وہ کنیز خرید لی، حلال ہو گئی، ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیا لہٰذا وہ حرام ہو گئی، عصر کے وقت اس نے نکاح کر لیا پھر حلال ہو گئی، مغرب کے وقت اس سے ظہار کیا تو پھر حرام ہو گئی، عشاء کے وقت ظہار کا کفارہ دے دیا تو پھر حلال ہو گئی، آدھی رات کو اس شخص نے اس عورت کو طلاق رجعی دی، جس سے پھر حرام ہو گئی اور صبح کے وقت اس طلاق سے رجوع کر لیا تو پھر حلال ہو گئی۔ تمام درباری اور عباسی علماء نے آپؑ

کے علم کا اعتراف کیا اور مامون نے کہا: میں اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ جو میں نے سوچا تھا وہی ہوا۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام محمد تقیؑ کا پہلا سفر عراق: عباسی خلیفہ مامون رشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد یا تو اس لئے کہ اس پر امام رضاؑ کے قتل کا الزام ثابت نہ ہو سکے یا اس لئے کہ وہ امام رضاؑ کی ولیعہدی کے موقع پر اپنی بیٹی ام فضل کی شادی کا اعلان بھی کر چکا تھا کہ ولی عہد کے فرزند امام محمد تقیؑ کے ساتھ کرے گا اسے نبھانے کے لئے یا اس لئے کہ ابھی اس کی سیاسی ضرورت اسے امام محمد تقیؑ کی طرف توجہ کی دعوت دے رہی تھی، بہر حال جو بات بھی ہو، اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے بلایا جائے، دعوت نامہ ارسال کیا گیا اور انہیں اسی طرح مجبور کر کے بلایا جس طرح امام رضا علیہ السلام کو بلوایا تھا۔ حکم حاکم مرگ مفاجات، آخر کار امام محمد تقی علیہ السلام کو بغداد آنا پڑا۔

سازش کا آغاز: عباسی دربار کے مشہور قاضی نے جب ایک چور پر حد جاری کرنا چاہی اور کہا کہ چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دیا جائے گا تو امام جوادؑ نے فرمایا کہ ہتھیلی مساجد سبعہ میں سے ہے اور قرآن سورہ جن کی آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: "وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ" سجدہ کرنے کی جگہیں خداوند عالم کے لئے ہیں۔

چنانچہ ہاتھ کلائی سے نہیں کاٹا جا سکتا بلکہ انگلیاں کاٹی جائیں گی تا کہ سجدہ میں نقص نہ ہو، یہاں ابن داؤد کو شکست ہوئی اور اس نے اپنے دل سیاہ میں امام جوادؑ کا بغض و کینہ بسا لیا کیونکہ اس کی علمی حیثیت خلیفہ اور عوام کے سامنے ختم ہو چکی تھی

اور جب معتصم برسرِ اقتدار آیا تو اس کو معلوم تھا کہ یہ شخص جذباتی ہے اور اس کو مشتعل کرنا آسان ہے، چنانچہ اس کے کان کھانے لگا اور اس کو امامؑ کی نسبت بدظن کر دیا۔

احمد بن داؤد کا قریبی دوست زرقان کہتا ہے کہ جب معتصم کے زمانے میں چور کی شرعی حد کے بارے میں امامؑ کی رائے پر عمل کیا گیا اور ابن داؤد کی رائے مسترد کی گئی تو ابن داؤد نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوجعفر (امام جوادؑ) سے شکست کھانے کے بعد میں بہت زیادہ اداس ہوا، حتیٰ کہ میں نے موت کی خواہش کی، اسی وجہ سے تیسرے دن (بحث و مناظرہ کے دوران) معتصم کے پاس گیا اور کہا: آپ کی خیر خواہی اور نصیحت مجھ پر واجب ہے اور اگر ایسا نہ کروں تو گویا کہ میں ناشکری کا مرتکب ہوا ہوں اور اہل دوزخ ہوں۔

معتصم نے میری اس حالت اور اس بات کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا: جب آپ فقہاء اور علماء کو ایک مجلس میں جمع کرتے ہیں اور اس مجلس میں علماء اور فقہاء اپنے فتاویٰ بیان کرتے ہیں جبکہ اس مجلس میں آپ کے افراد خاندان اور وزراء اور افواج کے کمانڈر بھی ہوتے ہیں اور عام لوگوں کو بھی وہاں کی خبریں پہنچتی ہیں کہ خلیفہ نے علماء اور فقہاء کے فتاویٰ کو مسترد کر کے ایسی شخصیت کی رائے کو مقدم رکھا ہے، جس کو امت کے کچھ لوگ امامؑ اور دوسروں سے زیادہ عالم و دانشمند سمجھتے ہیں تو حکومت اور درباری علماء کی کیا حیثیت رہے گی؟ کیا اس طرح کے اقدامات خلافت سے لوگوں کے انحراف اور ابوجعفرؑ کی طرف ان کی توجہ کا سبب نہیں بنیں گے؟۔

جذباتی عباسی بادشاہ جس کو شاید یہ معلوم نہ تھا کہ ابن داؤد دوزخی ہونے کے خوف سے نہیں بلکہ حسد کی وجہ سے خود بھی اہل دوزخ بن رہا ہے اور اس کو بھی قطعی

طور پر دوزخی بنا رہا ہے، یہ سن کر اس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور کہنے لگا: جزاك الله عن نصیحتك خیرا... خدا تم کو اس خیر خواہی پر جزائے خیر دے۔

قاتلوں کا انجام: امام جوادؑ کی ولادت سے بہت پہلے بعد امام رضاؑ نے فرمایا تھا: " میرے اس بیٹے کو غیظ و غضب کے ساتھ قتل کیا جائے گا، اہل آسمان اس پر روئیں گے، اللہ اس کے دشمنوں پر غضب ناک ہو گا اور انہیں بہت کم عرصے میں دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا"۔

چنانچہ امام جوادؑ کی شہادت کے دوسرے ہی دن آپؑ مامون کا بیٹا "جعفر بن مامون" (جو اپنی بہن کو امامؑ کے خلاف اکساتا رہتا تھا) وہ کنویں میں گرا اور اس کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی جس کے باعث وہ دیوانہ ہو گیا اور زندگی کے آخر تک دیوانگی کی حالت میں رہا۔ معتصم عباسی جس نے قتل کا حکم دیا تھا، اس کی حکومت چھ سال سے زیادہ عرصے تک نہ چل سکی۔

ام الفضل کا انجام کیا ہوا؟: امام جوادؑ نے مسموم ہونے سے پہلے جو کچھ ام الفضل سے فرمایا تھا، وہی ہوا۔ ام الفضل ایسی بیماری میں مبتلا ہوئی جس کے بارے میں وہ کسی کو بھی نہ بتا سکتی تھی۔ وہ کسی نسوانی مرض میں مبتلا تھی اور اس نے اپنی پوری دولت اپنے علاج پر خرچ کر دی مگر افاقہ نہ ہوا اور نہایت غربت اور تنگ دستی کی حالت میں مر گئی۔

❃ ❃ ❃

﴿امام علی نقی علیہ السلام کی تاریخ ولادت﴾

(آپؑ کی شخصیت اور معجزات)

ابن شہر آشوب کے مطابق امام نقی علیہ السلام کا تعارف اس طرح ہے: "اِسْمُهُ عَلِيٌّ وَ كُنْيَتُهُ أَبُو الْحَسَنِ لَا غَيْرُهُمَا وَ أَلْقَابُهُ النَّجِيبُ، الْمُرْتَضَى، الْهَادِي، النَّقِيُّ، الْعَالِمُ، الْفَقِيهُ، الْأَمِينُ، الْمُؤْتَمَنُ، الطَّيِّبُ، الْمُتَوَكِّلُ، الْعَسْكَرِيُّ، وَ يُقَالُ لَهُ أَبُو الْحَسَنِ الثَّالِثُ وَ الْفَقِيهُ الْعَسْكَرِيُّ وَ كَانَ أَطْيَبَ النَّاسِ مُهْجَةً وَ أَصْدَقَهُمْ لَهْجَةً وَ أَمْلَحَهُمْ مِنْ قَرِيبٍ وَ أَكْمَلَهُمْ مِنْ بَعِيدٍ إِذَا صَمَتَ عَلَيْهِ هَيْبَةُ الْوَقَارِ وَ إِذَا تَكَلَّمَ سِيمَاءُ الْبَهَاءِ وَ هُوَ مِنْ بَيْتِ الرِّسَالَةِ وَ الْإِمَامَةِ وَ مَقَرِّ الْوَصِيَّةِ وَ الْخِلَافَةِ شُعْبَةٌ مِنْ دَوْحَةِ النُّبُوَّةِ مُنْتَضَاةٌ مُرْتَضَاةٌ وَ ثَمَرَةٌ مِنْ شَجَرَةِ الرِّسَالَةِ مُجْتَنَاةٌ مُجْتَبَاةٌ وُلِدَ بِصَرْيَا مِنَ الْمَدِينَةِ النِّصْفَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ وَ مِائَتَيْنِ ؛ اِبْنُ عَيَّاشٍ: يَوْمَ الثَّلَاثَاءِ الْخَامِسَ مِنْ رَجَبٍ سَنَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ وَ قُبِضَ بِسُرَّ مَنْ رَأَى الثَّالِثَ مِنْ رَجَبٍ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَ خَمْسِينَ وَ مِائَتَيْنِ وَ قِيلَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ ثَلَاثَ لَيَالٍ بَقِينَ مِنْ جُمَادَى الْآخِرَةِ نِصْفَ النَّهَارِ وَ لَيْسَ عِنْدَهُ إِلَّا ابْنُهُ أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ لَهُ يَوْمَئِذٍ أَرْبَعُونَ سَنَةً وَ قِيلَ أَحَدٌ وَ أَرْبَعُونَ وَ سَبْعَةُ أَشْهُرٍ أُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ يُقَالُ لَهَا سُمَانَةُ الْمَغْرِبِيَّةُ وَ يُقَالُ إِنَّ أُمَّهُ الْمَعْرُوفَةَ بِالسَّيِّدَةِ أُمُّ الْفَضْلِ فَأَقَامَ مَعَ أَبِيهِ سِتَّ سِنِينَ وَ خَمْسَةَ أَشْهُرٍ وَ بَعْدَهُ مُدَّةَ إِمَامَتِهِ ثَلَاثاً وَ ثَلَاثِينَ سَنَةً وَ يُقَالُ وَ تِسْعَةَ

أَشْهُرٍ وَ مُدَّةُ مُقَامِهِ بِسُرَّ مَنْ رَأَى عِشْرِينَ سَنَةً وَ تُوُفِّيَ فِيهَا وَ قَبْرُهُ فِي دَارِهِ وَ كَانَ فِي سِنِي إِمَامَتِهِ بَقِيَّةُ مُلْكِ الْمُعْتَصِمِ ثُمَّ الْوَاثِقِ وَ الْمُتَوَكِّلِ وَ الْمُنْتَصِرِ وَ الْمُسْتَعِينِ وَ الْمُعْتَزِّ وَ فِي آخِرِ مُلْكِ الْمُعْتَمِدِ اُسْتُشْهِدَ مَسْمُوماً وَ قَالَ اِبْنُ بَابَوَيْهِ وَ سَمَّهُ الْمُعْتَمِدُ"۔[1]

روضۃ الواعظین میں اس طرح آیا ہے: "كَانَ مَوْلِدُهُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَوْمَ الثَّلاَثَاءِ لِلنِّصْفِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ وَ مِائَتَيْنِ"۔[2]

آپ کا اسم گرامی: علی، کنیت: ابوالحسن، القاب: نجیب، مرتضی، ہادی، نقی، عالم، فقیہ، امین، مومن، طیب، آپ کو ابوالحسن ثالث کہا جاتا ہے؛ آپ امام محمد تقی علیہ السلام کے فرزند ہیں، آپؑ سب سے زیادہ پاک و طیب، لہجہ سب سے زیادہ نرم و خوشگوار، قریب سے دیکھیں تو خوبصورت اور حسین و جمیل، دور سے دیکھیں تو سب سے زیادہ کامل، خاموش رہیں تو چہرہ پر رعب اور گفتگو فرمائیں تو گل افشانی کے ساتھ فصاحت و بلاغت میں سب سے بلند، آپؑ خاندان نبوت کے ایک منفرد فرد، خلافت و وصایت کے لئے جائے قرار، شجرہ طیبہ کی ایک پسندیدہ شاخ، بارآور درخت کے ایک چیدہ اور پسندیدہ ثمر، آپؑ روز سہ شنبہ ۵ رجب ۲۱۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔

درود پڑھو، باپ خواب میں آکر مال بتائیں گے:

امام علی نقی علیہ السلام کے والد گرامی امام محمد تقی علیہ السّلام کا ایک معجزہ: "قَالَ أَبُو هَاشِمٍ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقَالَ: يَا ابْنَ

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۱۳۔

[2] ۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۱۶۔

رَسُولِ اللهِ إِنَّ أَبِي مَاتَ وَ كَانَ لَهُ مَالٌ وَ لَسْتُ أَقِفُ عَلَى مَالِهِ وَ لِي عِيَالٌ كَثِيرُونَ وَ أَنَا مِنْ مَوَالِيكُمْ فَأَغِثْنِي فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِذَا صَلَّيْتَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فَإِنَّ أَبَاكَ يَأْتِيكَ فِي النَّوْمِ وَ يُخْبِرُكَ بِأَمْرِ الْمَالِ فَفَعَلَ الرَّجُلُ ذَلِكَ فَرَأَى أَبَاهُ فِي النَّوْمِ فَقَالَ يَا بُنَيَّ مَالِي فِي مَوْضِعِ كَذَا فَخُذْهُ وَ اذْهَبْ إِلَى ابْنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَأَخْبِرْهُ أَنِّي دَلَلْتُكَ عَلَى الْمَالِ فَذَهَبَ الرَّجُلُ فَأَخَذَ الْمَالَ وَ أَخْبَرَ الْإِمَامَ بِأَمْرِ الْمَالِ وَ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَكْرَمَكَ وَ اصْطَفَاكَ" ابوہاشم سے مروی ہے کہ ایک شخص امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یابن رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے، وہ صاحب مال تھے، مجھے مال کا پتہ نہیں ہے، میں کثیر العیال اور آپ کا دوست ہوں، میری مدد فرمائیے۔ آپؑ نے فرمایا: عشاء کی نماز کے بعد محمد و آل محمد پر درود پڑھو، اس کے نتیجہ میں تمہاری خواب میں تمہارا باپ آئے گا اور مال سے آگاہ کرے گا، اس نے یہ عمل کیا تو اس کا باپ خواب میں آیا اور کہا: میرے فرزند! مال فلاں جگہ موجود ہے، اس کو لے کر رسول اللہ کے فرزند کو آگاہ کرو کہ میں نے تمہیں مال بتا دیا ہے، اس شخص نے مال لے کر امامؑ کو آگاہ کیا اور کہا: اس ذات کی حمد ہے جس نے آپ کو مکرم کیا اور منتخب فرمایا۔[1]

ایک نوجوان کو قتل ہونے سے بچانا:

"اَلْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ : أَنَّهُ أَتَى النَّقِيَّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ رَجُلٌ خَائِفٌ وَ هُوَ يَرْتَعِدُ وَ يَقُولُ إِنَّ ابْنِي أُخِذَ بِمَحَبَّتِكُمْ وَ اللَّيْلَةَ يَرْمُونَهُ مِنْ مَوْضِعِ كَذَا وَ

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۴۲۔ کنوز المعجزات، ص۲۵۸۔

يَدْفِنُونَهُ تَحْتَهُ قَالَ فَمَا تُرِيدُ قَالَ مَا يُرِيدُ الْأَبَوَانِ فَقَالَ لاَ بَأْسَ عَلَيْهِ اِذْهَبْ فَإِنَّ اِبْنَكَ يَأْتِيكَ غَداً فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَاهُ اِبْنُهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّ مَا شَأْنُكَ قَالَ لَمَّا حَفَرُوا الْقَبْرَ وَ شَدُّوا لِيَ الْأَيْدِيَ أَتَانِي عَشَرَةُ أَنْفُسٍ مُطَهَّرَةٍ مُعَطَّرَةٍ وَ سَأَلُوا عَنْ بُكَائِي فَذَكَرْتُ لَهُمْ فَقَالُوا لَوْ جُعِلَ الطَّالِبُ مَطْلُوباً تَجَرَّدُ نَفْسُكَ وَ تَخْرُجُ وَ تَلْزَمُ تُرْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قُلْتُ نَعَمْ فَأَخَذُوا الْحَاجِبَ فَرَمَوْهُ مِنْ شَاهِقِ الْجَبَلِ وَ لَمْ يَسْمَعْ أَحَدٌ جَزَعَهُ وَ لاَ رَأَوُا الرِّجَالَ وَ أَوْرَدُونِي إِلَيْكَ وَ هُمْ يَنْتَظِرُونَ خُرُوجِي إِلَيْهِمْ وَ وَدَّعَ أَبَاهُ وَ ذَهَبَ فَجَاءَ أَبُوهُ إِلَى الْإِمَامِ وَ أَخْبَرَهُ بِحَالِهِ فَكَانَ الْغَوْغَاءُ تَذْهَبُ وَ تَقُولُ وَقَعَ كَذَا وَ كَذَا وَ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَتَبَسَّمُ وَ يَقُولُ إِنَّهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ مَا نَعْلَمُ "حسین بن علی کا بیان ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص روتا اور کانپتا ہوا آیا اور اس نے عرض کیا: مولا! آپ کے خاندان کی محبت میں ظالموں نے میرے بیٹے کو گرفتار کر لیا ہے اور وہ اسے ایک پہاڑ کے پاس لے گئے ہیں، وہ آج رات اسے پہاڑی سے دھکا دے کر گرا دیں گے اور اسی پہاڑی کے دامن میں اسے دفن کر دیں گے، امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں وہی کچھ چاہتا ہوں جو ایک مہربان باپ اپنے بیٹے کے متعلق چاہتا ہے، آپؑ نے فرمایا: فکر نہ کرو، خدا نے چاہا تو تمہارا بیٹا صحیح و سلامت تمہارے پاس پہنچ جائے گا اور وہ تمہیں ایک عجیب واقعہ سنائے گا، حضرتؑ کا فرمان سن کر وہ شخص مطمئن ہو کر واپس چلا گیا، دوسرے دن اس کا لڑکا خوش و خرم اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا، باپ نے بیٹے سے پوچھا: تم پر کیا بیتی؟ اس نے کہا: ابّا جان! دشمنوں نے میری قبر کھود لی تھی اور انہوں نے میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے، وہ مجھے پہاڑی

سے پھینکنے ہی والے تھے کہ اچانک دس طیب و طاہر ہستیاں نمودار ہوئیں اور انہوں نے مجھ سے کہا: تم کیوں رو رہے ہو؟ میں نے کہا: یہ لوگ مجھے ناحق قتل کرنا چاہتے ہیں، اسی لئے میں رو رہا ہوں، یہ سن کر ان ہستیوں نے کہا: اگر تمہیں ہم یہاں سے رہائی دلا دیں تو کیا روضہ نبویؐ کی زیارت کو جاؤ گے؟ میں نے کہا: میں ضرور جاؤں گا، انہوں نے میری بات سن کر وہاں کے اس نگراں کو پکڑ لیا جو مجھے اذیت دینا چاہتا تھا اور اسے پہاڑی سے پکڑ کر ایسا پھینکا کہ اس کے چلانے کی آواز بھی کسی نے نہ سنی اور جب وہ پہاڑی سے گر کر نیچے پہنچا تو اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں، جب اس کے ساتھیوں نے اپنے سردار کا یہ حشر دیکھا تو اس پر گریہ و بکا کرنے لگے اور انہیں میری یہ بات ہی یاد نہ رہی، اس کے بعد ان طیب و طاہر ہستیوں نے میرا بازو پکڑا، ہوا میں پرواز کی اور مجھے یہاں دروازہ پر لا کر اتار دیا؛ اب وہ اس دروازہ کے باہر کھڑے ہیں، وہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر لے جانا چاہتے ہیں اور مجھے قبر پیغمبر کا خادم و مجاور بنانا چاہتے ہیں، پھر وہ شخص امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے بیٹے کی ساری باتیں سنائیں، ابھی وہ شخص آپ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں یہ خبر موصول ہوئی کہ فلاں شخص کا کچھ نامعلوم افراد نے پہاڑ سے دھکا دے کر قتل کر دیا ہے، اس کے ساتھیوں نے پہاڑ کے دامن میں اسے دفن کر دیا، یہ سن کر امام علی نقی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: جو کچھ ہم جانتے ہیں، یہ لوگ اسے نہیں جانتے۔[1]

---

[1] ۔ بحار الانوار ج ۵۰، ص ۱۷۴۔ الدمعۃ الساکبہ، ج ۴ ص ۱۹۴۔

امام ہادی علیہ السلام ابوہاشم کو ایک مٹھی ریت دینا: ”رُوِیَ عَنْ یَحْیَی بْنِ زَکَرِیَّا الْخُزَاعِیِّ عَنْ أَبِی هَاشِمٍ الْجَعْفَرِیِّ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ أَبِی الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ إِلَی ظَاهِرِ سُرَّ مَنْ رَأَی یَتَلَقَّی بَعْضَ الْقَادِمِینَ فَأَبْطَئُوا فَطُرِحَ لِأَبِی الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ غَاشِیَةُ السَّرْجِ فَجَلَسَ عَلَیْهَا وَ نَزَلْتُ عَنْ دَابَّتِی وَ جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ هُوَ یُحَدِّثُنِی فَشَکَوْتُ إِلَیْهِ قِصَرَ یَدِی وَ ضِیقَ حَالِی فَأَهْوَی بِیَدِهِ إِلَی رَمْلٍ کَانَ عَلَیْهِ جَالِساً فَنَاوَلَنِی مِنْهُ کَفّاً وَ قَالَ اتَّسِعْ بِهَذَا یَا أَبَا هَاشِمٍ وَ اُکْتُمْ مَا رَأَیْتَ فَخَبَأْتُهُ مَعِی وَ رَجَعْنَا فَأَبْصَرْتُهُ فَإِذَا هُوَ یَتَّقِدُ کَالنِّیرَانِ ذَهَباً أَحْمَرَ فَدَعَوْتُ صَائِغاً إِلَی مَنْزِلِی وَ قُلْتُ لَهُ اُسْبُکْ لِی هَذِهِ السَّبِیکَةَ فَسَبَکَهَا وَ قَالَ لِی مَا رَأَیْتُ ذَهَباً أَجْوَدَ مِنْ هَذَا وَ هُوَ کَهَیْئَةِ الرَّمْلِ فَمِنْ أَیْنَ لَکَ هَذَا فَمَا رَأَیْتُ أَعْجَبَ مِنْهُ قُلْتُ کَانَ عِنْدِی قَدِیماً" ابو ہاشم جعفری سے مروی ہے کہ میں امامؑ کے ساتھ سامراء سے باہر نکلا، میں نے آپؑ کی خدمت میں تنگدستی اور پریشان حالی کی شکایت کی، آپؑ نے ریت پر ہاتھ رکھا، ایک مٹھی ریت کی اٹھاکر مجھے دی اور فرمایا: ابوہاشم! اس سے خوشحالی حاصل کرو دیکھو جو کچھ دیکھا ہے اس کو پوشیدہ رکھنا، میں نے ریت کو چھپا دیا، جب گھر واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چمکتا ہوا خالص سونا ہے، میں نے اپنے گھر سنہار کو بلوایا، اس نے کہا: اس جیسا بہترین سونا میں نے کبھی نہیں دیکھا، کہاں سے لیا ہے؟ میں نے کہا: یہ سونا پشتوں سے ہمارے پاس موجود رہا ہے۔[1]

[1]۔ بحار الانوار ج ۵۰، ص ۱۳۸۔ الخرائج والجرائح، ص ۲۶۰۔

ابوہاشم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شدید تنگدستی میں مبتلا ہوا، لہٰذا میں امام علی نقی علیہ السلام کے پاس گیا، آپ نے مجھے حاضری کی اجازت دی، جب میں جاکر بیٹھ گیا تو آپؑ نے فرمایا: ابوہاشم! تمہیں اللہ نے اتنی نعمتیں دی ہیں، تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا شکریہ ادا کروگے! یہ سن کر میں آپؑ کی طرف متوجہ ہوا مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ کیا عرض کروں، پھر آپؑ ہی نے فرمایا: دیکھو اللہ نے تمہیں ایمان کا رزق دیا، جس کی وجہ سے تمہارے جسم پر جہنم کی آگ حرام ہوگئی، اللہ نے تمہیں تندرستی کی روزی دی جس سے تم اس قابل ہو کہ اس کی اطاعت کرو؛ میں جانتا ہوں کہ تم اپنی تنگدستی کی شکایت کرنے کے لئے آئے ہو، جاؤ میں نے تمہیں سو دینار دینے کا حکم دیا ہے، انہیں لے جاؤ۔[1]

ایک کنکر منہ میں رکھ دیا پھر ۷۳ زبانوں میں گفتگو کی: " عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَلَّمَنِي بِالْهِنْدِيَّةِ فَلَمْ أُحْسِنْ أَنْ أَرُدَّ عَلَيْهِ وَ كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ مَلْأَى حَصًا فَتَنَاوَلَ حَصَاةً وَاحِدَةً وَ وَضَعَهَا فِي فِيهِ وَ مَصَّهَا مَلِيّاً ثُمَّ رَمَى بِهَا إِلَيَّ فَوَضَعْتُهَا فِي فَمِي فَوَ اللهِ مَا بَرِحْتُ مِنْ عِنْدِهِ حَتَّى تَكَلَّمْتُ بِثَلَاثَةٍ وَ سَبْعِينَ لِسَاناً أَوَّلُهَا الْهِنْدِيَّةُ " ابوہاشم سے مروی ہے کہ میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؑ نے میرے ساتھ ہندی زبان میں کلام کیا، میں اچھی طرح ہندی میں جواب نہ دے سکا، آپؑ کے سامنے سنگریزوں کا بھرا ہوا پیالہ رکھا تھا، یہ ایک سنگریزہ اٹھایا اور منہ میں رکھ کر تھوڑی دیر چوسا، پھر میری طرف پھینکا، میں نے اٹھا کر منہ

[1] ۔ بحار الانوار، ج۹، ص۱۳۴۔

میں رکھ لیا، خدا کی قسم! میں حضرتؑ کے یہاں سے بھی ابھی اٹھا نہیں تھا کہ میں نے ۷۳ زبانوں میں گفتگو کی، سب سے پہلے میں نے ہندی زبان میں گفتگو کی۔[1]

ہوا اور خدمت امامؑ: سلیمۃ الکاتب کا بیان ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام جب بھی متوکل کے دربار میں آتے تو دربار کے دربان ان کے لئے پردہ ہٹاتے تھے، ایک دفعہ کسی خوشامدی نے متوکل سے کہا کہ آپ کے دربان امام علی نقیؑ کے لئے پردہ ہٹاتے ہیں، جس سے لوگوں کو اس شک کی تقویت مل رہی ہے کہ وہ امام برحق ہیں لہٰذا آپ اپنے دربانوں سے کہہ دیں کہ وہ امام علی نقیؑ کے لئے پردہ نہ ہٹایا کریں، علی نقیؑ بھی دوسرے لوگوں کی طرح سے پردہ خود ہٹا کر آئیں، متوکل کو یہ بہت اچھی لگی اور اس نے اپنے دربانوں کو حکم دیا کہ آئندہ جب علی نقیؑ دربار میں آئیں تو ان کے لئے پردوں کو مت ہٹانا، دوسرے دن آپؑ تشریف لائے تو دربانوں نے پردہ نہ ہٹایا، آپ جیسے ہی پردہ کے قریب گئے تو تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا، جس سے پردہ خود بخود اٹھ گیا اور آپ اندر چلے گئے اور جب آپ باہر جانے لگے تو پھر ہوا کا ایک جھونکا آیا جس سے پردہ خود بخود ہٹ گیا اور آپ باہر تشریف لے گئے، آپؑ کے جانے کے بعد دربانوں نے متوکل سے صورتحال بیان کی تو اس نے کہا: آئندہ تم خود ہی ان کے لئے پردہ ہٹایا کرو تاکہ باقی لوگوں کو یہ پتہ نہ چلے کہ ہوا بھی ان کی خدمت گزاری پر مامور ہے۔[2]

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۱۳۶۔ الخرائج والجرائح، ص۲۵۹۔

[2]۔ الدمعۃ الساکبہ، ج۴، ص۱۴۰۔

اقوال امام ہادی علیہ السلام:

(۱)- "اَلنَّاسُ فِي الدُّنْيَا بِالْأَمْوَالِ وَ فِي الْآخِرَةِ بِالْأَعْمَالِ" انسان کی عزت دنیا میں اموال سے ہے اور آخرت میں اعمال سے۔[1]

(۲)- " أُذْكُرْ مَصْرَعَكَ بَيْنَ يَدَيْ أَهْلِكَ وَ لاَ طَبِيْبَ يَمْنَعُكَ وَ لاَ حَبِيْبَ يَنْفَعُكَ" اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے اہل وعیال کے سامنے پڑے ہو گے، اس وقت نہ کوئی طبیب تم کو موت سے بچا سکتا ہے اور نہ کوئی دوست تمہارے کام آسکتا ہے۔[2]

(۳)- "خَيْرٌ مِنَ الْخَيْرِ فَاعِلُهُ وَ أَجْمَلُ مِنَ الْجَمِيلِ قَائِلُهُ وَ أَرْجَحُ مِنَ الْعِلْمِ حَامِلُهُ وَ شَرٌّ مِنَ الشَّرِّ جَالِبُهُ وَ أَهْوَلُ مِنَ الْهَوْلِ رَاكِبُهُ" نیکی سے بہتر نیکی کرنے والا ہے، جمیل سے جمیل تر جمیل کا بیان کرنے والا ہے، علم سے برتر علم کا رکھنے والا ہے، برائی سے برا برائی کرنے والا ہے، وحشت سے زیادہ وحشت ناک وحشت پر سوار ہونے والا ہے۔[3]

❁ ❁ ❁

[1]۔ بحار الانوار، ج۷۵، ص۳۶۹۔

[2]۔ بحار الانوار، ج۷۵، ص۳۷۰۔

[3]۔ بحار الأنوار، ج۷۵، ص۳۷۰۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت

امام دہم کے فرزند ارجمند اور امام آخرؑ کے والد گرامی حضرت امام حسن عسکریؑ کے حالات کامختصر طور تجزیہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں:

والد گرامی کا نام: امام علی نقی علیہ السلام۔ والدہ: جناب حدیثہ خاتون۔ امام عسکریؑ کی ولادت آٹھ ربیع الثانی یا ۱۰ ربیع الثانی سن ۲۳۲ ہجری یوم جمعہ بوقت صبح بمقام مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کا نام رسالت مآبؐ نے پہلے ہی سے بیان کردیا تھا۔

نام: حسن۔ کنیت: ابو محمد۔ القاب: عسکری، ہادی، ذکی وغیرہ۔ ولادت کے وقت واثق باللہ بن معتصم باللہ خلیفہ تھا، ایک سال بعد یعنی ۲۳۳ ہجری میں واثق باللہ کی خلافت ختم ہوئی اور متوکل خلیفہ ہوگیا جس نے امام حسین علیہ السلام کے مزار اقدس کی بے حرمتی کی۔ ۲۴۷ ہجری میں مستنصر بن متوکل خلیفہ ہوا۔ ۲۴۸ ہجری میں مستعین خلیفہ ہوا۔ ۲۵۲ ہجری میں معتز باللہ خلیفہ ہوا اور امام علی نقی علیہ السلام کے والد گرامی کو اس نے زہر دیا۔

۲۵۵ ہجری میں مہدی باللہ خلیفہ بنا۔ ۲۵۶ ہجری میں معتمد باللہ خلیفہ بنا، اسی زمانہ میں ۲۶۰ ہجری میں امام عسکری علیہ السلام زہر سے شہید ہوئے۔

کنویں کا واقعہ: ایک مرتبہ امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے گھر کے کنویں میں گر گئے، آپ کے گرنے سے خواتین میں عظیم کہرام برپا ہوگیا مگر امام علی نقی علیہ السلام اطمینان کی حالت میں محو نماز تھے، خواتین کے چیخنے چلانے سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑا بلکہ پورے اطمینان کے ساتھ نماز کو ختم کیا اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: گھبراؤ

نہیں، حجت خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، میں نے دیکھا کہ پانی بلند ہوتا ہوا اوپر آ رہا ہے اور امام حسن عسکری علیہ السلام پانی پر بیٹھے کھیل رہے ہیں۔

بچپن کا ایک واقعہ: امام حسن عسکری علیہ السلام ایک ایسی جگہ کھڑے ہوئے تھے جہاں کچھ بچے کھیلنے میں مصروف تھے، اتفاق سے اُدھر سے عارف آل محمد جناب بہول دانا کا گزر ہوا، انہوں نے دیکھا کہ سب بچے کھیل رہے ہیں اور یہ خوبصورت بچہ کھڑا رو رہا ہے، بہلول اس بچہ کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا: اے نونہال! مجھے یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہو رہا ہے کہ تمہارے پاس کھیلنے کے لئے وہ کھلونے نہیں ہیں جو ان بچوں کے پاس ہیں، تم اسی وجہ سے رو رہے ہو! میں ابھی جا کر تمہارے لئے کھلونے لاتا ہوں، بہلول کی یہ بات سن کر کم سنی کے باوجود امام عسکریؑ نے فرمایا: ہم کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کئے گئے بلکہ ہم علم و عبادت کے لئے خلق ہوئے ہیں؛ بہلول نے پوچھا: تمہیں یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ غرض خلقت علم و عبادت ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے قران مجید نہیں پڑھا کہ خداوند کریم سورہ مومنون کی آیت ۱۱۵ میں ارشاد فرماتا ہے: " أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ " کیا تم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم نے تمہیں بیکار اور بے مقصد پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے؟۔

تفسیر امام عسکری علیہ السلام، ج۱، ص۲۹۹ میں منقول ہے: " فَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَائِناً لِنَفْسِهِ، حَافِظاً لِدِينِهِ، مُخَالِفاً لِهَوَاهُ، مُطِيعاً لِأَمْرِ مَوْلَاهُ فَلِلْعَوَامِّ أَنْ يُقَلِّدُوهُ " جو فقیہ (بری باتوں سے) اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا

ہو، اپنے دین کی نگہبانی کرنے والا ہو، اپنی خواہشاتِ نفس کا مخالف ہو، اور اپنے مولا (اللہ) کے حکم کا اطاعت گزار ہو تو عوام پر لازم ہے کہ اس کی تقلید کریں۔

وضاحت: امامؑ نے ایک جملہ میں قابلِ تقلید فقیہ کی چار بنیادی صفات بیان فرمائی ہیں: صَائِناً لِنَفْسِہٖ (اپنے نفس کا محافظ): یعنی وہ اپنے آپ کو گناہوں اور دنیاوی آلودگی سے بچاتا ہو۔ حَافِظاً لِدِیْنِہٖ (دین کا محافظ): دین کی صحیح تعلیمات کو بگاڑنے یا بدلنے کے بجائے، ان کی حفاظت کرنے والا ہو۔ مُخَالِفاً لِھَوَاہُ (خواہشِ نفس کا مخالف): دنیا، مال، منصب یا شہرت کے پیچھے نہ دوڑتا ہو، بلکہ نفس کو قابو میں رکھتا ہو۔ مُطِیْعاً لِأَمْرِ مَوْلَاہُ (اپنے مولا کا اطاعت گزار): اللہ اور اہل بیتؑ کے احکام کے آگے سراپا تسلیم ہو، ذاتی رائے یا خواہش کو دین پر مقدم نہ کرے۔

فقہی نتیجہ:

اسی روایت کی بنیاد پر شیعہ علماء نے اصول نکالا ہے کہ عوام کو ہر فقیہ کی نہیں، بلکہ صرف اس فقیہ کی تقلید کرنی چاہئے جو ان صفات پر پورا اترتا ہو۔ اسی کو مجتہد جامع الشرائط یا مرجع تقلید کہا جاتا ہے۔

مُہرِ امامت: ایک دن امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں یمن کا ایک خوبصورت شخص آیا اور اس نے ایک پتھر کا ٹکڑا پیش کر کے خواہش ظاہر کی کہ آپ اس پر اپنی امامت کی تصدیق میں مہر لگا دیں، حضرتؑ نے مہر نکالی اور اس پتھر پر لگا دی، اس پتھر پر آپؑ کا اسم گرامی اس طرح کندہ ہو گیا جس طرح موم پر لگانے سے کندہ ہوتا ہے، اصل میں یہ شخص تھا مجمع ابن الصلت بن سمعان ابن غانم ابن ام غانم تھا اور اس خاندان کی ایک عورت ام غانم نے تمام ائمہ طاہرین سے مہر لگوا رکھی تھی اس کا طریقہ

یہ تھا کہ جب کوئی امامت کا دعویٰ کرتا تھا تو وہ پتھر لے کر اس کے پاس چلے جاتی تھی اگر مدعی نے پتھر پر مہر لگا دی تو وہ سمجھ جاتی تھی کہ یہ امام زمانہؑ ہے اور اگر وہ اس عمل سے عاجز رہا تو اسے نظر انداز کر دیتی تھی، چونکہ اس نے سنگ پارہ پر کئی اماموں کی مہر لگوائی تھی اس لئے اس کا نام صاحبۃ الحصاۃ یعنی کنکریوں کی مالکہ ہو گیا تھا۔[1]

﴿مدح امام حسن عسکری علیہ السلام﴾

لب پہ سارے شیعوں کے عسکریؑ کی مدحت ہے
ان کے ہی تصدق سے دور ہر مصیبت ہے
اے خدا! ہمیں ان کے خادموں میں کر شامل
کیونکہ ان کا دروازہ مومنوں کی جنت ہے
عسکریؑ کی مدحت بس دہر میں وہ کرتا ہے
خون جس کا طاہر ہے پاک جس کی طینت ہے
شاد اس سے ہوتے ہیں عسکریؑ بھی دنیا میں
مفلسوں کو دینے کی جس بشر کو عادت ہے
عسکریؑ کے ذاکر کا پاک و صاف شجرہ ہے
ان سے اصل میں الفت مرکز طہارت ہے
وہ خلوص نیت سے ذکر ان کا کرتا ہے
اس لئے سکندرؔ کی دو جہاں میں عزت ہے

❋❋❋

---

[1] ۔ چودہ ستارے، علامہ نجم الحسن کراروی۔

﴿امام حسن عسکری علیہ السلام کے معجزات﴾

امام یازدہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے متعلق واقعات کی کتابوں میں متعدّد روایات ملتی ہیں جن میں سے کچھ روایتوں کو بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

"عَنْ أَبِي هَاشِمٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كَانَ يَكْتُبُ كِتَاباً فَحَانَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْأُولَى فَوَضَعَ الْكِتَابَ مِنْ يَدِهِ وَ قَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الصَّلَاةِ فَرَأَيْتُ الْقَلَمَ يَمُرُّ عَلَى بَاقِي الْقِرْطَاسِ مِنَ الْكِتَابِ وَ يَكْتُبُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى آخِرِهِ فَخَرَرْتُ سَاجِداً فَلَمَّا انْصَرَفَ مِنَ الصَّلَاةِ أَخَذَ الْقَلَمَ بِيَدِهِ وَ أَذِنَ لِلنَّاسِ" ابوہاشم جعفری کہتے ہیں: میں امام ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ اسی دوران نمازِ ظہر (پہلی نماز) کا وقت ہوگیا۔ آپؑ نے کتاب کو ایک طرف رکھا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ میں نے دیکھا کہ قلم خود بخود چلنے لگا اور باقی ماندہ حصہ لکھتا رہا یہاں تک کہ آخرِ صفحہ تک مکمل کردیا۔ یہ منظر دیکھ کر میں سجدہ میں گرگیا۔ جب امامؑ نماز سے فارغ ہوئے تو قلم کو اپنے دستِ مبارک میں لیا اور پھر لوگوں کو اجازت دی (کہ اندر آئیں اور ملاقات کریں)۔[1]

اس واقعہ سے چند اہم نکات سمجھ میں آتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(ا)- امام حسن عسکریؑ کے ہاتھ میں ولایتِ تکوینی ہے کہ قلم ان کے حکم و اذن سے خود بخود لکھ رہا تھا۔

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۳۰۴۔ عیون المعجزات، ص۱۳۸۔

(۲)- یہ کرامت اس بات کی دلیل ہے کہ امامؑ کا علم وقدرت، اللہ کی طرف سے عطا کیا ہوا ہے اور امام معمولی انسانوں کی طرح محتاج نہیں ہوتا۔

(۳)- ابو ہاشم جعفری جیسے معتبر صحابی کا اس واقعہ کا بیان، امامؑ کی امامت کے دلائل میں سے ہے۔

(۴)- امامؑ نے پہلے نماز کو مقدم کیا، پھر تحریر کی تکمیل خود بخود ہوئی، ہمیں سبق دیا جارہا ہے کہ مقاصدِ زندگی کا اصل محور عبادت ہونا چاہیے۔

اس طرح کی بھی بہت سی کرامات اور بہت سے معجزات امام حسن عسکریؑ کی حیاتِ مبارکہ میں کثرت سے منقول ہیں جو امام مہدی علیہ السلام کی ولادت اور ان کی امامت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

"قَالَ أَبُو هَاشِمٍ رَحِمَهُ اللهُ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَاباً يُقَالُ لَهُ الْمَعْرُوفُ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا أَهْلُ الْمَعْرُوفِ. فَحَمِدْتُ اللهَ فِي نَفْسِي وَفَرِحْتُ بِمَا أَتَكَلَّفُ مِنْ حَوَائِجِ النَّاسِ، فَنَظَرَ إِلَيَّ وَقَالَ: نَعَمْ، فَدُمْ عَلَى مَا أَنْتَ عَلَيْهِ، فَإِنَّ أَهْلَ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ، جَعَلَكَ اللهُ مِنْهُمْ يَا أَبَا هَاشِمٍ وَ رَحِمَكَ " ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "بیشک جنت میں ایک دروازہ ہے جسے معروف کہا جاتا ہے، اس میں صرف اہلِ معروف (نیکی و بھلائی کرنے والے) ہی داخل ہوں گے۔ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں اللہ کی حمد کی اور خوش ہوا کہ میں لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کی تکلیف برداشت کرتا ہوں۔ امامؑ نے میری طرف نظر کی اور فرمایا: "ہاں! جو تم کر رہے ہو اسی پر قائم رہو، کیونکہ جو دنیا میں اہلِ معروف ہیں وہی آخرت میں بھی اہلِ

معروف ہوں گے۔ اللہ تمہیں ان لوگوں میں شامل کرے اے ابوہاشم! اور تم پر رحم کرے۔[1]

اس حدیث سے مندرجہ ذیل نکات سمجھ میں آتے ہیں:

(۱)-لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنا، ان کے کام آنااور ان خدمت کرنا سب سے بڑی نیکیوں میں سے ہے۔

(۲)-دنیا میں اہلِ خیر و معروف کو آخرت میں بھی خاص درجہ اور ایک جدا دروازہ دیا گیاہے۔

ایک روایت میں اس طرح منقول ہے: "رَوَىٰ أَبُو هَاشِمٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ: شَكَوْتُ إِلَىٰ أَبِي مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ ضِيقَ الْحَبْسِ وَ شِدَّةَ الْقَيْدِ فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنْتَ تُصَلِّي الظُّهْرَ فِي مَنْزِلِكَ فَأُخْرِجْتُ عَنِ السِّجْنِ وَقْتَ الظُّهْرِ فَصَلَّيْتُ فِي مَنْزِلِي وَ كُنْتُ مُضَيَّقاً فَأَرَدْتُ أَنْ أَطْلُبَ مِنْهُ مَعُونَةً فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبْتُهُ فَاسْتَحْيَيْتُ فَلَمَّا صِرْتُ إِلَى مَنْزِلِي وَجَّهَ إِلَيَّ بِمِائَةِ دِينَارٍ وَ كَتَبَ إِلَيَّ إِذَا كَانَتْ لَكَ حَاجَةٌ فَلَا تَسْتَحْيِ وَ اُطْلُبْهَا تَأْتِيكَ عَلَى مَا تُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَكَ "ابوہاشم جعفری کہتے ہیں: میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے قید خانہ کی تنگی اور بیڑیوں کی سختی کی شکایت کی توامامؑ نے مجھے خط میں لکھا: تم نمازِ ظہر اپنے گھر میں پڑھوگے۔ چنانچہ ظہر کے وقت مجھے قید سے رہا کر دیا گیا اور میں نے اپنے گھر میں نماز ظہر ادا کی۔ میں مالی تنگی میں مبتلا تھا اور چاہتا تھا کہ خط کے ذریعہ آپؑ سے کچھ مدد طلب کروں، مگر شرم کی وجہ سے نہ لکھ سکا۔ لیکن جب میں اپنے گھر پہنچا

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۲۵۸۔

تو امامؑ نے میرے لئے سو دینار بھیجے اور ایک خط میں یہ بھی لکھا: جب بھی تمہیں کوئی ضرورت ہو تو شرم نہ کیا کرو، بلکہ مانگ لیا کرو، تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق عطا کیا جائے گا۔[1]

مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل نکات نکل کر سامنے آتے ہیں:

(۱)-امام علیہ السلام نے غیب دانی کے ذریعہ ابوہاشم کی مشکل اور دل کی کیفیت کو جان لیا۔

(۲)-امامؑ کی دعا و ارادہ کے نتیجہ میں ان کے صحابی ابوہاشم قید سے رہائی پا گئے۔

(۳)-امامؑ نے ابوہاشم کی مالی پریشانی کو بھی خود ہی حل کر دیا حالانکہ انہوں نے مانگنے میں شرم محسوس کی تھی۔

(۴)-اہل بیتؑ اپنے شیعوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ جب تمہیں حقیقی ضرورت ہو تو مانگنے میں جھجک نہ کرو، کیونکہ ہم سے مانگنا ذلت نہیں بلکہ ولایت و محبت اور تعلقات کے اظہار کا طریقہ ہے۔

ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے: "قَالَ أَبُوْ هَاشِمٍ: مَا دَخَلْتُ قَطُّ عَلَىٰ أَبِي الْحَسَنِ وَ أَبِي مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ إِلاَّ رَأَيْتُ مِنْهُمَا دَلاَلَةً وَ بُرْهَاناً فَدَخَلْتُ عَلَىٰ أَبِي مُحَمَّدٍ وَ أَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَهُ مَا أَصُوغُ بِهِ خَاتَماً أَتَبَرَّكُ بِهِ فَجَلَسْتُ وَ أُنْسِيْتُ مَا جِئْتُ لَهُ فَلَمَّا أَرَدْتُ النُّهُوْضَ رَمَى إِلَيَّ بِخَاتَمٍ وَ قَالَ أَرَدْتَ فِضَّةً فَأَعْطَيْنَاكَ خَاتَماً وَ رَبِحْتَ الْفَصَّ وَ الْكِرَاءَ هَنَّأَكَ اللهُ " ابو ہاشم کہتے ہیں: میں جب بھی امام علی نقی یا امام حسن عسکری علیہما السلام کی خدمت میں

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۲۶۔

حاضر ہوا تو ہمیشہ ان دونوں حضرات سے کوئی نہ کوئی نشانی اور دلیل (امامت کی) ضرور دیکھی۔ ایک مرتبہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، میرا ارادہ یہ تھا کہ میں ان سے پوچھوں کہ کس چیز سے ایک انگھوٹی بنواؤں! تاکہ اس کے ذریعہ برکت حاصل کر سکوں۔ میں بیٹھ گیا لیکن اپنا سوال بھول گیا۔ جب میں اٹھنے لگا تو امام علیہ السلام نے میری طرف ایک انگوٹھی پھینکی اور فرمایا: تم چاندی چاہتے تھے، تو ہم نے تمہیں ایک انگوٹھی دے دی اور ساتھ ہی نگینہ (پتھر) بھی تمہیں نفع میں ملا۔ اللہ تمہیں برکت دے اور تمہارے لئے مبارک قرار دے۔[1]

مذکورہ روایت سے امام حسن عسکری علیہ السلام کا علم غیب اور ان کی کرامت ظاہر ہوتی ہے کہ ابوہاشم نے دل میں سوال سوچا تھا مگر زبان پر نہیں لائے، پھر بھی امام علیہ السلام نے ان کے دل کا ارادہ بیان کر دیا اور سونے پر سہاگہ یہ کہ انہیں انگوٹھی بھی عطا فرمائی۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: "رَوَیٰ أَبُو هَاشِمٍ أَنَّهُ: رَكِبَ أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوماً إِلَى الصَّحْرَاءِ فَرَكِبتُ مَعَهُ فَبَيْنَمَا يَسِيرُ قُدَّامِي وَ أَنَا خَلْفَهُ إِذْ عَرَضَ لِي فِكْرٌ فِي دَيْنٍ كَانَ عَلَيَّ قَدْ حَانَ أَجَلُهُ فَجَعَلتُ أُفَكِّرُ فِي أَيِّ وَجْهٍ قَضَاؤُهُ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَ قَالَ اللهُ يَقْضِيهِ ثُمَّ انْحَنَى عَلَى قَرْبُوسِ سَرْجِهِ فَخَطَّ بِسَوْطِهِ خَطَّةً فِي الْأَرْضِ فَقَالَ يَا أَبَا هَاشِمٍ! اِنْزِلْ فَخُذْ وَ اُكْتُمْ فَنَزَلْتُ وَ إِذَا سَبِيكَةُ ذَهَبٍ قَالَ فَوَضَعْتُهَا فِي خُفِّي وَ سِرْنَا فَعَرَضَ لِيَ الْفِكْرُ فَقُلْتُ إِنْ كَانَ فِيهَا تَمَامُ الدَّيْنِ وَ إِلاَّ فَإِنِّي أُرْضِي صَاحِبَهُ بِهَا وَ يَجِبُ أَنْ نَنْظُرَ فِي

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۲۵۴۔

وَجْهِ نَفَقَةِ الشِّتَاءِ وَ مَا نَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِيْهِ مِنْ كِسْوَةٍ وَ غَيْرِهَا فَالْتَفَتَ إِلَيَّ ثُمَّ انْحَنَى ثَانِيَةً فَخَطَّ بِسَوْطِهِ مِثْلَ الْأُوْلَى ثُمَّ قَالَ: اِنْزِلْ وَ خُذْ وَ اُكْتُمْ قَالَ فَنَزَلْتُ فَإِذَا بِسَبِيْكَةٍ فَجَعَلْتُهَا فِي الْخُفِّ الْآخَرِ وَ سِرْنَا يَسِيراً ثُمَّ اِنْصَرَفَ إِلَى مَنْزِلِهِ وَ اِنْصَرَفْتُ إِلَى مَنْزِلِي فَجَلَسْتُ وَ حَسَبْتُ ذَلِكَ الدَّيْنَ وَ عَرَفْتُ مَبْلَغَهُ ثُمَّ وَزَنْتُ سَبِيْكَةَ الذَّهَبِ فَخَرَجَ بِقِسْطِ ذَلِكَ الدَّيْنِ مَا زَادَتْ وَ لاَ نَقَصَتْ ثُمَّ نَظَرْتُ مَا نَحْتَاجُ إِلَيْهِ لِشَتْوَتِي مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَعَرَفْتُ مَبْلَغَهُ الَّذِيْ لَمْ يَكُنْ بُدٌّ مِنْهُ عَلَى الاِقْتِصَادِ بِلَا تَقْتِيرٍ وَ لَا إِسْرَافٍ ثُمَّ وَزَنْتُ سَبِيكَةَ الْفِضَّةِ فَخَرَجَتْ عَلَى مَا قَدَّرْتُهُ مَا زَادَتْ وَ لاَ نَقَصَتْ" ابو ہاشم کہتے ہیں: ایک دن امام حسن عسکری علیہ السلام صحراء کی طرف نکلے، میں بھی آپؑ کے ساتھ سوار ہوا۔ آپؑ میرے آگے جارہے تھے اور میں پیچھے تھا کہ اچانک مجھے ایک قرض یاد آیا جس کی ادائیگی کا وقت آچکا تھا۔ میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ کس طرح اس قرض کو ادا کروں گا!۔ اسی دوران امام علیہ السلام نے پلٹ کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ! اسے ادا کردے گا۔ پھر آپؑ نے زین کے آگے جھک کر اپنی کوڑے سے زمین پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: اے ابوہاشم! اتر کر اٹھالو اور چھپائے رکھو۔ میں نیچے اترا تو دیکھا کہ ایک سونے کا ٹکڑا ہے۔ میں نے اسے اپنے جوتے میں چھپالیا اور ہم آگے چلنے لگے۔ پھر میرے دل میں خیال آیا: اگر یہ اتنی ہوئی کہ میرا قرض پورا ہوجائے تو بہتر، ورنہ میں قرض خواہ کو اسی سے راضی کرلوں گا۔ اس کے بعد ہمیں سردیوں کے اخراجات کے بارے میں بھی سوچنا ہے، کپڑوں اور دوسری ضروریات کے لئے کچھ انتظام کرنا ہوگا۔

امامؑ نے دوبارہ میری طرف دیکھا اور پھر زین پر جھک کر کوڑے سے ویسی ہی ایک لکیر کھینچی جیسے پہلی مرتبہ کھینچی تھی اور فرمایا: اتر کر اٹھالو اور چھپائے رکھو۔" میں نیچے اترا تو دیکھا کہ ایک چاندی کا ٹکڑا ہے۔ میں نے اسے اپنے دوسرے جوتے میں چھپالیا۔ ہم تھوڑی دیر چلے پھر آپؑ اپنے گھر واپس لوٹ گئے اور میں اپنے گھر آگیا۔

جب میں گھر بیٹھا تو سب سے پہلے قرض کا حساب کیا اور اس کی مقدار معلوم کی۔ اس کے بعد میں نے سونے کا ٹکڑا تولا تو وہ بالکل اتنا ہی نکلا جتنا میرے اوپر قرض تھا، نہ تو رتّی بھر زیادہ نہ کم۔ پھر میں نے سردیوں کے لئے اپنی ضروریات (کپڑے وغیرہ) کی مقدار کا میانہ روی کے ساتھ حساب لگایا، اس کے بعد میں نے چاندی کا ٹکڑا تولا تو وہ بھی بالکل اتنا ہی نکلا جتنا میں نے اپنی ضرورت کے لئے اندازہ لگایا تھا، نہ تو زیادہ نہ کم۔[1]

مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل نکات حاصل کئے جاسکتے ہیں:

(۱)- امام وقتؑ غیب سے آگاہ ہوتا ہے اور شیعہ کے دل کی بات کو جانتا ہے۔

(۲)- اللہ کی قدرت کے ذریعہ امامؑ نے ابوہاشم کے قرض اور ضروریات کی کفالت کا سامان کیا۔

(۳)- مقدار بالکل برابر ہونا اس بات کی کرامت ہے کہ اللہ کی عطا نہ زیادہ تھی نہ کم، بلکہ بالکل بقدرِ ضرورت تھی۔

---

[1]- الخرائج والجرائح، ابن شہر آشوب۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کے حالات

آپؑ کے والد کا نام امام علی نقی علیہ السلام اور والدہ کا نام جناب حدیثہ خاتون تھا؛ امام حسن عسکری علیہ السلام ۱۱ ربیع الثّانی ۲۳۲ ہجری مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، آٹھ ربیع الاوّل ۲۶۰ ہجری میں شہادت واقع ہوئی، آپ کی کل عمر ۲۸ سال دو مہینے ہوئی، متوکل عباسی جو ہمیشہ سے آل محمد کا دشمن رہا اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے والد بزرگوار امام علی نقی علیہ السلام کو بالجبر ۲۳۶ ہجری میں مدینہ سے سامراء بلایا، آپؑ ہی کے ہمراہ امام حسن عسکری علیہ السلام بھی چل پڑے، اس وقت آپؑ کی عمر چار سال چند مہینے کی تھی۔

اپنے خادم ابو الدیان کو امامؑ نے خبردار کیا کہ جب تم ۱۵ دن کے بعد پلٹو گے تو میرے گھر سے رونے کی آواز بلند ہو رہی ہوگی، امام کو معتمد عباسی نے زہر دلوایا اور آپ آٹھ ربیع الاوّل ۲۶۰ ہجری یوم جمعہ وقت نماز صبح اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

ابن شہر آشوب، الخرائج والجرائح میں ایک روایت اس طرح نقل کرتے ہیں: "رُوِیَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ سَابُورَ قَالَ: قُحِطَ النَّاسُ بِسُرَّ مَنْ رَأَى فِي زَمَنِ الْحَسَنِ الْأَخِيرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَمَرَ الْخَلِيفَةُ الْحَاجِبَ وَ أَهْلَ الْمَمْلَكَةِ أَنْ يَخْرُجُوا إِلَى الِاسْتِسْقَاءِ فَخَرَجُوا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَوَالِيَةٍ إِلَى الْمُصَلَّى وَ يَدْعُونَ فَمَا سُقُوا فَخَرَجَ الْجَاثَلِيقُ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ إِلَى الصَّحْرَاءِ وَ مَعَهُ النَّصَارَى وَ الرُّهْبَانُ وَ كَانَ فِيهِمْ رَاهِبٌ فَلَمَّا مَدَّ يَدَهُ هَطَلَتِ السَّمَاءُ بِالْمَطَرِ فَشَكَّ أَكْثَرُ النَّاسِ وَ تَعَجَّبُوا وَ صَبَوْا إِلَى دِينِ النَّصْرَانِيَّةِ فَأَنْفَذَ الْخَلِيفَةُ إِلَى الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كَانَ مَحْبُوساً فَاسْتَخْرَجَهُ مِنْ مَحْبَسِهِ وَ قَالَ الْحَقْ أُمَّةَ جَدِّكَ فَقَدْ هَلَكَتْ فَقَالَ إِنِّي خَارِجٌ فِي الْغَدِ وَ مُزِيلُ الشَّكِّ إِنْ شَاءَ

اللهُ تَعَالَىٰ فَخَرَجَ الْجَاثَلِيقُ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ وَالرُّهْبَانُ مَعَهُ وَخَرَجَ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا بَصُرَ بِالرَّاهِبِ وَ قَدْ مَدَّ يَدَهُ أَمَرَ بَعْضَ مَمَالِيكِهِ أَنْ يَقْبِضَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَىٰ وَيَأْخُذَ مَا بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ فَفَعَلَ وَ أَخَذَ مِنْ بَيْنِ سَبَّابَتَيْهِ عَظْماً أَسْوَدَ فَأَخَذَهُ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لَهُ اِسْتَسْقِ الْآنَ فَاسْتَسْقَىٰ وَ كَانَ السَّمَاءُ مُتَغَيِّماً فَتَقَشَّعَتْ وَ طَلَعَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ فَقَالَ الْخَلِيفَةُ مَا هَذَا الْعَظْمُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! قَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: هَذَا رَجُلٌ مَرَّ بِقَبْرِ نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَوَقَعَ إِلَى يَدِهِ هَذَا الْعَظْمُ وَمَا كُشِفَ مِنْ عَظْمِ نَبِيٍّ إِلاَّ وَهَطَلَتِ السَّمَاءُ بِالْمَطَرِ "علی بن الحسن بن سابور سے روایت ہے: سامرہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں قحط پڑ گیا۔ خلیفہ نے اپنے درباریوں اور دربانوں کو حکم دیا کہ سب لوگ نمازِ استسقاء (بارش کی دعا) کے لئے نکلیں۔ وہ لوگ تین دن لگاتار مصلّیٰ پر گئے اور دعا کی لیکن بارش نہ ہوئی۔

چوتھے دن جاثلیق (عیسائی عالم) اپنے راہبوں اور عیسائیوں کے ہمراہ صحرا میں نکلا۔ ان میں ایک راہب تھا، جیسے ہی اس نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا تو بارش موسلا دھار برسنے لگی۔ لوگ بہت زیادہ حیران ہو گئے، شک میں پڑ گئے اور بعض لوگ عیسائی مذہب کی طرف مائل ہو گئے!۔

یہ خبر خلیفہ کو پہنچی تو اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس (جو اس وقت قید میں تھے) پیغام بھیجا اور انہیں قید سے نکلوایا۔ اس نے کہا: "اے ابا محمد! اپنی جد کی امت کو بچاؤ، یہ تو ہلاک ہو چکی ہے"۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: "میں کل نکلوں گا اور ان شاء اللہ اس شک و شبہ کو دور کر دوں گا۔

تیسرے دن جاثلیق پھر اپنے راہبوں کے ساتھ آیا اور امام حسن عسکری علیہ السلام بھی اپنے چند اصحاب کے ساتھ نکلے۔ جب آپؑ نے اس راہب کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا رہا ہے تو آپؑ نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لے اور جو چیز اس کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہے، اسے نکال لے۔ غلام نے ایسا ہی کیا اور اس کے درمیان سے ایک سیاہ ہڈی نکالی۔ امام علیہ السلام نے وہ ہڈی اپنے ہاتھ میں لے لی اور پھر راہب سے کہا: اب دعا مانگ کر بارش کراؤ۔

راہب نے دعا کی، آسمان بادلوں سے گھرا ہوا تھا لیکن اسی وقت بادل چھنٹ گئے اور سورج روشن ہوگیا۔ خلیفہ نے پوچھا: "اے ابا محمد! یہ ہڈی کیسی ہے؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: "یہ ہڈی ہے کسی شخص کے ہاتھ لگی گئی تھی جو کسی نبی کی قبر کے پاس سے گزرا تھا۔ جب بھی کسی نبی کی ہڈی ظاہر ہوتی ہے تو آسمان سے بارش برسنے لگتی ہے۔[1]

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے نہ صرف عیسائی راہب کے معجزہ نما عمل کا راز کھولا بلکہ امت محمدی کو فتنہ اور گمراہی سے بھی بچالیا۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب "المناقب" میں ایک روایت اس طرح سے نقل کرتے ہیں: " أَبُو هَاشِمٍ الْجَعْفَرِيُّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: دَعَانِي سَيِّدِي أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَفَعَ إِلَيَّ خَشَبَةً كَأَنَّهَا رِجْلُ بَابٍ مُدَوَّرَةٍ طَوِيلَةٍ مِلْءَ الْكَفِّ فَقَالَ صِرْ بِهَذِهِ الْخَشَبَةِ إِلَى الْعَمْرِيِّ فَمَضَيْتُ فَلَمَّا صِرْتُ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ عَرَضَ لِي سَقَّاءٌ مَعَهُ بَغْلٌ فَزَاحَمَنِي الْبَغْلُ عَلَى الطَّرِيقِ

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۲۷۰۔

فَنَادَانِي السَّقَّاءُ صُحّ عَلَى الْبَغْلِ فَرَفَعْتُ الْخَشَبَةَ الَّتِي كَانَتْ مَعِي فَضَرَبْتُ بِهَا الْبَغْلَ فَانْشَقَّتْ فَنَظَرْتُ إِلَى كَسْرِهَا فَإِذَا فِيهَا كُتُبٌ فَبَادَرْتُ سَرِيعاً فَرَدَدْتُ الْخَشَبَةَ إِلَى كُمِّي فَجَعَلَ السَّقَّاءُ يُنَادِينِي وَ يَشْتِمُنِي وَ يَشْتِمُ صَاحِبِي فَلَمَّا دَنَوْتُ مِنَ الدَّارِ رَاجِعاً اِسْتَقْبَلَنِي عِيسَى الْخَادِمُ عِنْدَ الْبَابِ الثَّانِي فَقَالَ يَقُولُ لَكَ مَوْلَايَ أَعَزَّهُ اللهُ لِمَ ضَرَبْتَ الْبَغْلَ وَ كَسَرْتَ رِجْلَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَهُ يَا سَيِّدِي لَمْ أَعْلَمْ مَا فِي رِجْلِ الْبَابِ فَقَالَ وَلِمَ احْتَجْتَ أَنْ تَعْمَلَ عَمَلاً تَحْتَاجُ أَنْ تَعْتَذِرَ مِنْهُ إِيَّاكَ بَعْدَهَا أَنْ تَعُودَ إِلَى مِثْلِهَا وَ إِذَا سَمِعْتَ لَنَا شَاتِماً فَامْضِ لِسَبِيلِكَ الَّتِي أُمِرْتَ بِهَا وَ إِيَّاكَ أَنْ تُجَاوِبَ مَنْ يَشْتِمُنَا أَوْ تُعَرِّفَهُ مَنْ أَنْتَ فَإِنَّا بِبَلَدِ سَوْءٍ وَ مِصْرِ سَوْءٍ وَامْضِ فِي طَرِيقِكَ فَإِنَّ أَخْبَارَكَ وَ أَحْوَالَكَ تُرَدُّ إِلَيْنَا فَاعْلَمْ ذَلِكَ "

ابوہاشم جعفری، داؤدابن اسود سے روایت کرتے ہیں: داؤد بن اسود کہتے ہیں: میرے مولا امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے بلایا اور ایک لکڑی دی جو دروازہ کے پائیدان جیسی ایک ہاتھ برابر لمبی اور گول تھی۔ آپؑ نے فرمایا: اس لکڑی کو لے جاؤ اور اسے عمری (عثمان بن سعید العمری، نائب خاص امام زمانہؑ) کے پاس پہنچا دو، میں اسے لیکر روانہ ہوگیا۔ راستہ میں ایک سقّاء (پانی لانے والا) اپنے خچر کے ساتھ مجھ سے آکر ملا۔ خچر نے مجھے تنگ کیا، سقّاء نے کہا: خچر پر مارو تاکہ وہ راستہ سے ہٹ جائے! میں نے وہ لکڑی جو میرے پاس تھی، خچر پر مار دی۔ اچانک لکڑی پھٹ گئی اور میں نے دیکھا کہ اس کے اندر خطوط (امام کے خطوط) رکھے ہوئے تھے۔ میں فوراً گھبرا گیا اور جلدی سے لکڑی کے ٹکڑے سمیٹ کر اپنی آستین میں چھپا لئے۔ سقّاء مجھے گالیاں دینے لگا اور میرے مولا کو بھی برا بھلا کہنے لگا۔

جب میں واپس آیا اور امامؑ کے گھر کے قریب پہنچا تو دوسرے دروازہ پر مجھے عیسیٰ خادم ملا۔ اس نے کہا: میرے مولا (امام عسکریؑ) تم سے فرماتے ہیں: تم نے خچر کو کیوں مارا اور لکڑی کیوں توڑ دی؟۔

میں نے عرض کی: اے میرے سید! مجھے علم نہیں تھا کہ لکڑی کے اندر خطوط ہیں۔ امامؑ نے فرمایا: تم نے ایسی حرکت ہی کیوں کی جس پر بعد میں عذر پیش کرنا پڑے؟۔ خبردار! آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا۔

جب تم ہمارے دشمن کی گالی سنو تو اپنے راستہ پر چلے جاؤ، نہ اسے جواب دو اور نہ یہ ظاہر کرو کہ تم کون ہو۔ ہم ایک برے شہر اور برے لوگوں کے درمیان زندگی گزار رہے ہیں۔ تم اپنے کام پر لگے رہو، کیونکہ تمہاری خبریں اور احوال ہم تک پہنچتے رہتے ہیں، یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔

مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل نکات حاصل ہوتے ہیں:

(۱)- امامؑ نے اپنے خطوط کو لکڑی کے اندر چھپایا تاکہ حکومتی نگرانی اور دشمنوں کی نظر سے محفوظ رہیں۔

(۲)- داؤد کی ایک بے احتیاطی سے چھپے ہوئے خطوط ظاہر ہو گئے، جس پر امامؑ نے سخت تنبیہ فرمائی۔

(۳)- امامؑ نے اپنے شیعہ کو ہدایت دی کہ دشمن کی گالی یا ایذا کا جواب نہ دو۔

(۴)- اپنی شناخت کو چھپاؤ۔ ہم ایک خطرناک اور فاسد ماحول میں رہتے ہیں، لہٰذا احتیاط لازم ہے۔

(۵)-امامؑ ہمارے کارناموں اور ہماری مشکلات سے باخبر رہتے ہیں۔اس بات سے اشارہ ہے امامؑ کے علم غیب جاننے اور شیعوں کے حالات پر براہِ راست نظر رکھنے کی طرف۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ امام حسن عسکریؑ کے دور میں حالات کس قدر سخت تھے اور آپؑ اپنے شیعہ کو مخفی رہنے، تقیہ کرنے اور صبر کرنے کی عملی تربیت دے رہے تھے۔

ایک روایت اس انداز سے نقل ہوئی ہے: "وَعَنْ أَبِي هَاشِمٍ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ بَعْضُ مَوَالِيهِ يَسْأَلُهُ أَنْ يُعَلِّمَهُ دُعَاءً فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنِ ادْعُ بِهَذِهِ الدُّعَاءِ يَا أَسْمَعَ السَّامِعِينَ وَيَا أَبْصَرَ الْمُبْصِرِينَ يَا عِزَّ النَّاظِرِينَ وَيَا أَسْرَعَ الْحَاسِبِينَ وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَيَا أَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَأَوْسِعْ لِي فِي رِزْقِي وَمُدَّ لِي فِي عُمُرِي وَامْنُنْ عَلَيَّ بِرَحْمَتِكَ وَاجْعَلْنِي مِمَّنْ تَنْتَصِرُ بِهِ لِدِينِكَ وَلاَ تَسْتَبْدِلْ بِي غَيْرِي قَالَ أَبُو هَاشِمٍ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي اَللَّهُمَّ اجْعَلْنِي فِي حِزْبِكَ وَفِي زُمْرَتِكَ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقَالَ أَنْتَ فِي حِزْبِهِ وَفِي زُمْرَتِهِ إِذْ كُنْتَ بِاللهِ مُؤْمِناً وَلِرَسُولِهِ مُصَدِّقاً وَلِأَوْلِيَائِهِ عَارِفاً وَلَهُمْ تَابِعاً فَأَبْشِرْ ثُمَّ أَبْشِرْ "ابوہاشم کہتے ہیں: آپؑ کے بعض شیعوں نے خط لکھا جس میں دعا سیکھنے کی درخواست کی ہے امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں یہ دعا لکھ بھیجی: اے سننے والوں میں سب سے زیادہ سننے والے! اے دیکھنے والوں میں سب سے زیادہ دیکھنے والے! اے نظر رکھنے والوں میں سب سے زیادہ عزت والے! اے سب سے زیادہ جلدی حساب لینے والے!۔

اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے رحم کرنے والوں میں! اے سب سے زیادہ حکمت والے حاکموں میں!

محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور میرے رزق کو کشادہ فرما، میری عمر کو دراز کر، اپنی رحمت سے مجھ پر احسان فرما، مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن کے ذریعہ تو اپنے دین کی مدد کرتا ہے، اور مجھے کسی دوسرے سے بدل نہ دے۔

ابو ہاشم کہتے ہیں: میں نے دل میں یہ دعا بھی کی: اے اللہ! مجھے اپنے حزب اور گروہ میں شامل فرما۔ اسی وقت امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم اللہ کے حزب اور اس کی جماعت میں ہو، جب تک تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اس کے رسول کی تصدیق کرتے ہو، اس کے اولیاء کو پہچانتے ہو اور ان کی پیروی کرتے ہو۔ پس خوش ہو جاؤ، پھر خوش ہو جاؤ۔[1]

مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل نکات حاصل کئے جاسکتے ہیں:

(۱)۔امام عسکریؑ نے اپنے شیعوں کو ایک جامع دعا سکھائی جس میں اللہ کی صفاتِ کمال (سمع، بصر، عزت، حساب، رحمت اور حکمت) کا ذکر ہے۔ دنیاوی (رزق و عمر) اور اخروی (دین کی نصرت، اللہ کے لشکر میں شامل ہونا) وغیرہ جیسے مقاصد جمع ہیں۔

(۲)۔ابو ہاشم کے دل کے اندر کے کلمات امامؑ نے ظاہر فرما دیئے، یہ امام کے علمِ غیب کی نشانی ہے۔

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۹۸۔

(۳)- امامؑ نے واضح کیا کہ "حزب اللہ" میں شامل ہونا صرف اس وقت ممکن ہے کہ جب اللہ پر ایمان ہو، رسولؐ کی تصدیق ہو، اولیاء (اہل بیتؑ) کی معرفت و اطاعت ہو۔

(۴)- امامؑ نے دو مرتبہ فرمایا: خوش ہو جاؤ، پھر خوش ہو جاؤ یعنی یہ بہت بڑی بشارت ہے کہ تم اللہ کی جماعت میں شامل ہو۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب الخرائج و الجرائح میں اس طرح نقل کرتے ہیں: " رُوِیَ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ الْحَارِثِ الْقَزْوِينِيِّ قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي بِسُرَّ مَنْ رَأَى وَ كَانَ أَبِي يَتَعَاطَى الْبَيْطَرَةَ فِي مَرْبِطِ أَبِي مُحَمَّدٍ وَ كَانَ عِنْدَ الْمُسْتَعِينِ بَغْلٌ لَمْ يُرَ مِثْلُهُ حُسْناً وَ كِبْراً وَ كَانَ يَمْنَعُ ظَهْرَهُ وَ اللِّجَامَ وَ جَمَعَ الرُّوَّاضَ فَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ حِيلَةٌ فِي رُكُوبِهِ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ نُدَمَائِهِ أَ لَا تَبْعَثُ إِلَى الْحَسَنِ ابْنِ الرِّضَا حَتَّى يَجِيءَ فَإِمَّا أَنْ يَرْكَبَهُ وَ إِمَّا يَقْتُلَهُ فَبَعَثَ إِلَى أَبِي مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ مَضَى مَعَهُ أَبِي فَلَمَّا دَخَلَ الدَّارَ نَظَرَ أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْبَغْلِ وَاقِفاً فِي صَحْنِ الدَّارِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى كَتِفِهِ فَعَرِقَ الْبَغْلُ ثُمَّ صَارَ إِلَى الْمُسْتَعِينِ فَرَحَّبَ بِهِ وَ قَالَ أَلْجِمْ هَذَا الْبَغْلَ فَقَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَبِي أَلْجِمْهُ فَقَالَ الْمُسْتَعِينُ أَلْجِمْهُ أَنْتَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ فَقَامَ أَبُو مُحَمَّدٍ فَوَضَعَ طَيْلَسَانَهُ فَأَلْجَمَهُ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مَجْلِسِهِ فَقَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَسْرِجْهُ فَقَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ لِأَبِي أَسْرِجْهُ فَقَالَ الْمُسْتَعِينُ أَسْرِجْهُ أَنْتَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ فَقَامَ أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَانِيَةً فَأَسْرَجَهُ وَ رَجَعَ فَقَالَ تَرَى أَنْ تَرْكَبَهُ قَالَ نَعَمْ فَرَكِبَهُ أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَمْتَنِعَ عَلَيْهِ ثُمَّ رَكَضَهُ فِي الدَّارِ ثُمَّ حَمَلَهُ عَلَى الْهَمْلَجَةِ فَمَشَى أَحْسَنَ مَشْيٍ ثُمَّ نَزَلَ فَرَجَعَ

إِلَيۡهِ فَقَالَ الۡمُسۡتَعِينُ قَدۡ حَمَلَكَ عَلَيۡهِ أَمِيرُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ فَقَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ لِأَبِي خُذۡهُ فَأَخَذَهُ وَقَادَهُ "احمد بن حارث قزوینی روایت کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ سامرہ میں تھا۔ میرے والد گھوڑوں اور خچروں کا علاج کرتے تھے اور امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کے اصطبل میں بھی کام کرتے تھے۔ مستعین (عباسی خلیفہ) کے پاس ایک خچر تھا، وہ اتنا خوبصورت تھا کہ اس جیسا خوبصورت اور قوی خچر کبھی نہیں دیکھا گیا لیکن وہ اپنی پیٹھ پر کسی کو سوار نہیں ہونے دیتا تھا، نہ ہی لگام قبول کرتا تھا۔ مستعین نے ماہر گھڑ سواروں کو جمع کیا لیکن ان میں سے کوئی بھی اس پر قابو نہ پاسکا۔ اس کے ایک درباری نے کہا: "کیا بہتر نہیں کہ آپ حسن بن الرضا (امام حسن عسکری علیہ السلام) کو بلائیں تاکہ وہ آئیں؟ یا تو وہ اس پر سوار ہو جائیں گے یا پھر یہ خچر انہیں مار ڈالے گا!۔

چنانچہ مستعین نے امام ابو محمد علیہ السلام کو بلایا۔ میرے والد بھی ان کے ساتھ گئے۔ جب امام علیہ السلام دار الخلافہ میں داخل ہوئے تو آپؑ نے خچر کو صحن میں کھڑا دیکھا۔ آپؑ نے اپنا دستِ مبارک اس کے کندھے پر رکھا تو وہ پسینہ سے شرابور ہو گیا (یعنی فوراً امام کا مطیع ہو گیا)۔

پھر امام مستعین کے پاس گئے۔ مستعین نے احترام سے کہا: "اے ابا محمد! اس خچر کو لگام ڈال دیجیے۔ امام علیہ السلام نے میرے والد سے کہا: تم لگام ڈال دو۔ لیکن مستعین نے کہا: نہیں، آپ خود لگام ڈالیں، اے ابا محمد۔ امام علیہ السلام نے اپنی ردا کو اتاری، خود اپنے ہاتھوں سے لگام ڈالی اور پھر اپنی جگہ واپس آ گئے۔

مستعین نے کہا: "اب اس پر زین بھی ڈال دیجئے۔ امام علیہ السلام نے میرے والد سے کہا: تم زین کس دو۔ لیکن مستعین نے پھر کہا: نہیں، آپ ہی زین کسیں۔ امام علیہ السلام اٹھے، خود اس پر زین کسی اور پھر اپنی نشست پر واپس آ گئے۔ پھر مستعین نے کہا: کیا آپ اس پر سوار ہونا پسند فرمائیں گے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں بالکل! چنانچہ آپؑ اس خچر پر سوار ہو گئے اور وہ بالکل بھی رکاوٹ نہ بنا۔ آپؑ نے اسے صحن میں دوڑایا اور خوبصورت انداز میں چلایا۔ پھر آپؑ نیچے اتر آئے۔

اس پر مستعین نے کہا: "اے ابا محمد! یہ خچر اب سے آپؑ کا ہے۔ امیر المؤمنین نے آپ کو یہ سواری بخش دی ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے والد سے فرمایا: اسے لے لو۔ چنانچہ میرے والد نے اس خچر کو پکڑا اور ساتھ لے گئے۔[1]

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو اللہ کی جانب سے ایسا رعب اور وقار عطا کیا گیا تھا کہ ایک سرکش جانور بھی آپؑ کا ہاتھ مس ہونے سے مطیع و فرمانبردار ہو جاتا تھا۔

❁❁❁

[1]۔ بحار الانوار، اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام، ج ۵۰، ص ۲۶۵۔

﴿امام حسن عسکریؑ کی عظمت﴾

(عباسی دربار میں جلالت اور شہادت)

کمال الدین و تمام النعمۃ نامی کتاب میں ایک روایت اس طرح منقول ہے: " أَبِيْ وَ اِبْنُ الْوَلِيْدِ مَعاً عَنْ سَعْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْ حَضَرَ مَوْتَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيِّ وَ دَفْنَهُ مِمَّنْ لاَ يُوقَفُ عَلَى إِحْصَاءِ عَدَدِهِمْ وَ لاَ يَجُوزُ عَلَى مِثْلِهِمُ التَّوَاطُؤُ بِالْكَذِبِ وَ بَعْدُ فَقَدْ حَضَرْنَا فِي شَعْبَانَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَ سَبْعِينَ وَ مِائَتَيْنِ وَ ذَلِكَ بَعْدَ مُضِيِّ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْعَسْكَرِيِّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً أَوْ أَكْثَرَ مَجْلِسَ أَحْمَدَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ خَاقَانَ وَ هُوَ عَامِلُ السُّلْطَانِ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْخَرَاجِ وَ الضِّيَاعِ بِكُورَةِ قُمَّ وَ كَانَ مِنْ أَنْصَبِ خَلْقِ اللهِ وَ أَشَدِّهِمْ عَدَاوَةً لَهُمْ فَجَرَى ذِكْرُ الْمُقِيمِينَ مِنْ آلِ أَبِي طَالِبٍ بِسُرَّ مَنْ رَأَى وَ مَذَاهِبِهِمْ وَ صَلاَحِهِمْ وَ أَقْدَارِهِمْ عِنْدَ السُّلْطَانِ فَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ مَا رَأَيْتُ وَ لاَ عَرَفْتُ بِسُرَّ مَنْ رَأَى رَجُلاً مِنَ الْعَلَوِيَّةِ مِثْلَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الرِّضَا وَ لاَ سَمِعْتُ بِهِ فِي هَدْيِهِ وَ سُكُونِهِ وَ عَفَافِهِ وَ نُبْلِهِ وَ كَرَمِهِ عِنْدَ أَهْلِ بَيْتِهِ وَ السُّلْطَانِ وَ جَمِيعِ بَنِي هَاشِمٍ وَ تَقْدِيمِهِمْ إِيَّاهُ عَلَى ذَوِي السِّنِّ مِنْهُمْ وَ الْخَطَرِ وَ كَذَلِكَ الْقُوَّادُ وَ الْوُزَرَاءُ وَ الْكُتَّابُ وَ عَوَامُّ النَّاسِ وَ إِنِّي كُنْتُ قَائِماً ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى رَأْسِ أَبِي وَ هُوَ يَوْمُ مَجْلِسِهِ لِلنَّاسِ إِذْ دَخَلَ عَلَيْهِ حُجَّابُهُ فَقَالُوا لَهُ اِبْنُ الرِّضَا عَلَى الْبَابِ فَقَالَ بِصَوْتٍ عَالٍ اِئْذَنُوا لَهُ فَدَخَلَ

رَجُلٌ أَسْمَرُ أَعْيَنُ حَسَنُ الْقَامَةِ جَمِيلُ الْوَجْهِ جَيِّدُ الْبَدَنِ حَدَثُ السِّنِّ لَهُ جَلَالَةٌ وَ هَيْبَةٌ فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهِ أَبِي قَامَ فَمَشَى إِلَيْهِ خُطُوَاتٍ وَلَا أَعْلَمُهُ فَعَلَ هَذَا بِأَحَدٍ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَ لَا بِالْقُوَّادِ وَ لَا بِأَوْلِيَاءِ الْعَهْدِ فَلَمَّا دَنَا مِنْهُ عَانَقَهُ وَ قَبَّلَ وَجْهَهُ وَ مَنْكِبَيْهِ وَ أَخَذَ بِيَدِهِ وَ أَجْلَسَهُ عَلَى مُصَلَّاهُ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ وَ جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ مُقْبِلاً عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ وَ جَعَلَ يُكَلِّمُهُ وَ يُكَنِّيهِ وَ يَفْدِيهِ بِنَفْسِهِ وَ أَبَوَيْهِ وَ أَنَا مُتَعَجِّبٌ مِمَّا أَرَى مِنْهُ إِذْ دَخَلَ عَلَيْهِ الْحُجَّابُ فَقَالُوا الْمُوَفَّقُ قَدْ جَاءَ وَ كَانَ الْمُوَفَّقُ إِذَا جَاءَ وَ دَخَلَ عَلَى أَبِي تَقَدَّمَ حُجَّابُهُ وَ خَاصَّةُ قُوَّادِهِ فَقَامُوا بَيْنَ مَجْلِسِ أَبِي وَ بَيْنَ بَابِ الدَّارِ سِمَاطَيْنِ إِلَى أَنْ يَدْخُلَ وَ يَخْرُجَ فَلَمْ يَزَلْ أَبِي مُقْبِلاً عَلَيْهِ يُحَدِّثُهُ حَتَّى نَظَرَ إِلَى غِلْمَانِ الْخَاصَّةِ فَقَالَ حِينَئِذٍ إِذَا شِئْتَ فَقُمْ جَعَلَنِيَ اللهُ فِدَاكَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ثُمَّ قَالَ لِغِلْمَانِهِ خُذُوا بِهِ خَلْفَ السِّمَاطَيْنِ لِئَلَّا يَرَاهُ الْأَمِيرُ يَعْنِي الْمُوَفَّقَ وَ قَامَ أَبِي فَعَانَقَهُ وَ قَبَّلَ وَجْهَهُ وَ مَضَى فَقُلْتُ لِحُجَّابِ أَبِي وَ غِلْمَانِهِ وَيْلَكُمْ مَنْ هَذَا الَّذِي فَعَلَ بِهِ أَبِي هَذَا الَّذِي فَعَلَ فَقَالُوا هَذَا رَجُلٌ مِنَ الْعَلَوِيَّةِ يُقَالُ لَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُعْرَفُ بِابْنِ الرِّضَا" سعد بن عبداللہ کہتے ہیں: ہم سے اُن لوگوں نے روایت کی ہے جو امام حسن بن علی بن محمد عسکری علیہ السلام کی وفات اور تدفین کے وقت موجود تھے۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ شمار ممکن نہ تھا اور ایسے افراد پر جھوٹ پر اتفاق کرنا جائز نہیں۔ اس کے بعد سعد کہتے ہیں: ہم (بعد میں) شعبان ۲۷۸ ہجری میں احمد بن عبیداللہ بن خاقان کی مجلس میں موجود تھے (یہ اُس وقت کا حکومتی عامل تھا جو قم کے خراج اور جاگیروں کا ذمہ دار تھا، اور اہلِ بیت علیہم

السلام کا سخت ترین دشمن مانا جاتا تھا)۔ وہاں آلِ ابی طالب میں سے جو لوگ سامرہ میں مقیم تھے، ان کے مذہب، ان کی نیکی، اور ان کے مقام و مرتبہ کا ذکر چھڑ گیا۔

تو احمد بن عبید اللہ بن خاقان نے کہا: میں نے سامرہ میں کبھی بھی آلِ علوی میں سے کسی شخص کو حسن بن علی بن محمد بن رضا علیہ السلام جیسا نہیں دیکھا، نہ ہی اُس کی مانند کسی کے بارے میں سنا۔ اُس کے اخلاق، سکون، عفت، بزرگی اور شرافت میں کوئی اس کا ہمسر نہ تھا۔ اُس کے اہلِ بیت کے نزدیک، حکومت کے نزدیک، بنوہاشم کے سبھی افراد کے نزدیک وہ سب سے برتر اور مقدم تھا، حتیٰ کہ بڑے بوڑھوں پر بھی اسے فوقیت دی جاتی۔ اسی طرح لشکر، وزراء، کاتبین اور عام لوگ سب اس کی عظمت کے معترف تھے۔ پھر کہا: ایک دن میں اپنے والد کے ساتھ اس کی مجلس میں کھڑا تھا کہ دربانوں نے آکر کہا: ابن الرضا (یعنی امام حسن عسکری علیہ السلام) دروازہ پر ہیں۔ میرے والد نے بلند آواز سے کہا: انہیں اندر آنے دو۔

پھر ایک شخص اندر آیا، رنگ گندمی، بڑی آنکھوں والا، خوش قامت، وجیہہ اور قوی بدن والا، جوان مگر رعب و جلال سے بھرپور۔ جب میرے والد نے ان کو دیکھا تو فوراً کھڑے ہو گئے اور چند قدم ان کی طرف بڑھے۔ میں نے اپنے والد کو کبھی کسی بنی ہاشم، سردار، یا ولیِ عہد کے لئے ایسا کرتے نہیں دیکھا تھا۔ پھر والد نے امام کا استقبال کیا، انہیں گلے لگایا، ان کے چہرے اور کندھوں کو بوسہ دیا، ان کا ہاتھ پکڑا اور اپنے مصلّٰی پر بٹھا دیا۔ خود ان کے پہلو میں بیٹھے، ان کی طرف رُخ کر کے باتیں کرتے رہے، انہیں کنیت سے پکارتے اور اپنی جان اور والدین کی قربانی پیش کرتے۔

میں ان سب کو دیکھ کر سخت حیران تھا کہ اسی وقت دربانوں نے خبر دی: الموفّق (عباسی خلیفہ کا بھائی) آرہا ہے۔ جب وہ آتا تو اس کے درباری اور لشکری مجلس کے دروازہ سے لے کر صدر تک دو صفوں میں کھڑے ہو جاتے۔ لیکن میرے والد اسی دوران امام حسن عسکری علیہ السلام سے باتیں کرتے رہے، اور جب وقت قریب آیا تو کہا: اب آپ جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں، اللہ آپ کو سلامت رکھے، اے ابو محمد! پھر اپنے غلاموں سے کہا: انہیں دونوں صفوں کے پیچھے سے نکال کر لے جاؤ تاکہ امیر (الموفّق) انہیں نہ دیکھے۔ والد پھر امام سے لپٹے اور ان کے چہرے کو بوسہ دیا اور روانہ کیا۔

میں نے اپنے والد کے دربانوں اور غلاموں سے پوچھا: افسوس! یہ کون ہیں جن کے ساتھ میرے والد نے ایسا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا: یہ علوی ہیں، حسن بن علی، جو ابن الرضا کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

"فَازْدَدْتُ تَعَجُّباً فَلَمْ أَزَلْ يَوْمِي ذَلِكَ قَلِقاً مُتَفَكِّراً فِي أَمْرِهِ وَ أَمْرِ أَبِي وَ مَا رَأَيْتُ مِنْهُ حَتَّى كَانَ اللَّيْلُ وَ كَانَتْ عَادَتُهُ أَنْ يُصَلِّيَ الْعَتَمَةَ ثُمَّ يَجْلِسَ فَيَنْظُرَ فِيمَا يَحْتَاجُ مِنَ الْمُؤَامَرَةِ وَ مَا يَرْفَعُهُ إِلَى السُّلْطَانِ فَلَمَّا نَظَرَ وَ جَلَسَ جِئْتُ فَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ يَا أَحْمَدُ أَلَكَ حَاجَةٌ قُلْتُ نَعَمْ يَا أَبَتِ إِنْ أَذِنْتَ سَأَلْتُكَ عَنْهَا فَقَالَ قَدْ أَذِنْتُ لَكَ يَا بُنَيَّ فَقُلْ مَا أَحْبَبْتَ فَقُلْتُ يَا أَبَتِ مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي رَأَيْتُكَ الْغَدَاةَ فَعَلْتَ بِهِ مَا فَعَلْتَ مِنَ الْإِجْلَالِ وَ الْإِكْرَامِ وَ التَّبْجِيلِ وَ فَدَيْتَهُ بِنَفْسِكَ وَ أَبَوَيْكَ فَقَالَ يَا بُنَيَّ ذَلِكَ ابْنُ الرِّضَا ذَاكَ إِمَامُ الرَّافِضَةِ فَسَكَتَ سَاعَةً فَقَالَ يَا بُنَيَّ لَوْ زَالَتِ الْخِلَافَةُ عَنْ خُلَفَاءِ بَنِي الْعَبَّاسِ مَا اسْتَحَقَّهَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ غَيْرُ هَذَا

فَإِنَّ هَذَا يَسْتَحِقُّهَا فِي فَضْلِهِ وَ عَفَافِهِ وَ هَدْيِهِ وَ صِيَانَةِ نَفْسِهِ وَ زُهْدِهِ وَ عِبَادَتِهِ وَ جَمِيلِ أَخْلَاقِهِ وَ صَلَاحِهِ وَ لَوْ رَأَيْتَ أَبَاهُ لَرَأَيْتَ رَجُلاً جَلِيلاً نَبِيلاً خَيِّراً فَاضِلاً فَازْدَدْتُ قَلَقاً وَ تَفَكُّراً وَ غَيْظاً عَلَى أَبِي مِمَّا سَمِعْتُ مِنْهُ فِيهِ وَ لَمْ يَكُنْ لِي هِمَّةٌ بَعْدَ ذَلِكَ إِلَّا السُّؤَالُ عَنْ خَبَرِهِ وَ الْبَحْثُ عَنْ أَمْرِهِ فَمَا سَأَلْتُ عَنْهُ أَحَداً مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَ الْقُوَّادِ وَ الْكُتَّابِ وَ الْقُضَاةِ وَ الْفُقَهَاءِ وَ سَائِرِ النَّاسِ إِلَّا وَجَدْتُهُ عِنْدَهُمْ فِي غَايَةِ الْإِجْلَالِ وَ الْإِعْظَامِ وَ الْمَحَلِّ الرَّفِيعِ وَ الْقَوْلِ الْجَمِيلِ وَ التَّقْدِيمِ لَهُ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَ مَشَايِخِهِ وَ غَيْرِهِمْ وَ كُلٌّ يَقُولُ هُوَ إِمَامُ الرَّافِضَةِ فَعَظُمَ قَدْرُهُ عِنْدِي إِذْ لَمْ أَرَ لَهُ وَلِيّاً وَ لَا عَدُوّاً إِلَّا وَ هُوَ يُحْسِنُ الْقَوْلَ فِيهِ وَ الثَّنَاءَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْمَجْلِسِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ يَا أَبَا بَكْرٍ فَمَا حَالُ أَخِيهِ جَعْفَرٍ فَقَالَ وَ مَنْ جَعْفَرٌ فَيُسْأَلَ عَنْ خَبَرِهِ أَوْ يُقْرَنَ بِهِ إِنَّ جَعْفَراً مُعْلِنٌ بِالْفِسْقِ مَاجِنٌ شِرِّيبٌ لِلْخُمُورِ أَقَلُّ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ الرِّجَالِ وَ أَهْتَكُهُمْ لِسِتْرِهِ بِنَفْسِهِ فَدْمٌ خَمَّارٌ قَلِيلٌ فِي نَفْسِهِ خَفِيفٌ وَ اللهِ لَقَدْ وَرَدَ عَلَى السُّلْطَانِ وَ أَصْحَابِهِ فِي وَقْتِ وَفَاةِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ مَا تَعَجَّبْتُ مِنْهُ وَ مَا ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَكُونُ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ لَمَّا اعْتَلَّ بَعَثَ إِلَى أَبِي أَنَّ ابْنَ الرِّضَا قَدِ اعْتَلَّ فَرَكِبَ مِنْ سَاعَتِهِ مُبَادِراً إِلَى دَارِ الْخِلَافَةِ ثُمَّ رَجَعَ مُسْتَعْجِلاً وَ مَعَهُ خَمْسَةُ نَفَرٍ مِنْ خَدَمِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ كُلُّهُمْ مِنْ ثِقَاتِهِ وَ خَاصَّتِهِ فِيهِمْ نِحْرِيرٌ وَ أَمَرَهُمْ بِلُزُومِ دَارِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَ تَعَرُّفِ خَبَرِهِ وَ حَالِهِ وَ بَعَثَ إِلَى نَفَرٍ مِنَ الْمُتَطَبِّبِينَ فَأَمَرَهُمْ بِالاخْتِلَافِ إِلَيْهِ وَ تَعَاهُدِهِ فِي صَبَاحٍ وَ مَسَاءٍ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ بِيَوْمَيْنِ جَاءَهُ مَنْ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدْ ضَعُفَ فَرَكِبَ حَتَّى بَكَّرَ إِلَيْهِ ثُمَّ أَمَرَ

الْمُتَطَبِّبِيْنَ بِلُزُوْمِهِ وَبَعَثَ إِلَىٰ قَاضِيْ الْقُضَاةِ فَأَحْضَرَهُ مَجْلِسَهُ وَ أَمَرَهُ أَنْ يَخْتَارَ مِنْ أَصْحَابِهِ عَشَرَةً مِمَّنْ يُوثَقُ بِهِ فِيْ دِيْنِهِ وَ أَمَانَتِهِ وَ وَرَعِهِ فَأَحْضَرَهُمْ فَبَعَثَ بِهِمْ إِلَىٰ دَارِ الْحَسَنِ وَ أَمَرَهُمْ بِلُزُوْمِهِ لَيْلاً وَ نَهَاراً فَلَمْ يَزَالُوْا هُنَاكَ حَتَّىٰ تُوُفِّيَ لِأَيَّامٍ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ مِنْ سَنَةِ سِتِّيْنَ وَ مِائَتَيْنِ فَصَارَتْ سُرَّ مَنْ رَأَىٰ ضَجَّةً وَاحِدَةً مَاتَ اِبْنُ الرِّضَا "پس میرا تعجب اور بڑھ گیا، اور میں سارا دن اسی فکر اور پریشانی میں رہا کہ آخر اُس (امامؑ) اور میرے والد کے درمیان کیا راز ہے اور یہ جو میں نے اُن سے دیکھا، اس کا کیا معاملہ ہے!۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ میرے والد کی یہ عادت تھی کہ نمازِ عشاء (عتمہ) پڑھتے اور پھر بیٹھ کر اُن اُمور پر غور کرتے جن پر مشورہ دینا ہوتا یا جو معاملات خلیفہ تک پہنچانے ہوتے۔

چنانچہ جب وہ بیٹھے اور دیکھنے لگے تو میں بھی اُن کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ انہوں نے کہا: "اے احمد! کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟"۔ میں نے کہا: "جی ہاں، اے بابا! اگر آپ اجازت دیں تو کچھ پوچھوں!"۔

انہوں نے فرمایا: "میں نے اجازت دی، اے میرے بیٹے! جو چاہو پوچھ لو"۔ میں نے کہا: اے بابا! آج صبح وہ کون شخص تھا کہ جس کے ساتھ آپ نے اس طرح کا سلوک کیا؟ اس قدر تعظیم و تکریم کی، اپنی جان اور اپنے والدین کو اُس پر قربان کیا؟۔

میرے والد نے کہا: اے بیٹے! وہ ابن الرضا ہے، وہی رافضیوں کا امام ہے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے اور کہا: "اے میرے بیٹے! اگر خلافت بنی عباس کے خلفاء سے چھن جائے تو بنی ہاشم میں اس کے سوا کوئی اُس کا حقدار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنی

فضیلت، پاک دامنی، نیک سیرتی، نفس کی حفاظت، زہد و عبادت، اچھے اخلاق اور صلاحیت کی بنا پر سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اگر تم نے اُس کے والد کو دیکھا ہوتا تو تم نے ایک جلیل القدر، باوقار، نیک اور فاضل شخصیت دیکھی ہوتی"۔

یہ سن کر میرا اضطراب اور بڑھ گیا اور میں اپنے والد پر غصہ بھی ہوا کہ انہوں نے اُس (امامؑ) کے بارے میں یہ کلمات کہے۔ اس کے بعد میری ساری توجہ بس یہی رہی کہ میں اُس کے بارے میں تحقیق کروں اور اُس کے حالات معلوم کروں۔

چنانچہ میں نے بنی ہاشم، سپہ سالاروں، کاتبوں، قاضیوں، فقہاء اور عام لوگوں سے اُس کے بارے میں پوچھا، تو ہر ایک کے نزدیک وہ نہایت محترم، عظیم، بلند مرتبہ اور نیک نام تھے۔ سب اُس کو اپنے اہل بیت اور مشائخ پر مقدم رکھتے اور سب یہی کہتے کہ وہی رافضیوں کا امام ہے۔

میرے نزدیک اُس کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی کیونکہ میں نے نہ اُس کا کوئی دوست پایا اور نہ کوئی دشمن، مگر یہ کہ سب اُس کی تعریف اور اُس کے لئے اچھے الفاظ کہتے تھے۔

پھر مجلس میں موجود بعض اشعریوں میں سے ایک نے کہا: "ابا بکر! اُس کے بھائی جعفر کا کیا حال ہے؟"۔ میرے والد نے کہا: "جعفر! اُس کا کیا ذکر؟ اور اُس کا ذکر اُس کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟ جعفر تو فسق کا اعلانیہ مرتکب ہے، ہلکا، شراب نوش، بدکار، کم مرتبہ، اپنی عزت و حرمت ضائع کرنے والا، فاسق و فاجر، شرابی اور بے وقعت انسان ہے۔ خدا کی قسم! میں نے اس سے زیادہ بے غیرت اور کم ظرف کوئی شخص نہیں دیکھا"۔

میرے والد نے مزید کہا: "جب حسن بن علی (امام عسکریؑ) بیمار ہوئے تو سلطان اور اس کے کارندوں کے ساتھ جعفر کا جو طرزِ عمل تھا وہ مجھے سخت تعجب خیز لگا۔ جب یہ خبر پہنچی کہ ابن الرضا بیمار ہے تو جعفر نے فوراً خلیفہ کے دربار میں جا کر اطلاع دی۔ پھر جلدی سے پانچ خاص درباری خدام کے ساتھ واپس آیا، جو سب کے سب خلیفہ کے نہایت قریبی اور معتبر لوگ تھے۔ ان سب کو اُس نے حکم دیا کہ حسن بن علی کے گھر پر موجود رہیں اور اُس کی خبر و حالت معلوم کرتے رہیں۔

اسی کے ساتھ خلیفہ نے چند طبیب بھیج دیئے کہ وہ صبح و شام اس کی تیمارداری کریں۔ دو دن کے بعد جب خبر ملی کہ اُس کی حالت بہت کمزور ہوگئی ہے تو خلیفہ فوراً آیا اور حکم دیا کہ طبیب اُس کے پاس ہمیشہ رہیں۔ پھر قاضی القضاۃ کو طلب کیا اور کہا کہ اپنے ساتھیوں میں سے دس ایسے اشخاص منتخب کرو جو دیانت، تقویٰ اور امانت میں معتبر ہوں، چنانچہ وہ دس افراد وہاں پہنچے اور رات دن امام حسن بن علی کے گھر پر موجود رہے۔ یہاں تک کہ آٹھ ربیع الاول سنہ ۲۶۰ ہجری کو آپ کی وفات ہوگئی"۔

چنانچہ پورے شہر سامرہ میں ایک ہی صدا بلند ہوئی: "ابن الرضا کا انتقال ہوگیا!"۔

"وَبَعَثَ السُّلْطَانُ إِلَىٰ دَارِهِ مَنْ يُفَتِّشُهَا وَيُفَتِّشُ حُجَرَهَا وَخَتَمَ عَلَىٰ جَمِيعِ مَا فِيهَا وَطَلَبُوا أَثَرَ وَلَدِهِ وَجَاءُوا بِنِسَاءٍ يَعْرِفْنَ الْحَبَلَ فَدَخَلْنَ عَلَىٰ جَوَارِيهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِنَّ فَذَكَرَ بَعْضُهُنَّ أَنَّ هُنَاكَ جَارِيَةً بِهَا حَبَلٌ فَأَمَرَ بِهَا فَجُعِلَتْ فِي حُجْرَةٍ وَ وُكِّلَ بِهَا نِحْرِيرٌ الْخَادِمُ وَ أَصْحَابُهُ وَ نِسْوَةٌ مَعَهُمْ ثُمَّ أَخَذُوا بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي تَهْيِئَتِهِ وَ عُطِّلَتِ الْأَسْوَاقُ وَ رَكِبَ أَبِي وَ بَنُو هَاشِمٍ وَ الْقُوَّادُ وَ الْكُتَّابُ وَ سَائِرُ النَّاسِ إِلَىٰ جَنَازَتِهِ فَكَانَتْ سُرَّ مَنْ رَأَىٰ يَوْمَئِذٍ

شَبِيهاً بِالْقِيَامَةِ فَلَمَّا فَرَغُوا مِنْ تَهْيِئَتِهِ بَعَثَ السُّلْطَانُ إِلَى أَبِي عِيسَى بْنِ الْمُتَوَكِّلِ فَأَمَرَهُ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَلَمَّا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ لِلصَّلَاةِ دَنَا أَبُو عِيسَى مِنْهَا فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ فَعَرَضَهُ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ مِنَ الْعَلَوِيَّةِ وَ الْعَبَّاسِيَّةِ وَ الْقُوَّادِ وَ الْكُتَّابِ وَ الْقُضَاةِ وَ الْفُقَهَاءِ وَ الْمُعَدَّلِينَ وَ قَالَ هَذَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الرِّضَا مَاتَ حَتْفَ أَنْفِهِ عَلَى فِرَاشِهِ حَضَرَهُ مِنْ خَدَمِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ ثِقَاتِهِ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ وَ مِنَ الْمُتَطَبِّبِينَ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ وَ مِنَ الْقُضَاةِ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ ثُمَّ غَطَّى وَجْهَهُ وَ قَامَ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَ كَبَّرَ عَلَيْهِ خَمْساً وَ أَمَرَ بِحَمْلِهِ وَ حُمِلَ مِنْ وَسْطِ دَارِهِ وَ دُفِنَ فِي الْبَيْتِ الَّذِي دُفِنَ فِيهِ أَبُوهُ فَلَمَّا دُفِنَ وَ تَفَرَّقَ النَّاسُ اضْطَرَبَ السُّلْطَانُ وَ أَصْحَابُهُ فِي طَلَبِ وَلَدِهِ وَ كَثُرَ التَّفْتِيشُ فِي الْمَنَازِلِ وَ الدُّورِ وَ تَوَقَّفُوا عَنْ قِسْمَةِ مِيرَاثِهِ وَ لَمْ يَزَلِ الَّذِينَ وُكِّلُوا بِحِفْظِ الْجَارِيَةِ الَّتِي تَوَهَّمُوا عَلَيْهِ الْحَبَلَ مُلَازِمِينَ لَهَا سَنَتَيْنِ وَ أَكْثَرَ حَتَّى تَبَيَّنَ لَهُمْ بُطْلَانُ الْحَبَلِ فَقُسِمَ مِيرَاثُهُ بَيْنَ أُمِّهِ وَ أَخِيهِ جَعْفَرٍ وَ ادَّعَتْ أُمُّهُ وَصِيَّتَهُ وَ ثَبَتَ ذَلِكَ عِنْدَ الْقَاضِي وَ السُّلْطَانُ عَلَى ذَلِكَ يَطْلُبُ أَثَرَ وَلَدِهِ فَجَاءَ جَعْفَرٌ بَعْدَ قِسْمَةِ الْمِيرَاثِ إِلَى أَبِي وَ قَالَ لَهُ اجْعَلْ لِي مَرْتَبَةَ أَبِي وَ أَخِي وَ أُوصِلُ إِلَيْكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ عِشْرِينَ أَلْفَ دِينَارٍ فَزَبَرَهُ أَبِي وَ أَسْمَعَهُ وَ قَالَ لَهُ يَا أَحْمَقُ إِنَّ السُّلْطَانَ أَعَزَّهُ اللهُ جَرَّدَ سَيْفَهُ وَ سَوْطَهُ فِي الَّذِينَ زَعَمُوا أَنَّ أَبَاكَ وَ أَخَاكَ أَئِمَّةٌ لِيَرُدَّهُمْ عَنْ ذَلِكَ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ وَ لَمْ يَتَهَيَّأْ لَهُ صَرْفُهُمْ عَنْ هَذَا الْقَوْلِ فِيهِمَا وَ جَهَدَ أَنْ يُزِيلَ أَبَاكَ وَ أَخَاكَ عَنْ تِلْكَ الْمَرْتَبَةِ فَلَمْ يَتَهَيَّأْ لَهُ ذَلِكَ فَإِنْ كُنْتَ عِنْدَ شِيعَةِ أَبِيكَ وَ أَخِيكَ إِمَاماً فَلَا حَاجَةَ بِكَ إِلَى سُلْطَانٍ

يُرَتِّبُكَ مَرَاتِبَهُمْ وَ لَا غَيْرِ سُلْطَانٍ وَ إِنْ لَمْ تَكُنْ عِنْدَهُمْ بِهَذِهِ الْمَنْزِلَةِ لَمْ تَنَلْهَا بِهَا وَ اسْتَقَلَّهُ عِنْدَ ذَلِكَ وَ اسْتَضْعَفَهُ وَ أَمَرَ أَنْ يُحْجَبَ عَنْهُ فَلَمْ يَأْذَنْ لَهُ بِالدُّخُولِ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ أَبِي وَ خَرَجْنَا وَ الْأَمْرُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ وَ السُّلْطَانُ يَطْلُبُ أَثَرَ وَلَدِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حَتَّى الْيَوْمِ "حاکم (سلطان) نے ان کے گھر کی تلاشی کے لئے لوگوں کو بھیجا۔ انہوں نے تمام کمروں اور گھروں کی تلاشی لی اور وہاں جو کچھ تھا سب پر مہر لگا دی۔ ان کا مقصد ان کے بیٹے کا سراغ لگانا تھا۔ پھر کچھ عورتوں کو لایا گیا جو حمل پہچاننے میں ماہر تھیں۔ وہ امامؑ کی کنیزوں کے پاس داخل ہوئیں اور ان کی جانچ کی۔ ان میں سے ایک عورت نے کہا کہ ان میں ایک کنیز ایسی ہے جو حاملہ ہے تو حکم دیا گیا کہ اس کنیز کو الگ کمرہ میں رکھا جائے ایک خادم اور اس کے ساتھیوں کو اس پر مقرر کیا گیا اور کچھ عورتوں کو بھی ان کے ساتھ رکھا گیا۔

اس کے بعد امامؑ کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا۔ بازار بند کر دیئے گئے۔ میرے والد، بنی ہاشم، لشکری سردار، کاتب اور عام لوگ سب ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ اس دن سامرہ کا منظر قیامت خیز تھا۔ جب تیاری مکمل ہوئی تو سلطان نے ابو عیسیٰ بن متوکل کو جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے بلایا۔ جب جنازہ نماز کے لئے رکھا گیا تو ابو عیسیٰ قریب آیا اور امامؑ کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا۔ پھر بنی ہاشم (علوی اور عباسی دونوں)، فوجی سرداروں، کاتبوں، قاضیوں، فقہاء اور معتبر لوگوں کو دکھایا اور کہا: "یہ حسن بن علی بن محمد بن الرضا ہیں، جو اپنی بستر پر طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں۔ ان کے پاس امیر المؤمنین کے خدام اور قابل اعتماد لوگ، فلاں فلاں موجود تھے، اور فلاں فلاں طبیب اور فلاں فلاں قاضی بھی موجود تھے۔

پھر ان کا چہرہ ڈھانپ دیا، نماز پڑھائی اور ان پر پانچ تکبیریں کہیں۔ اس کے بعد حکم دیا کہ انہیں ان کے گھر کے صحن میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ انہیں اسی کمرہ میں دفن کیا گیا جس میں ان کے والد مدفون ہیں۔

جب دفن سے فراغت ہوئی اور لوگ منتشر ہو گئے تو سلطان اور اس کے کارندوں نے دوبارہ امام کے بیٹے کی تلاش شروع کی۔ گھروں اور مکانوں میں کثرت سے تلاشی لی گئی اور ان کی میراث کی تقسیم روک دی گئی۔ جن لوگوں کو اس کنیز کی نگرانی پر مقرر کیا گیا تھا (جسے حاملہ سمجھا گیا تھا)، وہ دو سال یا اس سے بھی زیادہ اس پر پہرہ دیتے رہے، یہاں تک کہ واضح ہو گیا کہ وہ حاملہ نہیں تھی۔ تب ان کی میراث ان کی والدہ اور بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کر دی گئی۔ ان کی والدہ نے دعویٰ کیا کہ امامؑ نے وصیت ان کے نام کی ہے اور قاضی کے سامنے یہ بات ثابت بھی ہو گئی۔

اس کے باوجود سلطان مسلسل ان کے بیٹے کے سراغ میں لگا رہا۔ پھر میراث تقسیم ہونے کے بعد جعفر میرے والد کے پاس آیا اور کہا: "مجھے میرے والد اور بھائی کی جگہ (منصب) دے دو، میں ہر سال تمہیں بیس ہزار دینار دوں گا۔ میرے والد نے اسے ڈانٹا اور کہا: "اے احمق! سلطان (خدا اسے ذلیل کرے) نے اپنی تلوار اور کوڑے سے ان لوگوں کے خلاف سختی کی جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ تمہارے والد اور بھائی امام تھے، تاکہ ان کو اس عقیدہ سے پھیر دے، لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ وہ انہیں اس مرتبہ سے ہٹانے میں ناکام رہا۔ اب اگر تم اپنے والد اور بھائی کے شیعوں کے نزدیک امام ہو تو تمہیں کسی سلطان کی ضرورت نہیں جو

تمہیں مرتبہ دے۔ اور اگر تم ان کی نظر میں اس مرتبہ پر نہیں ہو تو سلطان تمہیں یہ مرتبہ کبھی نہیں دے سکتا۔

اس کے بعد میرے والد نے اسے حقیر جانا، کمزور سمجھا اور حکم دیا کہ اسے اپنے پاس آنے سے روکا جائے۔ پھر جب تک میرے والد زندہ رہے، اسے ان سے ملاقات کی اجازت نہیں ملی، یہاں تک کہ والد کی وفات ہوگئی اور ہم لوگ باہر نکلے، حالات اسی طرح باقی رہے، سلطان برابر حسن بن علی کے بیٹے کی تلاش میں رہا، یہاں تک کہ آج تک تلاش کر رہا ہے۔

مومن کی علامات پانچ ہیں

مومن کی علامات کے متعلق امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ایک روایت ہے: "قَالَ السَّيِّدُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَرْوِيْ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيِّ: عَلاَمَاتُ الْمُؤْمِنِ خَمْسٌ: صَلاَةُ إِحْدَىٰ وَخَمْسِيْنَ، وَ زِيَارَةُ الْأَرْبَعِيْنَ، وَ التَّخَتُّمُ بِالْيَمِيْنِ، وَتَعْفِيْرُ الْجَبِيْنِ، وَالْجَهْرُ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن کی پانچ نشانیاں ہیں: (۱) روزانہ اکیاون رکعت نماز پڑھنا (۱۷ واجب + ۳۴ نوافل)۔ (۲) زیارتِ اربعین (امام حسینؑ کی اربعین پر زیارت کرنا)۔ (۳) دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا۔ (۴) پیشانی کو سجدہ میں خاک پر رکھنا (یعنی تربت یا خاک پر سجدہ کرنا)۔ (۵) نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا۔[1]

[1]۔ بحار الانوار، ج ۹۸، ص ۳۲۹۔

اعلام الوریٰ اور الارشاد میں روایت اس انداز سے آئی ہے: " اِبْنُ قُولَوَيْهِ عَنِ الْكُلَيْنِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْعَلَوِيِّ قَالَ: حُبِسَ أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ أَوْتَاشٍ وَ كَانَ شَدِيدَ الْعَدَاوَةِ لِآلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ غَلِيظاً عَلَىٰ آلِ أَبِي طَالِبٍ وَ قِيلَ لَهُ اِفْعَلْ بِهِ وَ افْعَلْ قَالَ فَمَا أَقَامَ إِلَّا يَوْماً حَتَّى وَضَعَ خَدَّهُ لَهُ وَ كَانَ لاَ يَرْفَعُ بَصَرَهُ إِلَيْهِ إِجْلاَلاً وَ إِعْظَاماً وَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ وَ هُوَ أَحْسَنُ النَّاسِ بَصِيرَةً وَ أَحْسَنُهُمْ قَوْلًا فِيهِ " ابنِ قولویہ نے کلینی سے، انہوں نے علی بن محمد سے، انہوں نے محمد بن اسماعیل علوی سے روایت کی، وہ کہتے ہیں: امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کو علی بن اوتاش کے پاس قید رکھا گیا۔ وہ شخص آلِ محمد علیہم السلام کا سخت دشمن اور آلِ ابی طالبؑ پر بہت سختی کرنے والا اور کینہ پرور تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ (امام کے ساتھ سختی کرو اور ظلم کرو)۔ لیکن وہ زیادہ دن وہاں نہ ٹکے، بس ایک ہی دن گزرا کہ اس نے امامؑ کے سامنے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا، اور امامؑ کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ پھر جب امام علیہ السلام اس کے پاس سے نکلے تو وہ شخص لوگوں میں سب سے زیادہ بصیرت والا اور سب سے بہتر قول رکھنے والا بن چکا تھا یعنی امام کے کمالات کا قائل ہو گیا تھا۔[1]

عیون المعجزات نامی کتاب میں ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے: " عَنْ أَحْمَدَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ مَصْقَلَةَ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَىٰ أَبِي مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقَالَ لِي يَا أَحْمَدُ مَا كَانَ حَالُكُمْ فِيمَا كَانَ النَّاسُ فِيهِ مِنَ الشَّكِّ وَ

[1]۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۳۰۷۔

الارْتِيَابِ قُلْتُ لَمَّا وَرَدَ الْكِتَابُ بِخَبَرِ مَوْلِدِ سَيِّدِنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَبْقَ مِنَّا رَجُلٌ وَ لَا امْرَأَةٌ وَ لَا غُلَامٌ بَلَغَ الْفَهْمَ إِلَّا قَالَ بِالْحَقِّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَا عَلِمْتُمْ أَنَّ الْأَرْضَ لَا تَخْلُو مِنْ حُجَّةِ اللهِ تَعَالَىٰ ثُمَّ أَمَرَ أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالِدَتَهُ بِالْحَجِّ فِي سَنَةِ تِسْعٍ وَ خَمْسِينَ وَ مِائَتَيْنِ وَ عَرَّفَهَا مَا يَنَالُهُ فِي سَنَةِ سِتِّينَ ثُمَّ سَلَّمَ الِاسْمَ الْأَعْظَمَ وَ الْمَوَارِيثَ وَ السِّلَاحَ إِلَى الْقَائِمِ الصَّاحِبِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ خَرَجَتْ أُمُّ أَبِي مُحَمَّدٍ إِلَى مَكَّةَ وَ قُبِضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي شَهْرِ رَبِيعٍ الْآخِرِ سَنَةَ سِتِّينَ وَ مِائَتَيْنِ وَ دُفِنَ بِسُرَّ مَنْ رَأَىٰ إِلَى جَانِبِ أَبِيهِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا وَ كَانَ مِنْ مَوْلِدِهِ إِلَىٰ وَقْتِ مُضِيِّهِ تِسْعٌ وَ عِشْرُونَ سَنَةً "عیون المعجزات میں احمد بن اسحاق بن مصقلہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امامؑ نے مجھ سے فرمایا: اے احمد! تمہارا کیا حال تھا اُس وقت جب لوگ شک و تردید میں مبتلا تھے؟" میں نے عرض کیا: جب وہ مکتوب ہمارے پاس پہنچا جس میں ہمارے آقا (حضرت مہدی علیہ السلام) کی ولادت کی خبر تھی، تو ہمارے مردوں میں سے، عورتوں میں سے اور سمجھ رکھنے والے نوجوانوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہا جس نے حق کا اقرار نہ کیا ہو۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی حجت سے کبھی خالی نہیں رہتی؟ اس کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی والدہ کو حکم دیا کہ وہ سنہ ۲۵۹ ہجری میں حج کو جائیں اور اُنہیں خبر دی کہ سنہ ۲۶۰ ہجری میں کیا واقعہ پیش آنے والا ہے۔ پھر امامؑ نے اسمِ اعظم، مواریثِ انبیاء اور اسلحہ اپنے فرزند قائم صاحب الامر علیہ السلام کے سپرد کیا۔

اس کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدہ مکہ معظمہ روانہ ہوئیں۔ اور امام عسکری علیہ السلام کا وصال ربیع الآخر ۲۶۰ ہجری میں ہوا۔ آپ کو سامرہ میں اپنے والد (امام علی نقی علیہ السلام) کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر مبارک ولادت سے لے کر وصال تک ۲۹ سال تھی۔[1]

مروج الذہب نامی کتاب میں اس طرح روایت آئی ہے: "فِي سَنَةِ سِتِّينَ وَ مِائَتَيْنِ قُبِضَ أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فِي خِلاَفَةِ الْمُعْتَمِدِ وَ هُوَ ابْنُ تِسْعٍ وَ عِشْرِينَ سَنَةً وَ هُوَ أَبُو الْمَهْدِيِّ الْمُنْتَظَرِ وَ الْإِمَامِ الثَّانِي عَشَرَ عِنْدَ الْقَطْعِيَّةِ مِنَ الْإِمَامِيَّةِ وَ هُمْ جُمْهُورُ الشِّيْعَةِ وَ قَدْ تَنَازَعَ هَؤُلاَءِ فِي الْمُنْتَظَرِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ بَعْدَ وَفَاةِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ اِفْتَرَقُوا عَلَى عِشْرِينَ فِرْقَةً "سنہ ۲۶۰ ہجری میں خلیفہ معتمد کے زمانہ میں ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام (امام حسن عسکریؑ) کا انتقال ہوا۔ اُس وقت آپ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ آپ ہی شیعہ نظریہ کے مطابق قطعہ طور پر مہدی منتظر (عجل اللہ فرجہ) اور بارہویں امام کے والد ہیں، امامیہ کے جمہور (اکثر شیعہ) اسی عقیدہ پر ہیں۔

لیکن امام حسن بن علی علیہما السلام کی وفات کے بعد آلِ محمدؐ میں آنے والے منتظر کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا اور وہ لوگ بیس فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔[2]

کتاب الِارشاد میں ایک روایت اس طرح منقول ہے: "مَرِضَ أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ فِي أَوَّلِ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ سَنَةَ سِتِّيْنَ وَ مَاتَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ لِثَمَانٍ خَلَوْنَ مِنْ هَذَا الشَّهْرِ فِي السَّنَةِ الْمَذْكُورَةِ وَ لَهُ يَوْمَ وَفَاتِهِ ثَمَانٌ وَ

[1]۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۳۳۵۔

[2]۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۳۳۶۔

عِشْرُوْنَ سَنَةً فَدُفِنَ فِي الْبَيْتِ الَّذِىْ دُفِنَ أَبُوْهُ مِنْ دَارِهِمَا بِسُرَّ مَنْ رَأَى وَ خَلَّفَ اِبْنَهُ الْمُنْتَظَرَ لِدَوْلَةِ الْحَقِّ وَ كَانَ قَدْ أَخْفَى مَوْلِدَهُ وَ سَتَرَ أَمْرَهُ لِصُعُوبَةِ الْوَقْتِ وَ شِدَّةِ طَلَبِ سُلْطَانِ الزَّمَانِ لَهُ وَ اِجْتِهَادِهِ فِي الْبَحْثِ عَنْ أَمْرِهِ لِمَا شَاعَ مِنْ مَذْهَبِ الشِّيْعَةِ الْإِمَامِيَّةِ فِيهِ وَ عُرِفَ مِنِ اِنْتِظَارِهِمْ لَهُ فَلَمْ يُظْهِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِىْ حَيَاتِهِ وَلَا عَرَفَهُ الْجُمْهُوْرُ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَ تَوَلَّى جَعْفَرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخُوْ أَبِيْ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْذَ تَرِكَتِهِ وَ سَعَى فِىْ حَبْسِ جَوَارِىْ أَبِيْ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اِعْتِقَالِ حَلَائِلِهِ وَ شَنَّعَ عَلَى أَصْحَابِهِ بِانْتِظَارِهِمْ وَلَدَهُ وَ قَطْعِهِمْ بِوُجُوْدِهِ وَ الْقَوْلِ بِإِمَامَتِهِ وَ أَغْرَى بِالْقَوْمِ حَتَّى أَخَافَهُمْ وَ شَدَّدَهُمْ وَ جَرَى عَلَى مُخَلَّفِيْ أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَبَبِ ذٰلِكَ كُلُّ عَظِيْمَةٍ مِنِ اعْتِقَالٍ وَ حَبْسٍ وَ تَهْدِيْدٍ وَ تَصْغِيْرٍ وَ اِسْتِخْفَافٍ وَ ذُلٍّ وَلَمْ يَظْفَرِ السُّلْطَانُ مِنْهُمْ بِطَائِلٍ وَ حَازَ جَعْفَرٌ ظَاهِرَ تَرِكَةِ أَبِيْ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اجْتَهَدَ فِي الْقِيَامِ عَلَى الشِّيْعَةِ مَقَامَهُ فَلَمْ يَقْبَلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ ذٰلِكَ وَ لَا اِعْتَقَدُوْهُ فِيهِ فَصَارَ إِلَى سُلْطَانِ الْوَقْتِ يَلْتَمِسُ مَرْتَبَةَ أَخِيهِ وَ بَذَلَ مَالًا جَلِيْلاً وَ تَقَرَّبَ بِكُلِّ مَا ظَنَّ أَنَّهُ يَتَقَرَّبُ بِهِ فَلَمْ يَنْتَفِعْ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ" امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کو ماہِ ربیع الاول سنہ ۲۶۰ ہجری کے شروع میں بیماری لاحق ہوئی اور آپؑ کا انتقال اسی ماہ کے آٹھویں دن، جمعہ کے روز ہوا۔ اس وقت آپؑ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ آپ کو سامرہ میں اپنے ہی گھر کے اُس کمرہ میں دفن کیا گیا جہاں آپ کے والد (امام علی نقی علیہ السلام) دفن ہیں۔

آپ اپنے پیچھے اپنے بیٹے کو چھوڑ گئے جو دولتِ حق کے منتظر امام ہیں۔ امام علیہ السلام نے ان کی ولادت کو پوشیدہ رکھا اور ان کا معاملہ چھپائے رکھا، اس وجہ سے کہ وقت نہایت سخت تھا، اور اس زمانہ کی حکومت آپؑ کی تلاش میں تھی، کیونکہ شیعہ امامیہ کا عقیدہ اور انتظارِ قائم مشہور ہو چکا تھا۔ اسی لئے امام عسکری علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو عام لوگوں پر ظاہر نہ کیا اور آپؑ کے انتقال کے بعد بھی جمہور (عام لوگوں) نے ان کو نہ پہچانا۔

آپؑ کے بعد آپ کے بھائی جعفر بن علی نے آپ کی میراث پر قبضہ کر لیا، اور امامؑ کی کنیزوں اور اہلِ خانہ کو قید کرنے کی کوشش کی۔ اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے شیعوں کو بدنام کیا، ان کے انتظارِ فرزند اور ان کے امام کے وجود و امامت کے عقیدہ کو طعنہ بنایا۔ اس نے حکومت کو بھڑکایا، یہاں تک کہ شیعہ سخت خوف و دباؤ میں مبتلا ہو گئے اور امام علیہ السلام کے اہلِ خانہ اور پیروکاروں پر طرح طرح کی مصیبتیں آئیں: گرفتاری، قید، دھمکیاں، توہین، تحقیر اور ذلت۔

لیکن حکومت کو کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ جعفر نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے ظاہری ترکہ پر قبضہ کر لیا اور وہ کوشش کرنے لگا کہ شیعہ اُس کو امام مان لیں، لیکن کسی نے اس کو قبول نہ کیا اور نہ ہی اس کے بارے میں عقیدہ رکھا۔ جعفر حاکم کے پاس گیا اور اپنے بھائی کی منزلت حاصل کرنے کی کوشش کی، بہت سا مال دیا اور ہر طرح کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن اس سب سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔[1]

❁ ❁ ❁

[1]۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۳۳۴۔

﴿امام زمانہؑ کا عذاب سے نجات دلانا﴾

انار کا واقعہ: قرآن کریم سورہ انفال کی آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ" اللہ ایسا نہیں ہے کہ اُن پر عذاب اُتار دے جبکہ آپؐ اُن کے درمیان موجود ہوں اور نہ ہی اللہ اُن پر اِس حالت میں عذاب نازل کرنے والا ہے جبکہ وہ خدا سے اپنے گناہوں پر معافی مانگ رہے ہوں۔

عذاب سے بچنے کے دو ہی راستے ہیں یا تو اہل بیت علیہم السلام درمیان میں ہوں یا پھر یہ کہ استغفار کر رہا ہو! آج کیسے کیسے گناہوں سے دنیا گزر رہی ہے، عذاب کیوں نازل نہیں ہو رہا ہے؟ صرف اس کی وجہ یہ ہے کہ محمد مصطفیٰؐ کے بعد ایک محمد آج بھی پردہ غیب میں ہے جس کی بدولت اللہ نے عذاب کو روک رکھا ہے خود وقت کے امام فرماتے ہیں: "إِنَّا غَيْرُ مُهْمِلِينَ لِمُرَاعَاتِكُمْ وَ لاَ نَاسِينَ لِذِكْرِكُمْ" میں تمہارے امور زندگی سے غافل نہیں ہوں اور نہ تمہاری یاد کو بھلانے والا ہوں۔

بحرین میں ایک ناصبی بادشاہ رہتا تھا اس کا ایک وزیر بادشاہ سے بھی زیادہ متعصب تھا جو اہل بیت علیہم السلام سے بہت زیادہ دشمنی رکھتا تھا، چونکہ اہل بحرین اہل بیتؑ کے چاہنے والے تھے لہذا وہ ان سے بے حد عداوت و دشمنی رکھتا تھا اور وہ ہمیشہ شیعوں کے قتل عام اور انہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔

ایک دن ایک انار لیکر بادشاہ کے پاس آیا اور بڑے ادب و احترام سے اس کے سامنے پیش کیا، جب حاکم نے بغور دیکھا تو اس پر یہ تحریر تھا کہ "لا الہ الا اللہ محمد

رسول اللہ وابو بکر و عمر و عثمان و علی خلفاء رسول اللہ" یہ جملے بطور طبیعی انار پر تحریر تھے، ایسا نہیں تھا کہ کسی شخص نے ہاتھ سے لکھ دئے ہوں، یہ عجیب و غریب منظر دیکھ کر حاکم کی حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا؛ اس نے کہا: یہ انار شیعہ رافضیوں کے باطل پر ہونے کی واضح و مستحکم دلیل ہے۔

حاکم نے وزیر سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اہل بحرین کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟ وزیر نے کہا: جناب والا! یہ لوگ بڑے متعصب ہیں لہذا مستحکم سے مستحکم دلیلوں کا صاف انکار کر دیتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ آپ انہیں دربار میں بلائیے اور یہ انار دکھائیے، اگر یہ لوگ اس واضح و روشن دلیل کے ہوتے ہوئے حق کو قبول کر لیتے ہیں تو خدائے تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا اور اگر وہ اپنے گمراہ عقیدہ پر باقی رہ کر اس روشن و مستحکم دلیل کو قبول نہ کریں تو پھر تین کاموں میں سے ایک کام ان کے ساتھ کیجئے گا حاکم نے کہا وہ تین کام کیا ہیں؟ وزیر نے بتایا: ایک تو یہ کہ وہ لوگ اس کا معقول جواب دیں یا یہ کہ جزیہ دیں یا یہ کہ ان کے مردوں کو قتل کیا جائے اور عورتوں کو اسیر کر کے ان کا تمام مال مال غنیمت قرار دے کر لے لیا جائے۔

حاکم نے کہا: یہ تمہارا مشورہ بہت اچھا ہے، تم رافضیوں کے علماء و صلحاء کے پاس جاؤ اور انہیں دربار میں لے آؤ، میں یہاں منتظر ہوں، وزیر حاکم سے کہتا ہے آپ کا حکم سر آنکھوں پر یہ کہہ کر وزیر شیعوں کے پاس پہنچا اور ان کے تمام علماء و صلحاء سے کہا: بادشاہ سلامت نے آپ لوگوں کو دربار میں بلایا ہے بہت اہم کام ہے فوراً چلو۔

چند بزرگ لوگ دربار میں حاضر ہو گئے اور بڑے ادب و احترام سے بادشاہ کو سلام کیا، بادشاہ نے جواب سلام دینے کے بعد انہیں انار دکھایا اور کہا دیکھو یہ

حقیقت ہے جو خدا کی طرف سے آشکار ہوئی ہے بتاؤ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے ؟ اگر تم نے اس کا معقول جواب نہیں دیا تو تمہارے مردوں کو قتل کیا جائے گا تمہاری عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے تمام اموال کو مال غنیمت قرار دے دیا جائے گا یا پھر یہ کہ تمہیں جزیہ دینا پڑے گا۔

شیعہ علماء اس انار کو دیکھنے کے بعد حاکم کی گفتگو سن کر حیرت کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر چپ ہو گئے کیونکہ انار پر طبیعی طور پر تحریر موجود تھی پس ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ گئیں اور چہروں کا رنگ متغیّر ہو گیا اور اخر کار انہوں نے سر جھکا کر کہا: اے امیر! آپ ہمیں تین دن کی مہلت دیجئے انشاءاللہ اگر ہو سکا تو جواب دے دیں گے ورنہ پھر آپ کو اختیار ہے جو چاہے کیجئے گا؛ حاکم نے کہا ٹھیک ہے میں تم لوگوں کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔

یہ لوگ گھبرائے ہوئے دربار سے واپس چلے گئے اور تمام شیعہ حضرات کو جمع کر کے پورا ماجرہ بیان کیا یہ سن کر لوگوں کی حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا اور ہر ایک گھبرا گیا سب کے سب گہری فکر میں ڈوب گئے اب کیا کیا جائے اور آپس میں مشورہ ہونے لگا آخر ۱۰ لوگوں کا انتخاب کیا گیا جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں سب سے زیادہ مشہور تھے پھر ان دس میں سے تین افراد کو چنا گیا اور پھر ان تین میں سے ایک سے کہا: آپ آج شب صحرا میں جا کر خدا کی عبادت کیجئے اور امام زمانہؑ سے مدد طلب کیجئے آخر وہ حجت خدا اور ہمارے امام ہیں انشاءاللہ کوئی راہ حل امام بتائیں گے وہ شخص اندھیرا ہوتے ہی صحرا کی طرف نکل گیا اور پوری رات نمازیں دعائیں پڑھتے ہوئے امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے استغاثہ کرتا رہا مگر کچھ حل نہ نکلا یہاں تک کہ

صبح ہو گئی، نا امید ہو کر واپس آئے اور کہا کہ مجھے کوئی چیز حاصل نہیں ہوئی، دوسری شب دوسرے شخص کو بھیجا وہ گئے اور انہوں نے بھی پوری شب عبادت و دعا کرتے ہوئے امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے استغاثہ کیا مگر انہیں بھی کچھ حاصل نہیں ہوا یہاں تک کہ صبح نمودار ہو گئی اور وہ بھی نا امید ہو کر پریشان حال شہر میں واپس آ گئے لوگ جو بے چینی سے منتظر تھے انہوں نے سوال کرنا شروع کر دئے انہوں نے جواب دیا: مجھے کوئی چیز حاصل نہیں ہوئی یہ سن کر لوگوں کی حیرت اور گھبراہٹ میں اور اضافہ ہو گیا اور ہر ایک شخص حیران و پریشان نظر آنے لگا اور کسی کی سمجھ میں کوئی راہ حل نہیں تھا آخر کار اب تیسرے شخص محمد بن عیسیٰ صحرا کی طرف نکل گئے، ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا وہ تاریک جنگل میں چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچ کر رک گئے، رو رو کر نمازیں دعائیں پڑھنے لگے، معبود ہم غریبوں کے سر سے اس مصیبت کو ٹال دے نیز امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے استغاثہ کرتے ہوئے کہنے لگے مولا! ہم مصیبت میں گرفتار ہیں ہماری مدد کیجئے آپ اسی طرح راز و نیاز میں مشغول رہے، دھیرے دھیرے وقت گزر تا رہا، جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو رہا تھا یہاں تک کہ رات اپنے آخری مرحلہ میں پہنچی اور محمد بن عیسیٰ کی گریہ وزاری میں اور اضافہ ہو گیا گڑگڑا کر دعا کر ہی رہے تھے کہ اچانک ایک شخص کی آواز سنائی دی اے محمد بن عیسیٰ! آخر کیوں اس قدر پریشان ہو؟ آخر کیوں یہاں آئے ہو؟ محمد بن عیسیٰ نے کہا: آپ مجھے میری حالت پر چھوڑ دیجئے میں بہت اہم کام سے آیا ہوں میں اپنے امامؑ کے علاوہ کسی اور کو اپنی مصیبت نہیں سنا سکتا۔

آواز آئی اے محمدؐ! میں ہی صاحب الزمان ہوں، کس مشکل میں گرفتار ہو بیان کرو! محمد بن عیسیٰ نے کہا: اگر آپ امام زمانہ عج ہیں تو پھر بتانے کی ضرورت نہیں ہے، جواب آیا: ہاں تم سچ کہہ رہے ہو، تم یہاں اس انار والی بلا اور حاکم نے جو دھمکی دی ہے اس کی وجہ سے آئے ہو! محمد بن عیسیٰ نے کہا: جی مولا! آپ بہتر جانتے ہیں، یہی بات ہے ہم اس بلا میں گرفتار ہیں، آپ ہم بے کسوں کے امام اور سرپرست ہیں اور آپ ہی اس بلا کو ٹال سکتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: اے محمد بن عیسیٰ! وزیر کے گھر انار کا ایک درخت ہے، جس وقت درخت پر پھل آیا تو اس نے مٹی سے انار کا ایک سانچا بنایا اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور پھر ان دونوں حصوں میں وہ جملے لکھے جو انار پر تحریر ہیں انار اس وقت ذرا چھوٹا تھا لہذا اس نے لکھنے کے بعد ان دونوں حصوں کو انار پر ایک غلاف کی طرح چڑھا دیا اس مٹی کے سانچے میں جیسے جیسے انار بڑھتا گیا وہ تحریر اس پر نقش ہوتی گئی جس کے نتیجے میں یہ صورتحال پیش آئی ہے پس تم صبح سویرے حاکم کے پاس جانا اور کہنا کہ میں جواب لے کر آیا ہوں مگر یہاں نہیں بلکہ وزیر کے گھر میں جا کر بتاؤں گا اور جب تم وزیر کے گھر میں داخل ہونا تو داہنی طرف ایک کمرہ نظر آئے گا وہاں پہنچ کر حاکم سے کہنا کہ اس کمرہ میں جواب دوں گا، اس وقت وزیر کوشش کرے گا کہ تم اس کمرہ میں داخل نہ ہو لیکن تم اس کمرہ میں داخل ہونے پر مصر رہنا اور یاد رکھو کہ وزیر تم سے پہلے وہاں داخل ہونے کی بہت کوشش کرے گا مگر اسے تم اپنے سے پہلے نہ جانے دینا پہلے خود داخل ہونا جب تم کمرہ میں داخل ہو جاؤ گے تو ایک میز نظر آئے گی جس پر سفید تھیلا رکھا ہو گا تم اسے کھولنا، اس میں مٹی سے بنا ہوا انار کا ایک سانچہ

ملے گا جسے وزیر نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے تم اسے تھیلے سے نکال کر بادشاہ کو دکھا دینا تاکہ وزیر کا مکر و فریب ظاہر ہو جائے۔

اے محمد بن عیسیٰ! دوسری علامت یہ ہے کہ تم حاکم سے کہنا کہ جب تم اس انار کو توڑو گے تو اس میں دھوئیں اور خاک کے علاوہ اور کچھ نہیں نکلے گا اور آپ اس بات کی حقیقت جاننا چاہتے ہیں تو وزیر سے کہیے کہ اس انار کو لوگوں کے سامنے توڑے پس جب وہ اسے توڑے گا تو اس کی خاک اور اس کا دھواں وزیر کی داڑھی میں چلا جائے گا یہ سن کر محمد بن عیسیٰ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے شکایت بھرے لہجے میں امامؑ سے کہا: مولا! آخر آپ نے تیسرے دن جواب کیوں دیا؟ اگر آپ پہلے دن ہی جواب دے دیتے تو اب تک ساری مشکل حل ہو چکی ہوتی!۔

امامؑ نے جواب دیا: اے محمد بن عیسیٰ! اس میں تمہاری تقصیر ہے کیونکہ تم نے تین دن کی مہلت مانگی تھی، اگر تم ایک دن کی مہلت لیتے تو میں شب اوّل ہی جواب دے دیتا، آخر کار چند لمحوں بعد امام زمانہ علیہ السلام نظروں سے غائب ہو گئے اور محمد بن عیسیٰ خوش ہوتے ہوئے شیعوں کی طرف واپس آئے، آپ کو خوش آتا دیکھ کر لوگوں کو امید کی کرن نظر آئی اور پھر محمد بن عیسیٰ نے پورا ماجرہ بیان کیا، صبح سویرے کچھ شیعہ علماء حاکم کے پاس پہنچے اور بڑے ادب و احترام سے حاکم کو سلام کیا، جواب سلام کے بعد حاکم نے پوچھا: ہاں کیا جواب ہے؟ محمد بن عیسیٰ نے کہا: ہم جواب لے کر آئے ہیں مگر یہاں نہیں بلکہ وزیر کے گھر جا کر جواب بتائیں گے، یہ سن کر وزیر کے چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اس نے بہت بہانہ بازی اور ٹال مٹول کی تاکہ یہ راز فاش نہ ہو یہاں تک کہ اس نے کہا: بادشاہ وقت میرے غریب خانہ پر تشریف لے جا

رہے ہیں لہذا کم از کم چند لمحے کی اجازت دیں تاکہ میں آپ سے پہلے جاکر جلدی گھر میں صفائی کرادوں، بادشاہ کی مرضی تھی مگر محمد بن عیسیٰ نے کہا: بادشاہ سلامت ہرگز نہیں، اگر آپ جواب سننا چاہتے ہیں تو وزیر پہلے گھر نہیں جائے گا بلکہ ہم سب ساتھ چلیں گے۔

آخر کار محمد بن عیسیٰ کی بات حاکم نے قبول کی اور وزیر کی تمام سعی و کوشش ناکام ہو گئی پھر سب لوگ وزیر کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے، وزیر کے چہرہ کا رنگ متغیّر ہو رہا تھا اور اندر سے بھی بے پناہ خوفزدہ نظر آرہا تھا، آخر کار سب لوگ اس کے گھر پہنچے اور اس کمرہ میں داخل ہوگئے جس کی امام زمانہ علیہ السلام نے خبر دی تھی، داخل ہوتے ہی محمد بن عیسیٰ نے دور سے دیکھا کہ جس مقام پر امامؑ نے فرمایا تھا اسی جگہ پر ایک میز ہے اور اس پر ایک سفید تھیلا رکھا ہوا ہے، محمد بن عیسیٰ فوراً آگے بڑھے اور تھیلے سے انار کا سانچہ نکال کر بادشاہ کے حوالہ کردیا، یہ دیکھ کر حاکم حیرت زدہ ہو رہ گیا، ادھر وزیر کے پیروں تلے زمین نکل گئی، اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، وہ حواس باختہ اور بے انتہا شرمندہ نظر آرہا تھا، یہ دیکھ کر جناب محمد بن عیسیٰ نیز دیگر تمام شیعہ جو ساتھ تھے سب نے چین کی سانس لی اور دل ہی دل میں خدا اور امام زمانہ علیہ السلام کا شکریہ ادا کیا۔

یہ ماجرہ دیکھ کر حاکم نے محمد بن عیسیٰ کی طرف رخ کرکے کہا: تمہیں یہ سب کچھ کس نے بتایا؟ محمد بن عیسیٰ نے جواب دیا: ہمارے مولا امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف نے اس راز کی خبر دی ہے، حاکم نے کہا: تمہارا امام کون ہے؟ جواب میں محمد بن عیسیٰ نے تمام ائمہ علیہم السلام کے اسمائے گرامی شروع سے سنائے، آخر میں امامؑ

کا نام آیا تو بتایا یہی میرے آقا ہیں جنہوں نے ہماری ہدایت کی ہے، ان حقائق کا مشاہدہ کرنے کے بعد حاکم نے مذہب شیعہ قبول کر لیا اور زبان پر کلمہ شہادت جاری کیا، اس کے بعد ہر ایک امام کی امامت کا اقرار کیا اور وزیر کے قتل کا حکم صادر کر دیا اور اہل بحرین سے عذر خواہی کی، یہ واقعہ آج بھی بحرین میں بہت مشہور ہے اور آج بھی محمد بن عیسیٰ کی قبر زیارت گاہ عام و خاص بنی ہوئی ہے، وہاں پر زیارت کے لئے دور دراز سے لوگ آتے ہیں۔[1]

سید رشتی کا واقعہ: سید احمد بن ہاشم بن سید حسن موسوی شہر رشت کے ایک تاجر تھے انہوں نے فرمایا کہ میں ۱۲۸۰ھ میں حج بیت اللہ کے قصد سے اپنے شہر رشت سے تبریز آیا اور وہاں کے معروف تاجر حاجی صفر علی تبریزی کے گھر میں قیام کیا۔ وہاں مجھے حج کو جانے والا کوئی قافلہ نہیں مل رہا تھا، لہٰذا میں بہت پریشان خاطر تھا۔

اسی اثناء میں حاجی جبار اصفہانی آ گئے جو سامان لے کر طرابوزن کی طرف جا رہے تھے۔ چنانچہ ان سے سواری کرایہ پر لے کر میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ جب ہم پہلی منزل پر اترے تو حاجی صفر علی تبریزی کی ترغیب و تشویق سے تین اور آدمی وہاں سے ہمارے ساتھ آ ملے۔ ان میں سے ایک تو حاجی ملا باقر تبریزی تھے، دوسرے حاجی سید حسین تبریزی جو تاجر تھے اور تیسرے حاجی علی تھے۔ چنانچہ ہم چاروں قافلے کے ہمراہ روانہ ہو کر ارزنۃ الروم آئے اور وہاں سے طرابوزن کی طرف گامزن ہوئے۔

---

[1] ۔ نجم الثاقب ص ۵۵۶۔

ان دونوں شہروں کے درمیان کی ایک منزل پر سالار قافلہ حاجی جبار جلودار ہمارے پاس آئے اور کہا کہ آگے کی منزل بہت پر خطر ہے، لہٰذا آج ذرا جلدی تیار ہو جانا تاکہ آپ یہ منزل قافلے کے ہمراہ طے کر لیں۔ اس سے پہلے ہم چاروں رفقاء قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلے پر چلتے آ رہے تھے۔ حاجی جبار کے کہنے پر ہم آج بہت جلد تیار ہوئے اور طلوع فجر سے تقریباً تین گھنٹے قبل سفر شروع کر دیا۔ ابھی ہم صرف تین میل ہی آگے بڑھے ہوں گے کہ بادل چھا گئے اور برف باری ہونے لگی۔ چنانچہ قافلے والوں میں سے ہر ایک نے تیزی سے چلنا شروع کر دیا۔

میں نے ان کے برابر چلنے کی بڑی کوشش کی لیکن میں ایسا نہ کر سکا اور وہ لوگ بہت دور نکل گئے نتیجہ یہ ہوا کہ میں ان لوگوں سے بچھڑ گیا۔ میں گھوڑے سے اتر کر سرِ راہ حیران و پریشان ایک طرف بیٹھ گیا، میرے پاس چھ سو تومان تھے لہٰذا میں نے سوچا کہ سورج نکلنے تک یہاں بیٹھا رہوں اور پھر پچھلی منزل پر جاؤں جہاں سے آج ہم روانہ ہوئے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ اس منزل سے چند محافظ ساتھ لے کر قافلے سے جا ملوں گا۔

اس دوران میں نے دیکھا کہ سامنے ایک باغ ہے اور اس کا مالی بیلچہ لئے درختوں پر گری ہوئی برف ہٹا رہا ہے، تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور فارسی زبان میں پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا: میرے قافلہ والے کے سارے لوگ چلے گئے اور میں ان سے جدا ہو کر تنہا رہ گیا ہوں، میں ان راستوں سے واقف نہیں ہوں۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ نماز تہجد ادا کرو تاکہ تمہیں راستہ معلوم ہو جائے؛ میں نافلۂ شب ادا کرنے لگا اور وہ چلے گئے۔ جب میں نماز شب پڑھ چکا تو وہ دوبارہ

میرے پاس آئے اور کہا کہ تم ابھی تک گئے نہیں ؟ میں نے عرض کی کہ ابھی تک مجھے راستہ معلوم نہیں ہوا! تب فرمایا کہ زیارت جامعہ پڑھو۔ لیکن مجھے زیارت جامعہ یاد نہ تھی اور کئی مرتبہ زیارت کو آنے کے باوجود وہ اب بھی یاد نہیں ہے، لیکن اس وقت میں نے زیارت جامعہ زبانی پڑھنا شروع کر دی۔ وہ کچھ دیر بعد پھر میرے پاس آئے اور فرمایا کہ تم ابھی تک گئے نہیں اور ابھی یہیں بیٹھے ہوئے ہو؟ اس مرتبہ مجھے بے اختیار رونا آگیا اور عرض کی کہ ابھی تک مجھے راستے کا علم نہیں ہوا۔

تب آپ نے فرمایا کہ زیارت عاشورا پڑھو، مجھے یہ زیارت بھی یاد نہ تھی اور نہ ہی اب یاد ہے، تاہم میں نے یہ زیارت زبانی پڑھنا شروع کر دی اور اس کے ساتھ صلوات، لعنت اور دعائے علقمہ بھی پڑھ ڈالی۔ آپ پھر وہاں آئے اور فرمایا کہ تم ابھی تک گئے نہیں ہو؟ تب میں نے عرض کی کہ میں سورج نکلنے تک یہیں رہوں گا۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں قافلہ تک پہنچا آتا ہوں۔ تب آپ خچر پر سوار ہو کر بیلچہ کندھے پر رکھے ہوئے میرے قریب آگئے اور فرمایا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ اور میں آپ کے پیچھے سوار ہو گیا اور اپنے گھوڑے کی لگام ہاتھ میں لے لی۔

میں نے اسے آگے چلانے کی بہت کوشش کی مگر وہ رکا رہا۔ اس پر آپ نے بیلچہ بائیں کندھے پر رکھا اور میرے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے چلایا تو وہ چلنے لگا۔ چلتے چلتے آپ نے اپنا ہاتھ میری ران پر رکھا اور فرمایا کہ تم نافلۂ تہجد کیوں نہیں پڑھتے ؟ پھر تین بار فرمایا: نافلہ، نافلہ، نافلہ۔ پھر فرمایا کہ تم زیارت عاشورا کیوں نہیں پڑھتے ؟ اور تین بار فرمایا: عاشورا، عاشورا، عاشورا۔ پھر فرمایا کہ زیارت جامعہ کیوں نہیں پڑھتے ؟ اور تین بار فرمایا: جامعہ، جامعہ، جامعہ۔

آپ سفر طے کرنے میں خچر کو اس قدر تیز چلا رہے تھے کہ تھوڑی ہی دیر میں گردن موڑ کر مجھ سے فرمایا کہ وہ دیکھو تمہارے قافلہ والے نہر پر اترے ہوئے ہیں اور نماز فجر کیلئے وضو کر رہے ہیں۔ میں نے آپ کی سواری سے اتر کر اپنے گھوڑے پر سوار ہونا چاہا تو سوار نہ ہو سکا۔ آپ نے اپنی سواری سے اتر کر اپنا بیلچہ برف میں گاڑ دیا اور مجھے گھوڑے پر سوار کرا دیا، اس کے ساتھ ہی اس کا رخ قافلے کی طرف موڑ دیا۔ اس وقت میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں جو مجھ سے فارسی زبان میں گفتگو کرتے رہے جبکہ اس علاقہ میں ترکی زبان بولنے والوں کے علاوہ کوئی نہیں رہتا! یہاں اکثر عیسائی لوگ رہائش پذیر ہیں۔ پھر یہ کہ انہوں نے اتنی جلدی قافلہ تک پہنچا دیا ہے۔ میں نے انہی خیالوں میں جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نظر نہ آیا اور نہ ان کا کوئی نشان دکھائی دیا۔ اس کے بعد میں قافلہ والوں سے جا ملا۔ [1]

❁ ❁ ❁

[1]۔ سید رشتی کا واقعہ، مفاتیح الجنان۔ حکایت نمبر ۵۰، ص ۲۴۰، مؤلف آقای سید حسن ابطحی

﴿بیت اور اہل بیتؑ﴾

قرآن کریم کی اصطلاح میں عموماً لفظ بیت "خانہ کعبہ "یعنی "بیت اللہ " کے لئے استعمال ہوتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ بیت سے اہلبیت کا کیا تعلق ہے ؟ اس کے متعلق آیات وروایات سے استفادہ کرتے ہیں۔

خداوند کریم قرآن کریم کے سورہ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے: "إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ "بیشک سب سے پہلا گھر جو تمام انسانوں کے لئے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے، جو برکت والا اور تمام جہانوں کے لئے مرکز ہدایت ہے۔

قرآن مجید میں مساجد کو بھی بیت کہا گیا ہے، دنیا ایک سے بڑھ کر ایک مسجد بنا سکتی ہے لیکن بیت اللہ نہیں بنا سکتی ایک دم سامنے کی بات ہے کہ اللہ نے اپنے لئے ایک گھر بنوایا جسے بیت کہا گیا، اس بیت کا مقابلہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا محل نہیں کر سکتا، اس کے جیسا گھر کوئی نہیں بنا سکتا، جب اس کے بنائے ہوئے جیسا بیت کوئی نہیں بنا سکتا تو اس کے بنائے ہوئے اہل بیت کی مثال کہاں سے ملے گی !۔

بیت کے لئے دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: "وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ" اور ذرا وہ وقت تو یاد کرو کہ جب ہم نے ابراہیمؑ کے لئے اپنے اس گھر (کعبہ) کی جگہ کو معین کیا تھا (تاکہ) تم میرے ساتھ کسی کو خدائی میں شریک نہ کرو اور

میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو۔

اور اہلبیت علیہم السلام کے لئے سورہ احزاب میں ارشاد ہوا: "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" بیشک اللہ کا تو بس یہ ارادہ ہے کہ اے اہل بیت رسول! وہ تم سے ہر قسم کے گناہ اور گندگی کو دور ہی رکھے اور تمہیں پوری پوری طرح ایسا پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔

بیت اور اہل بیت کے مقام کو سمجھنے کی ضرورت ہے، بیت کی طہارت کے لئے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا مگر جب بات اہل بیت کی آئی تو خدا نے فرمایا: "اور تمہیں پوری پوری طرح ایسا پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے"۔ قارئین کرام! جس کی طہارت کی ذمہ داری نبی کے پاس ہو اسے بیت کہتے ہیں اور جن کی پاکیزگی کی ذمہ داری خدا کے پاس ہو انہیں اہل بیت کہتے ہیں۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ربّانی ہوتا ہے: "إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ" بیشک پہلا بیت بنایا لوگوں کے لئے، اہلبیتؑ کے لئے ارشاد ہوا: "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ" تم بہترین گروہ ہو جو تمام انسانوں (کی ہدایت اور اصلاح) کے لئے پیدا کئے گئے ہو (کیونکہ) تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

جب بھی دنیا میں کوئی کمپنی اچھی چیز بناتی ہے پورے طور پر اس کے مقابل ڈوبلی کیٹ چیز تیار ہونے لگتی ہے، اللہ نے سورج بنایا اس کا ڈبلی کیٹ نہ بنا سکے، چاند بنایا اس کی بھی نقل نہ کر سکے، پرندے بنائے وہ بھی نہ بنا سکے، درخت اگائے وہ بھی

نہیں اگا سکے، جب سونے کے مقابل رولڈ گولڈ آیا تو سونے والے نے کہا ہمیں کوئی ڈر نہیں ہے، ٹھیک ہے سونے سے زیادہ چمک رہا ہے، مگر کچھ مدت کا بھی تو انتظار کرو کہ اس کا رنگ کب تک باقی رہتا ہے! اس کی چمک کب تک باقی رہتی ہے! قارئین کرام! جس طرح سے سونے کے مقابل رولڈ گولڈ کی مدت شرمندگی کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح علی کے مقابل آنے والے تو بہت آئے مگر کچھ مدت کے بعد ایسے غائب ہوئے کہ پھر علی علیہ السلام کو اسی جگہ آنا پڑا، اس کی وجہ یہ ہے کہ سونے کی جگہ رولڈ گولڈ نہیں لے سکتے۔

سورہ آل عمران آیت ۹۷ میں ارشاد ہوا: "فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ" اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں مثلاً ابراہیمؑ کا مقام عبادت ہے۔ جو بھی اس (گھر) میں داخل ہو گیا، وہ امن میں ہے اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو، وہ اس کا حج کرے۔ اگر کوئی کفر اختیار کرے تو اللہ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

بہت سے لوگ گھر بلاتے ہیں، اپنے گھر لے جاتے ہیں، دعوت کرتے ہیں، ان کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے کہ لوگ ہمارے گھر کو دیکھیں، ہماری سوونگ پل کو دیکھیں، ہماری پارکنگ کو دیکھیں، ہمارے جھومر کو دیکھیں، ہمارے فرنیچر کو دیکھیں اور دیکھنے کے بعد اگر تعریف نہ کریں تو آدمی کو بہت تکلیف ہوتی ہے کہ میں نے ان کے لئے اتنا سب کیا مگر انہوں نے یہ سب دیکھ کر تعریف نہیں کی! آخر بندہ خود ہی پوچھ لیتا ہے کیسا لگا؟ اللہ کو اگر صرف عبادت کرانا ہوتا تو مسجدوں میں بھی کرا لیتا، اس

کی بلانے کے ہزاروں مقاصد ہیں ان میں سے ایک مقصد یہ ماننا پڑے گا کہ اتنی خوبصورت اور اتنے بلند مکان میں یہ چھوٹی سی لکیر کھرب پتیوں سے بند نہیں ہو رہی ہے، مٹائے نہیں مٹ رہی ہے، جب بیت کی لکیر نہیں مٹ سکتی تو جناب امیر کے فضائل کیسے مٹ جائیں گے۔

ایک مقام پر ارشاد ہوا: "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَیْہِ سَبِیْلًا" لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو، وہ اس کا حج کرے۔

دوستو! اس نے بلایا ہے، جب بلایا ہے تو ہم یہ کہتے ہوئے: "اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیکَ لَکَ لَبَّیْکَ إِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَۃَ لَکَ وَ الْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ" پہنچتے ہیں، یہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ جملے سب سے پہلے کس زبان سے ادا ہوئے! آخر تلبیہ کی ابتدا کس نے کی؟ آئیے اس کو سمجھتے ہیں:

"اَلْمُفَسِّرُ بِإِسْنَادِہِ إِلَی أَبِی مُحَمَّدٍ عَنْ آبَائِہِ عَنِ الرِّضَا عَلَیْھِمُ السَّلَامُ قَالَ: لَمَّا بَعَثَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ مُوسَی بْنَ عِمْرَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ اصْطَفَاہُ نَجِیّاً وَ فَلَقَ لَہُ الْبَحْرَ وَ نَجَّی بَنِی إِسْرَائِیلَ وَ أَعْطَاہُ التَّوْرَاۃَ وَ الْأَلْوَاحَ رَأَی مَکَانَہُ مِنْ رَبِّہِ عَزَّ وَ جَلَّ فَقَالَ یَا رَبِّ لَقَدْ أَکْرَمْتَنِی بِکَرَامَۃٍ لَمْ تُکْرِمْ بِھَا أَحَداً قَبْلِی فَقَالَ اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہُ یَا مُوسَی! أَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ مُحَمَّداً أَفْضَلُ عِنْدِی مِنْ جَمِیعِ مَلَائِکَتِی وَ جَمِیعِ خَلْقِی قَالَ مُوسَی یَا رَبِّ فَإِنْ کَانَ مُحَمَّدٌ أَکْرَمَ عِنْدَکَ مِنْ جَمِیعِ خَلْقِکَ فَھَلْ فِی آلِ الْأَنْبِیَاءِ أَکْرَمُ مِنْ آلِی قَالَ اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہُ: یَا مُوسَی! أَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ فَضْلَ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَی جَمِیعِ آلِ

اَلنَّبِیِّیْنَ کَفَضْلِ مُحَمَّدٍ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ مُوْسٰی: یَا رَبِّ فَإِنْ کَانَ آلُ مُحَمَّدٍ کَذٰلِکَ فَهَلْ فِی أَصْحَابِ الْأَنْبِیَاءِ أَکْرَمُ عِنْدَکَ مِنْ صَحَابَتِی؟ قَالَ اللّٰهُ: یَا مُوسٰی! أَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ فَضْلَ صَحَابَةِ مُحَمَّدٍ عَلٰی جَمِیْعِ صَحَابَةِ الْمُرْسَلِیْنَ کَفَضْلِ آلِ مُحَمَّدٍ عَلٰی جَمِیْعِ آلِ النَّبِیِّیْنَ وَ فَضْلِ مُحَمَّدٍ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُرْسَلِیْنَ ،فَقَالَ مُوسٰی: یَا رَبِّ فَإِنْ کَانَ مُحَمَّدٌ وَ أَصْحَابُهُ کَمَا وَصَفْتَ فَهَلْ فِی أُمَمِ الْأَنْبِیَاءِ أَفْضَلُ عِنْدَکَ مِنْ أُمَّتِی ظَلَّلْتَ عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَ أَنْزَلْتَ عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی وَ فَلَقْتَ لَهُمُ الْبَحْرَ؛ فَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ جَلاَلُهُ: یَا مُوسٰی! أَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ فَضْلَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلٰی جَمِیْعِ الْأُمَمِ کَفَضْلِهِ عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِی؟ فَقَالَ مُوسٰی: یَا رَبِّ لَیْتَنِی کُنْتُ أَرَاهُمْ. فَأَوْحَی اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَیْهِ: یَا مُوسٰی! إِنَّکَ لَنْ تَرَاهُمْ فَلَیْسَ هٰذَا أَوَانَ ظُهُوْرِهِمْ وَ لٰکِنْ سَوْفَ تَرَاهُمْ فِی الْجَنَّاتِ، جَنَّاتِ عَدْنٍ وَ الْفِرْدَوْسِ بِحَضْرَةِ مُحَمَّدٍ فِی نَعِیْمِهَا یَتَقَلَّبُوْنَ وَ فِی خَیْرَاتِهَا یَتَبَحْبَحُوْنَ أَفَتُحِبُّ أَنْ أُسْمِعَکَ کَلاَمَهُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ إِلٰهِی، قَالَ اللّٰهُ جَلَّ جَلاَلُهُ: قُمْ بَیْنَ یَدَیَّ وَ اُشْدُدْ مِئْزَرَکَ قِیَامَ الْعَبْدِ الذَّلِیْلِ بَیْنَ یَدَیِ الْمَلِکِ الْجَلِیْلِ فَفَعَلَ ذٰلِکَ مُوسٰی عَلَیْهِ السَّلاَمُ فَنَادٰی رَبُّنَا عَزَّ وَ جَلَّ یَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ فَأَجَابُوْهُ کُلُّهُمْ وَ هُمْ فِی أَصْلاَبِ آبَائِهِمْ وَ أَرْحَامِ أُمَّهَاتِهِمْ لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ إِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَ الْمُلْکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ قَالَ فَجَعَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ تِلْکَ الْإِجَابَةَ مِنْهُمْ شِعَارَ الْحَجِّ ثُمَّ نَادٰی رَبُّنَا عَزَّ وَ جَلَّ یَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ إِنَّ قَضَائِی عَلَیْکُمْ أَنَّ رَحْمَتِی سَبَقَتْ غَضَبِی وَ عَفْوِی قَبْلَ عِقَابِی فَقَدِ اسْتَجَبْتُ لَکُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْعُوْنِی وَ أَعْطَیْتُکُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَسْأَلُوْنِی

مَنْ لَقِيَنِيْ مِنْكُمْ بِشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ صَادِقٌ فِي أَقْوَالِهِ مُحِقٌّ فِي أَفْعَالِهِ وَ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخُوهُ وَ وَصِيُّهُ مِنْ بَعْدِهِ وَ وَلِيُّهُ وَ يُلْتَزَمُ طَاعَتُهُ كَمَا يُلْتَزَمُ طَاعَةُ مُحَمَّدٍ وَ أَنَّ أَوْلِيَاءَهُ الْمُصْطَفَيْنَ الْمُطَهَّرِينَ الْمُبَانِيْنَ بِعَجَائِبِ آيَاتِ اللهِ وَ دَلَائِلِ حُجَجِ اللهِ مِنْ بَعْدِهِمَا أَوْلِيَاؤُهُ أَدْخَلْتُهُ جَنَّتِي وَ إِنْ كَانَتْ ذُنُوبُهُ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ قَالَ فَلَمَّا بَعَثَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ نَبِيَّنَا مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا أُمَّتَكَ بِهٰذِهِ الْكَرَامَةِ ثُمَّ قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَلَى مَا اخْتَصَّنِي بِهِ مِنْ هٰذِهِ الْفَضِيلَةِ وَ قَالَ لِأُمَّتِهِ قُولُوا أَنْتُمُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَلَى مَا اخْتَصَّنَا بِهِ مِنْ هٰذِهِ الْفَضَائِلِ"۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، اور انہیں اپنے ساتھ راز و نیاز کرنے کے لئے منتخب کیا، ان کے لئے دریا کو چاک کیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور انہیں توریت اور تختیاں عطا کیں تو حضرت موسیٰ نے (اللہ کے حضور) اپنی منزلت کو دیکھ کر عرض کیا: اے پروردگار! تُو نے مجھے ایسی عزت بخشی ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی!۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے نزدیک میرے تمام فرشتوں اور تمام مخلوق سے افضل ہیں؟" حضرت موسیٰ نے عرض کیا: اے پروردگار! اگر محمدؐ تیرے نزدیک تمام مخلوقات سے زیادہ معزز ہیں تو کیا انبیاء کے خاندانوں میں میرا خاندان بھی ان کے خاندان سے زیادہ معزز ہے؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا نہیں جانتے کہ آلِ محمد تمام نبیوں کے خاندانوں پر ایسی فضیلت رکھتے ہیں جیسے محمدؐ تمام مرسلین پر فضیلت رکھتے ہیں؟۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا: اے میرے رب! اگر آل محمدؐ اسی طرح افضل ہیں تو کیا انبیاء کے اصحاب میں میرے اصحاب تیرے نزدیک سب سے افضل ہیں؟۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تم نہیں جانتے کہ محمدؐ کے صحابہ، تمام مرسلین کے صحابہ پر ایسے فضیلت رکھتے ہیں جیسے آل محمد تمام نبیوں کے خاندانوں پر اور محمدؐ تمام رسولوں پر فضیلت رکھتے ہیں؟۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اگر محمدؐ اور ان کے صحابہ ایسے ہیں جیسا تُو نے بیان فرمایا تو کیا انبیاء کی امتوں میں میری امت تیرے نزدیک افضل ہے؟ جن پر تُو نے بادل کا سایہ کیا، من وسلویٰ نازل فرمایا اور ان کے لئے دریا کا سینہ چاک کیا؟۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تم نہیں جانتے کہ امتِ محمدؐ تمام امتوں پر ایسے فضیلت رکھتی ہے جیسے محمدؐ میری تمام مخلوق پر فضیلت رکھتے ہیں؟۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! کاش میں انہیں دیکھ سکتا! اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے، کیونکہ ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا، لیکن تم انہیں جنتوں میں، جنتِ عدن اور فردوس میں محمدؐ کے ساتھ نعمتوں میں لطف اندوز ہوتے ہوئے دیکھو گے۔

اللہ نے فرمایا: "اے موسیٰ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں ان کی آوازیں سناؤں؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "ہاں، اے میرے معبود!۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے

فرمایا: میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ، اپنی کمر کس لو، جیسے کوئی عاجز بندہ جلیل بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

پس موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، پھر اللہ عز وجل نے آواز دی: اے امتِ محمد! سب نے جواب دیا، حالانکہ وہ ابھی اپنے آباء کی صلبوں اور ماؤں کے رحموں میں تھے: "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اسی لبیک کو تمہارا شعارِ حج قرار دیا۔

اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اے امتِ محمد! میری طرف سے تم پر فیصلہ ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے، اور میری بخشش میرے عذاب سے مقدم ہے، پس میں نے تمہاری دعا سے پہلے تمہیں قبول کیا اور تمہارے مانگنے سے پہلے تمہیں عطا کیا۔ تم میں سے جو مجھ سے اس حال میں ملے کہ وہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمدؐ میرے بندے اور رسول ہیں، ان کی باتیں سچی، ان کے افعال برحق ہیں اور علی بن ابی طالب (علیہما السلام) ان کے بھائی، وصی اور ان کے بعد ولی ہیں، جن کی اطاعت اسی طرح واجب ہے جیسے محمدؐ کی اطاعت واجب ہے، اور ان کے بعد جو میرے برگزیدہ، پاک و پاکیزہ، اور میری نشانیوں اور دلائل سے روشن اولیاء ہیں، وہ میرے اولیاء ہیں، اگر وہ میرے سامنے آئیں اگرچہ ان کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں؛ میں انہیں اپنی جنت میں داخل کر دوں گا۔

جب اللہ عزوجل نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ارشاد کیا: "اے محمد! تم کوہِ طور کے پاس نہ تھے جب ہم نے تمہاری امت کو اس عظیم کرامت سے نوازا۔" پھر اللہ عزوجل نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ) سے فرمایا: کہو: الحمد للہ رب العالمین، اس فضیلت پر جو اللہ نے مجھے عطا کی۔" اور اپنی امت سے فرمایا: تم کہو: الحمد للہ رب العالمین، ان فضائل پر جن سے اللہ نے ہمیں نوازا۔[1]

❁ ❁ ❁

[1] ۔ علل الشرائع، عیون آخبار الرضا علیہ السلام، بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۳۴۰۔

﴿بیت نہیں اہلبیت ہدایت کرتے ہیں﴾

بیت سے متعلق سورہ آل عمران کی آیت ۹۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے:
"إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ" بیشک سب سے پہلا گھر جو تمام انسانوں کے لئے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے، جو برکت والا اور تمام جہانوں کے لئے مرکز ہدایت ہے۔

روایت میں کچھ اس انداز سے مرقوم ہے: "عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّمَا سُمِّيَتْ مَكَّةُ بَكَّةَ لِأَنَّ النَّاسَ يَتَبَاكُّونَ فِيهَا" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مکہ کو بکہ اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ لوگ وہاں ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ یعنی نہ چاہتے ہوئے بھی اس بھیڑ بھاڑ میں لوگ ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں، مُبارَکًا یعنی مبارک ہے بابرکت ہے۔[1]

خدا نے اپنے بندوں کو اپنے گھر کی طرف بلایا اور جب بندے اس کے گھر کی طرف چلتے ہیں بنامِ عمرہ بنامِ حج تو یہی کہتے ہوئے جاتے ہیں "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ" کیا یہ معقول بات ہے کہ میزبان مہمان کے آنے سے پہلے ہی غائب ہو جائے؟ کوئی عقلمند انسان ایسا کام نہیں کرتا بلکہ یہ کام جاہلوں کا ہوتا ہے کہ میزبان غائب ہو جائے؛ عقلمند اور پڑھے لکھے لوگ ایسا کام نہیں کرتے کہ غائب ہو جائیں بلکہ وہ اپنی جگہ اپنے جیسے کو رکھ دیتے ہیں جو اس نظام کو سنبھال سکے؛ اللہ

---

[1] علل الشرائع، ج۲، ص۳۹۷۔

سبحانہ وتعالیٰ کو پتہ ہے کہ میں بندوں سے براہ راست نہیں مل سکتا لہٰذا اس حج اور عمرہ میں اپنی جگہ مہمانوں کو سنبھالنے کے لئے اور مایوس نہ ہونے کے لئے تیرہ رجب میں اپنے ولی کو رکھ دیا خانہ کعبہ میں بھیج دیا۔

وہ رب العزت ہے، اپنے بندوں کا بہت خیال رکھتا ہے، تمہیں جو ضرورت ہے مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو مستجاب کروں گا، کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ بچے اپنے ماں باپ سے روٹھ جاتے ہیں، روٹھ جانا بری بات نہیں ہے مگر روٹھنے کے بعد گھر سے نکل کر کسی غیر سے مانگنا یہ بہت بری بات ہے، بہت بڑا گناہ ہے، ذلت کا مسئلہ ہے، آپ تصور کریں اگر ہمارا بچہ ہمارے سامنے کسی غیر سے مانگے تو ہم کیا کریں گے! کتنی تکلیف ہوگی! کتنا دکھ ہوگا کہ میرا ہو کے غیر سے مانگ رہا ہے! ہم اسے لوگوں کے سامنے تو نہیں ڈانٹیں گے مگر اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے گھر لے آئیں گے اور اتنا ضرور پوچھیں گے کہ تم نے یہ کیا کیا؟ ہماری عزت پامال کر دی! خدا رب العزت ہے، سورہ صافات کی آیت ۱۸۰ میں ارشاد ہے: "سُبۡحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ" ہر عیب سے پاک ہے آپؐ کا پالنے والا مالک، جو عزت، زبردست طاقت اور غلبہ کا مالک ہے، جب ہمیں اپنی عزت کا اتنا خیال ہے تو وہ تو تمام عزتوں کا رب ہے وہ بھی تو یہی چاہے گا کہ ہم سے مانگو، ہمارے غیر سے مت مانگو! ہاں ہم اپنے بچہ سے یہ ضرور کہیں گے کہ اگر ہم سے نہیں مانگنا تھا تو کم از کم جو لوگ گھر میں موجود تھے ان سے مانگ لیتے! اسی لئے اللہ نے یہ اہتمام کیا کہ یا تو مجھ سے مانگو یا جسے میں نے تیرہ رجب کو اپنے گھر میں پیدا کیا ہے اس سے مانگ لو۔

" وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ " ھدیٰ کے معنی ہدایت رہنمائی یعنی راستہ بتانا، راستہ دکھانا، سمجھانا، روکنا ٹوکنا، بتانا، طواف کے درمیان اگر سات چکر میں سے تین چکر لگائیں اور آدمی بھول جائے کہ کتنے چکر لگائے ہیں تو کعبہ کا فریضہ ہے کہ آدمی کو بتائے کہ تم نے ابھی تین چکر لگائے ہیں چار باقی ہیں؛ اگر کسی کی نگاہ کسی کے پرس پر ہو، یا کسی پر غلط نظر ہو تو کعبہ سے آواز آنا چاہیے کہ یہ کیا کر رہے ہو! اسی چیز کو ہدایت کہا جاتا ہے لہٰذا اسے روکنا چاہیے، ٹوکنا چاہیے، مگر ایسا نہیں ہوتا؛ ایک بات تو یقینی ہے کہ خانہ کعبہ بولتا ہے مگر ہر ایک سے نہیں بولتا، جس کا ظرف پاکیزہ ہو اسی سے بولتا ہے، جن کے دست مبارک پر کنکر کلام کرنے لگے یہ انہی سے بولتا ہے۔ اب اگر ہم خانہ کعبہ کی آواز کو نہیں سن پا رہے ہیں تو ایسی ہستیوں کو تلاش کرنا پڑے گا جن سے خانہ کعبہ کلام کرتا ہے اور وہ اس کی زبان سمجھتی ہیں۔

اکثر فقیروں میں چرچے ہوتے رہتے ہیں کہ فلاں گھر سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا، فلاں گھر سے بہت ملتا ہے، فقیروں کی ان باتوں سے کیا مراد ہے؟ کیا مالک مکان انہیں اپنا پورا گھر دے دیتا ہے؟ نہیں ایسا تو نہیں ہے گھر تو بھیک میں کوئی نہیں دیتا، لیکن تعریف گھر کی ہی ہوتی ہے! فلاں گھر بہت اچھا گھر ہے، فلاں گھر بہت سخی ہے، فلاں گھر کسی کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتا، جب کہ گھر کچھ نہیں دیتا بلکہ گھر والے دیتے ہیں۔

" وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ " عالمین کے لئے ہدایت ہے؛ ایک بندہ خدا غلاف خانہ کعبہ پکڑے ہوئے اللہ سے کہہ رہا تھا معبود! مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔ " اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ " غلاف کعبہ پکڑے ہوئے مسلسل کہے جا رہا ہے،

پیچھے سے کسی نے شانے پہ ہاتھ رکھا اور کہا: "اَنَا صِرَاطُ الْمُسْتَقِیْم" دیکھا تو امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہا السلام کھڑے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ میں وہ سیدھا راستہ ہوں!۔

کعبہ کیا ہے؟ "وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ" عالمین کے لئے ہدایت ہے؛ قرآن کیا ہے؟ سورہ بقرہ کی آیت ۲ میں اس کا جواب ملتا ہے: "ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ" یہ (اللہ کی) وہ خاص کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے، یہ متقین کے لئے ہدایت ہے۔

توجہ کرنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے، کمپنی بھی جب کسی ایک مال کو تیار کرتی ہے مثلاً موبائل تیار کیا، فرج تیار کیا، ٹیپ ریکارڈ تیار کیا، تو اس کے ساتھ ایک کتاب بھی دیتی ہے جس کے اندر اسے چلانے کا طریقہ ہوتا ہے۔

انسان اشیاء کو خریدنے کے بعد پھر کسی ایسے آدمی کو تلاش کرتا ہے جو اس کتاب کو پڑھ سکے اور اسے سمجھ سکے نیز اس شخص کو چلانے کا طریقہ بتا سکے! اس لئے کہ کتاب ہر آدمی کی سمجھ میں نہیں آتی، کوئی شئے ہر ایک کے چلانے سے نہیں چلتی، اب سمجھ میں آیا کہ اسی طریقہ سے یہ دونوں (خانہ کعبہ اور قرآن کریم) ہدایت ضرور ہیں مگر یہ چیزیں کس طرح ہدایت کریں گی یہ بھی تو کوئی سمجھائے! اس چیز کو سمجھانے والی ذوات مقدسہ کا نام محمد و آل محمد ہے، جب دنیا کی معمولی سی کتاب، دنیا کی معمولی سی چیز، کسی استاد کے بغیر، کسی سمجھانے والے کے بغیر سمجھ میں نہیں آتی تو اللہ تعالیٰ نے ان اہم چیزوں (کعبہ اور قرآن) کی وضاحت کے لئے سمجھانے والا اپنے گھر سے دیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی اور اس کے پیچھے ایک مرد بھی طواف کر رہا تھا، اسی اثناء میں اچانک عورت کے بازو سے کپڑا ہٹا تو پیچھے آنے والے مرد نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پھر رکھ دیا، قدرت خداوندی سے اس کا ہاتھ اس کے بازو سے چپک گیا، اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی بڑی کوشش کی مگر کسی طرح سے بھی ہاتھ کو جدا نہیں کر سکا، لوگوں نے اسے پکڑ کر والی مکہ کے حوالہ کر دیا، والی مکہ نے فقہاء سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیے کیونکہ اس نے حرم کعبہ میں گناہ کبیرہ انجام دیا ہے، والی مکہ نے حاضرین سے پوچھا کہ کیا اس وقت اولاد رسولؐ میں سے کوئی فرد یہاں موجود ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! امام حسین علیہ السلام گزشتہ رات ہی یہاں پہنچے ہیں، اس نے آپؑ کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی آپؑ تشریف لائے اور اس نے مرد و عورت کی حالت آپؑ کو دکھائی، آپؑ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور کافی دیر تک دعا میں مصروف رہے، پھر آپؑ اٹھ کر مرد و عورت کے پاس آئے اور مرد کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ عورت کے بازو سے ہٹ گیا، والی مکہ نے آپؑ سے پوچھا کہ کیا اس شخص کو سزا ملنی چاہیے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔[1]

اب تو یہ ثابت ہو گیا ناں کہ گھر نہیں بلکہ گھر والے ہدایت کرتے ہیں! قرآن کہتا ہے گھر ہدایت کرتا ہے، اللہ کہتا ہے قرآن ہدایت کرتا ہے جب کہ گھر بھی خاموش شئے ہے اور قرآن بھی خاموش شئے ہے، سامنے کی مثال پیش کروں ہم لوگ اکثر دعوتوں میں جاتے ہیں، بسا اوقات بہت اچھی چیز کھانے کو مل جاتی ہے، تو آپس میں

[1]۔ مدینۃ المعاجز، ج۲، ص۱۵۸۔

کہتے ہیں کہ بھائی ماشاءاللہ اس نے دو پلیٹ کھایا، اس نے دو گلاس جوس پیا، ایمان سے بتائیے کہ کیا کوئی پلیٹ کھاتا ہے؟ کیا کوئی گلاس پیتا ہے؟ لیکن یہی کہا جاتا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ اتنی تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ پلیٹ نہیں کھاتے پلیٹ میں موجود چیز کو کھایا جاتا ہے، گلاس نہیں پیتے بلکہ گلاس میں موجود چیز کو پیتے ہیں، بس یہاں سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ گھر نہیں ہدایت کرتا بلکہ گھر میں موجود افراد ہدایت کرتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

﴿مسجد جمکران کا واقعہ﴾

ایک نہایت مشہور اور اہم واقعہ جو امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی طرف منسوب ہے۔

خواب یا مشاہدہ: بتاریخ: ۱۷ رمضان ۳۷۳ ہجری یا بعض مورخین کے مطابق ۳ شعبان ۳۹۳ ہجری)

شیخ حسن بن مثلہ جمکرانی کہتے ہیں کہ ایک رات میں اپنے وطن گھر پر سویا ہوا تھا کہ ایک جماعت نے دروازہ پر دستک دیا اور کہا اے حسن بن مثلہ! امام زمانہ(عج) نے تمہیں بلایا ہے۔

چنانچہ میں فوراً اٹھا اور جواب دیا کہ ابھی حاضر ہوتا ہوں، ذرا کپڑے پہن لوں، قمیص اٹھائی تو باہر سے آواز آئی کہ یہ تمہاری قمیص نہیں ہے، میں نے دوسری پہن لی پھر پائجامہ پہننا چاہا تو اس پر بھی آواز آئی یہ تمہارا پائجامہ نہیں ہے، میں نے دوسرا پہنا اس کے بعد دروازہ کی کنجی تلاش کرنے لگا؛ آواز آئی: دروازہ کھلا ہوا ہے، خیر باہر آیا تو دیکھا کہ کچھ لوگ کھڑے ہوئے ہیں جن کو میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب سلام دیا، مجھے ایک میدان میں لے کر گئے جہاں پر ایک تخت پر مسند بچھی ہوئی تھی اور نورانی چہرے اس پر موجود تھے ان کے گرد کچھ لوگ عبادت میں مصروف تھے ان میں کچھ لوگوں کے سفید لباس تھے جن کے لباس سبز تھے؛ ان میں ایک جوان تھے اور ایک بزرگ بھی تھے، میں نے پوچھا یہ جوان کون ہے؟ بتایا گیا کہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں، جب میں نے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ

جناب خضر علیہ السلام ہیں، میں قریب پہنچا، سلام عرض کیا اور حضرت حجتؑ نے میرا نام لے کر فرمایا: حسن مثلہ! تم حسن مسلم کے پاس جاؤ اور کہو کہ تم چند سال سے زمین کو اپنے کام میں لا رہے ہو یعنی زراعت کرتے ہو جس کو ہم خراب کر دیتے ہیں مگر تم نہیں مانتے اور اس سال بھی ایسا ہی کرنا چاہتے ہو! اب تم کو اس کی اجازت نہیں ہے اور جو کچھ اس زمین سے نفع پایا ہے وہ واپس کر دو تاکہ یہاں مسجد بنائی جائے؛ اس سے یہ کہہ دینا کہ یہ زمین مقام شرف ہے، خداوند عالم نے دوسری زمینوں میں سے اس سرزمین کو خاص شرف بخشا ہے جس کو تم نے اپنی زمین میں ملا رکھا ہے، تمہارے دو جوان بیٹے بھی مر گئے ہیں اور تم پھر بھی متوجہ و متنبہ نہیں ہوئے! اگر اب تم نہ مانے تو تمہیں ایسی تکلیف پہنچے گی کہ خبر تک بھی نہ ہوگی۔

حسن مثلہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: آقا! مجھے کوئی نشانی دے دیجئے کیونکہ نشانی کے بغیر لوگ میری بات نہیں سنیں گے، فرمایا: ہم تمہارے قول کی تصدیق کے لئے یہاں علامات اور نشانات لگائے دیتے ہیں، تم پیغام رسانی کا کام کرو، ابو الحسن کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ کھڑے ہوں اور حسن مسلم سے چند سالہ منافع وصول کر کے دوسروں کے حوالے کر دیں تاکہ مسجد بننے لگے اور جو کمی رہ جائے وہ مقام رہیق سے لے لیں جو ہماری ہی ملکیت ہے اور اسے ہم نے اس کا آدھا حصہ مسجد کے لئے وقف کر دیا ہے؛ جاکر لوگوں سے کہو کہ اس جگہ کی طرف راغب ہوں اور اس کو عزیز شمار کریں۔

یہاں آکر چار رکعت نماز پڑھیں، دو رکعت تہیت مسجد کی نیت سے پڑھی جائے گی جس کی ہر رکعت میں الحمد کے بعد سات مرتبہ قل ھو اللہ، رکوع میں ذکر رکوع

سات مرتبہ، سجدے میں ذکر سجدہ سات مرتبہ، اسی طرح دوسری رکعت پڑھی جائے گی۔

اس کے بعد دو رکعت نماز امام زمانہؑ پڑھیں، الحمد کی تلاوت کے درمیان جب "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ" پر پہنچیں تو اس ذکر کو س مرتبہ پڑھیں اور پھر سورہ کو مکمل کریں، رکوع میں ذکر رکوع سات مرتبہ، سجدہ میں ذکر سجدہ سات مرتبہ، اسی طرح سے دوسری رکعت بھی پڑھی جائے؛ نماز تمام کرنے کے بعد "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ وَحۡدَہٗ" کہیں اور تسبیح سے فارغ ہونے کے بعد ۱۰۰ مرتبہ درود پڑھیں اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: جس نے یہاں پہنچ کر یہ نماز پڑھی اس نے گویا خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔

پھر امامؑ نے فرمایا: جعفر کاشانی ایک چرواہا ہے، اس کے گلہ میں ایک بکرا ہے، اس کو خرید لینا، اگر بستی والے قیمت ادا کردیں تو خیر ورنہ تم اپنے پاس سے خرید لینا، اس بکرے کو اس جگہ کل رات میں ذبح کردینا اور دن میں ماہ رمضان المبارک کی ۱۸ تاریخ ہوگی لہٰذا اس کا گوشت ان لوگوں کو تقسیم کیا جائے جو بیمار ہوں، خداوند عالم اس کے کھانے کہ سبب سب کو شفا عطا فرمائے گا؛ وہ بکرا چتیلے رنگ کا بہت زیادہ بالوں والا ہے، جس پر درہم کے برابر سیاہ و سفید سات نشان ہیں، تین ایک طرف ہیں اور چار دوسری جانب ہیں، حسن بن مثلہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے گھر آیا رات بھر فکر مند تھا، یہاں تک کہ صبح کی نماز کے بعد علی بن منظر کے یہاں پہنچا، سارا واقعہ بیان کیا، پھر میں اور وہ دونوں اسی جگہ آئے جس جگہ کی امامؑ نے نشاندہی کی تھی ہم نے دیکھا کہ علامت کے طور پر زنجیریں اور میخیں پڑی ہوئی ہیں اور وہاں سے ہم

دونوں سید ابوالحسن کے مکان کی طرف آئے، ان کے خادم نے کہا: وہ تو سحر کے وقت سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں! کیا آپ جمکران کے رہنے والے ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں تب ان کو اطلاع دی گئی، ہم اندر گئے، سلام کیا، انہوں نے باعزت جواب دے کر بڑی مہربانی سے اپنے پاس بیٹھایا اور قبل اس کے کہ میں کچھ بیان کروں انہوں نے کہا: اے حسن بن مثلہ! میں نے رات ایک صاحب کو خواب میں دیکھا جنہوں نے یہ فرمایا کہ جمکران کا رہنے والا ایک شخص جس کا نام حسن بن مثلہ ہے صبح کو تمہارے پاس آئے گا، جو کچھ وہ کہے اس کی تصدیق کرنا، اس کے بیان پر اعتماد رکھنا، اس کا قول ہمارا قول ہے، ایسا نہ ہو کہ تم اس کی تردید کرو، جب سے خواب دیکھ کر اٹھا ہوں تبھی سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں، اس کے بعد میں نے مفصل واقعہ بیان کیا جس کو سن کر ابو الحسن نے گھوڑوں کی تیاری کا حکم دیا اور ہم سب سوار ہو کر روانہ ہو گئے، جب جمکران کے قریب پہنچے تو وہاں جعفر (چرواہا) کو بکریوں سمیت پایا، ہم وہاں پر ان کے گلہ کے طرف بڑھے تو ایک بکرا جو سب سے پیچھے تھا وہ دوڑتا ہوا میرے پاس آیا میں نے جعفر کو قیمت دینا چاہی مگر اس نے قسم کھا کر کہا: یہ بکرا میرے گلہ کا نہیں ہے، میں نے آج تک اس کو کبھی نہیں دیکھا، آخر اس کو لے کر اس مقام پر آئے اور ذبح کیا، ساتھ میں حسن مسلم کو بلایا گیا اور اس سے رقم وصول کی گئی، موضع رہیق کے غلات بھی لئے گئے اور مسجد کی تیاری کی گئی، یہاں موجود زنجیر اور میخیں اپنے ساتھ لے کر حسن مثلہ اپنے گھر گئے، بیمار لوگ آتے اپنے بدن سے مس کرتے اور شفا پا کر خوش ہوتے چلے جاتے، سید ابوالحسن کے بعد ان کے فرزند بیمار ہوئے تو وہ صندوق انہوں نے کھولا جس میں زنجیر رکھی تھی مگر وہ نہ ملی، وہ زنجیر غائب ہو چکی تھی۔

خلاصہ کلام اور نتیجہ: سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ آنے والوں نے کہا: یہ آپ کا لباس نہیں ہے، دوسری چیز دروازہ کھلا ہوا ہے، دوسرا لباس پہن کر باہر آئے اور امامؑ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب امامؑ اپنے چاہنے والوں سے ملنا چاہتے ہیں تو ایک چیز یہ کہ اس کے وجود میں ہر چیز پاک ہو اور دوسری چیز یہ کہ کتنا بھی دنیا دروازہ بند رکھے، امامؑ ان سب دروازوں کو کھلوا دیتے ہیں اور شرف زیارت عطا کرتے ہیں۔

نماز میں "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" دس مرتبہ، سمجھنے کو تو بہت کچھ ہے؛ ہم اپنے مدرسہ میں یا اسکول میں جب ابتدائی تعلیم میں کوئی ایک غلطی کرتے تھے تو استاد اس کے اوپر لکھتا اور کہتا تھا کہ اس کو ۱۰ مرتبہ لکھو، اب سمجھ میں آیا جس چیز کو ہم غلط لکھتے ہیں یا غلط پڑھتے ہیں اسی کو دوہرانے کے لئے کہا جاتا ہے، ہم توحید کے معاملہ میں کمزور ہیں اور مدد کے سلسلہ میں دنیا کے لوگوں کی جیبوں پہ ہماری نگاہیں رہتی ہیں، اللہ چاہتا ہے کہ عبادت بھی ہماری کرو اور مدد بھی ہم سے چاہو۔

❁ ❁ ❁

﴿جناب زینب سلام اللہ علیہا﴾

زینب در حقیقت عربی کا ترکیبی لفظ ہے جو "زین" اور "اب" سے مل کر بنا ہے جس کا مطلب ہے "باپ کی زینت"۔ جناب زینبؑ کی فضیلت کے لئے یہی بہت ہے کہ آپؑ علیؑ جیسے باپ کی زینت ہیں اور آپؑ کو سارا جہاں زینب کہتا ہے۔

زینت سے متعلق سورہ صافات کی آیت ۶ میں ارشاد ہوتا ہے: "إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ" حقیقتاً ہم نے دنیا کے آسمان کو ستاروں سے سجا بنا کر خوب آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔

قارئین کرام! آسمان بلند ہے، جو بلند ہے اس کے لئے اللہ نے ستاروں کو زینت قرار دیا ہے، علی علیہ السلام بذات خود بلند ہیں لیکن آپؑ نے یہ کہا کہ میری بیٹی "زین اب" ہے یعنی اپنے باپ کی زینت ہے، ایک جملہ میں یہ کہا جائے کہ جو ساری دنیا کی زینت ہوا سے علیؑ کہتے ہیں اور جو علیؑ کی زینت ہوا سے زینبؑ کہتے ہیں۔

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: "اَنَا عِزُّ الدِّيْنِ، أَنَا زَيْنُ الدِّيْنِ" میں دین کی عزت ہوں میں دین کی زینت ہوں۔[1]

علی علی السلام کے اس جملہ میں فصاحت و بلاغت پوشیدہ ہے یعنی علی علیہ السلام کعبہ کی زینت ہیں، قران کی زینت ہیں، مومن کی زینت ہیں، جو دین و کعبہ و قران کی زینت ہوا سے علیؑ کہتے ہیں اور جو علیؑ کی زینت ہوا سے زینب کہتے ہیں۔

---

[1]۔ الروضۃ فی فضائل امیر المؤمنین علیہ السلام، ج ۱، ص ۴۵۔

سورہ کہف کی آیت ۴۶ میں ارشاد ہوتا ہے: "اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا" مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں؛ قارئین کرام! اولاد ایک بہت بڑی نعمت ہے، دعا کرتے ہیں اس خاص بی بی کی ولادت کے موقع پر جن کی گود اولاد سے خالی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اولاد صالح عطا فرمائے اور جنہیں مل گئی ہے انہیں بااخلاق و باکردار زندگی گزارنے کی توفیق عطا کرے۔

عزیزان گرامی! اولاد ماں باپ کی زینت ہیں، حسنؑ و حسینؑ جیسے امام وقت ہوتے ہوئے جو اپنے باپ کی زینت بن جائے اس بی بی کا نام زینب کبریٰ ہے۔

لفظ "زینب" میں پانچ نقطے اور چار حرف ہیں "ز، ی، ن، ب" اپنی ماں زہرا سلام اللہ علیہا کا پہلا لفظ "ز" لیا اور بابا علی مرتضیٰ کے علیؑ کا آخری لفظ "ی" لیا؛ دونوں بھائی حسنین کے بیچ سے "ن" لے لیا، یہ ہو گیا "زین" یعنی زینت، کس کی زینت؟ وہ جو آخری حرف "ب" بچ گیا تھا اس "ب" کے نقطہ کی زینت ہیں، ان تمام حروف کے کمالات ذاتِ زینبؑ میں جمع ہو گئے؛ جہاں پنجتن کی فضیلتیں سمٹ جائیں اس ذات کو زینب کہا جاتا ہے۔ شاعر نے اس چیز کو اس طرح سمجھایا:

گفتگو اس کی پھول جیسی تھی
اس کی خصلت رسول جیسی تھی
حوصلہ اس میں تھا علیؑ والا
شکل زینب بتول جیسی تھی

لفظ "ب" کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے، یہ وہ "باء" ہے جو دیکھنے میں ایک نقطہ لئے ہوئے ہے لیکن یہ نقطہ مکمل شریعت ہے، یہ دین کی عزت ہے، علی علیہ السلام

نے فرمایا: میں بائے بسم اللہ کا نقطہ ہوں، یہ نقطہ کہیں اور نظر نہیں آتا یا تو زینبؑ کے باء میں نظر آتا ہے یا عباسؑ کے باء میں دکھائی دیتا ہے؛ نہ تو حسنؑ میں نہ ہی حسینؑ میں فقط انہی دونوں بھائی بہن میں ہے اور کمال یہ ہے کہ یہ نقطہ صرف نقطہ نہیں بلکہ حقیقت میں اس کی تاثیر بھی نظر آئی، جب شہزادی نے تقریر کی تو لوگ علی سمجھے، جب عباسؑ صفین میں آئے تو دشمنوں کو علیؑ معلوم ہوئے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی پھوپھی زینب سلام اللہ علیہا کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عليه السلام يَا عَمَّةِ اُسْكُتِي، فَفِي الْبَاقِي مِنَ الْمَاضِي اِعْتِبَارٌ وَ أَنْتِ بِحَمْدِ اللهِ عَالِمَةٌ غَيْرُ مُعَلَّمَةٍ، فَهِمَةٌ غَيْرُ مُفَهَّمَةٍ، إِنَّ الْبُكَاءَ وَ الْحَنِينَ لاَ يَرُدَّانِ مَنْ قَدْ أَبَادَهُ الدَّهْرُ فَسَكَتَتْ" اے میری پھوپھی! خاموش ہو جائیے، کیونکہ جو کچھ گزر گیا اس میں باقی رہنے والوں کے لئے عبرت ہے۔ اور آپ الحمد للہ ایسی عالمہ ہیں جنہیں کسی نے تعلیم نہیں دی، ایسی فہیمہ ہیں جنہیں کسی نے سمجھایا نہیں۔ یقیناً رونا اور آہ و فغاں کرنا اُس کو واپس نہیں لا سکتے جسے زمانہ نے فنا کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت زینبؑ خاموش ہو گئیں۔[1]

کلام مولا سجادؑ میں فصاحت و بلاغت پوشیدہ ہے، کوفہ کے کم ظرفوں کے لئے ایک بہترین پیغام ہے جس کے اندر فضیلت کے دو رخ موجود ہیں، ایک تو یہ کہ شہزادی کا کوئی استاد نہیں دوسرا یہ کہ جس زینب کا کوئی استاد نہ ہو اس زینب کے باپ کا دنیا میں کون استاد ہو گا! یا لفظوں کو بدل کر اس طرح کہا جائے کہ جو کعبہ میں آتے ہی کہے کہ یا رسول اللہ! میں توریت سناؤں، زبور سناؤں، انجیل سناؤں، اسی کی لخت

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۶۲۔

جگر زینب ہے جس کا نہ کوئی استاد ہے، نہ کوئی سمجھانے والا ہے، یہ ایسی ہستیاں ہیں جو پڑھنے نہیں بلکہ پڑھانے آئی ہیں، سمجھنے نہیں بلکہ سمجھانے آئی ہیں۔

جو جملہ امامِ مظلوم امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے کربلا میں رخصتِ آخر کے وقت فرمایا وہ جملہ بہت ہی درد انگیز اور روحانی ہے: "إِنَّ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا وَدَّعَ أُخْتَهُ زَيْنَبَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَدَاعَهُ الْأَخِيْرَ قَالَ لَهَا: يَا أُخْتَاهُ، لَا تَنْسِيْنِي فِيْ نَافِلَةِ اللَّيْلِ" جب امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے آخری بار وداع کیا تو فرمایا: اے میری بہن! مجھے اپنی نمازِ شب میں فراموش نہ کرنا۔

یہ مختصر مگر گہرا جملہ امام حسین علیہ السلام کی روحانی عظمت اور عبادتِ الٰہی سے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ کربلا جیسے سخت ترین لمحہ میں بھی امام کی نگاہ عبادت و دعا پر ہے۔ امام حسینؑ اپنی بہن سے دنیاوی یاد نہیں بلکہ عبادی یاد مانگتے ہیں یعنی دعا میں یاد رکھنا، خاص طور پر نماز شب میں جو قربِ الٰہی کا اعلیٰ مقام ہے۔

حضرت زینبؑ کے لئے یہ ایک روحانی وصیت تھی جو واقعہ کربلا کے بعد بھی ان کے دل میں ہمیشہ باقی رہی۔[1]

❁ ❁ ❁

[1] ۔ عوالم العلوم والمعارف والاحوال، شیخ عبداللہ بحرانی، ج ۱۱، ص ۹۵۴۔

﴿جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا﴾

عربی لغت میں کلثوم کا معنی "ستارے جیسا درخشندہ چہرہ" ہے دوسرا معنی "ریشمی پرچم" آپؑ کے نام میں کل سات حروف ہیں، آپؑ ۱۸ ربیع الاوّل سن ۷ ہجری میں پیدا ہوئیں، عجیب ربط ہے نام میں بھی سات حروف، پیدائش کا سن بھی سات ہجری! یقیناً کوئی نہ کوئی راز ضرور ہے کہ طواف کعبہ بھی سات مرتبہ، صفا و مروہ کے چکر بھی سات، الحمد کی آیات بھی سات، اللہ نے آسمان بھی سات بنائے، یہ سات کا عدد یقیناً اپنے اندر کوئی نہ کوئی راز ضرور چھپائے ہوئے ہے جس سے پردہ، پردہ غیب والے ہی اٹھائیں گے۔

شہزادی ام کلثومؑ ایک ایسا گلدستہ ہیں جس میں صبر و رضا، شجاعت، عصمت اور طہارت کے پھول مہک رہے ہیں؛ شہزادی ام کلثومؑ ایسی شمع ہیں جس میں امامت و رسالت کے کلام کی روشنی لو دے رہی ہے۔

شہزادی ام کلثومؑ اس باعظمت بی بی کا نام ہے جو آغوش فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی پلی بڑھی اور پرورش یافتہ ہے۔

شہزادی ام کلثومؑ اس باعظمت بی بی کا نام ہے جو دو اماموں کے بیچ میں چلی، جب کہیں سفر کرتی اور خاص طور سے جب روضہ رسولؐ پہ جاتی تو مولا امام حسنؑ آگے ہوتے اور امام حسین علیہ السلام پیچھے ہوتے؛ جو دو اماموں کے درمیان چلے اسے ام کلثومؑ کہا جاتا ہے، امّ کلثومؑ اس باعظمت بی بی کا نام ہے جنہیں کربلا چلتے ہوئے عباسؑ باوفا نے سوار کرایا تھا۔

(مدح جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا)

نور عصمت کی ہی تنویر ہیں ام کلثومؑ
گوہرِ معدنِ تطہیر ہیں ام کلثومؑ

اپنی نانی کی ہیں تصویر تو زینبؑ لیکن
اپنی دادی کی تو تصویر ہیں ام کلثومؑ

ناصر سید والاؑ ہیں جناب زینبؑ
ناصر زینبؑ دلگیر ہیں ام کلثومؑ

خود تلاوت جسے کرتی ہے لسان عصمت
دست خالق کی وہ تحریر ہیں ام کلثومؑ

بانیٔ ماتم شبیر ہیں خواہر ان کی
ناشر ماتم شبیرؑ ہیں ام کلثومؑ

ان کی چادر کا بھی ہے دین خدا پر احسان
اس لئے دین کی توقیر ہیں ام کلثومؑ

اب بھی دیتی ہے ہر ایک آیہ کوثر یہ صدا
شہؑ کی طرح میری تفسیر ہیں ام کلثومؑ

جیسے گویا تھی کبھی بنت اسد کعبہ میں
اب اسی لہجہ کی تقریر ہیں ام کلثومؑ

ان کا بھائی ہے ابوالفضل تو یہ کیوں نہ کہوں
خود فضائل کی بھی توقیر ہیں ام کلثومؑ

ہر دعا کہتی ہے اے موسٓن جناب حق میں
اے خدا ضامن تاثیر ہیں ام کلثومؑ

❀ ❀ ❀

ایک روایت میں شہزادی ام کلثوم سلام اللہ علیہا کے متعلق اس طرح نقل ہوا ہے: "عَنْ عُمَرَ بْنِ أُذَيْنَةَ قَالَ: قِيلَ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ النَّاسَ يَحْتَجُّونَ عَلَيْنَا وَ يَقُولُونَ إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ زَوَّجَ فُلَاناً ابْنَتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ وَ كَانَ مُتَّكِئاً فَجَلَسَ وَ قَالَ أَيَقُولُونَ ذَلِكَ إِنَّ قَوْماً يَزْعُمُونَ ذَلِكَ لَا يَهْتَدُونَ إِلَى سَوَاءِ السَّبِيلِ سُبْحَانَ اللهِ مَا كَانَ يَقْدِرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يَحُولَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا فَيُنْقِذَهَا كَذَبُوا وَ لَمْ يَكُنْ مَا قَالُوا إِنَّ فُلَاناً خَطَبَ إِلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِنْتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ فَأَبَى عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِلْعَبَّاسِ وَ اللهِ لَئِنْ لَمْ تُزَوِّجْنِي لَأَنْتَزِعَنَّ مِنْكَ السِّقَايَةَ وَ زَمْزَمَ فَأَتَى الْعَبَّاسُ عَلِيّاً فَكَلَّمَهُ فَأَبَى عَلَيْهِ فَأَلَحَّ الْعَبَّاسُ فَلَمَّا رَأَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَشَقَّةَ كَلَامِ الرَّجُلِ عَلَى الْعَبَّاسِ وَ أَنَّهُ سَيَفْعَلُ بِالسِّقَايَةِ مَا قَالَ أَرْسَلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى

جِنِّیَّةٍ مِنْ أَهْلِ نَجْرَانَ يَهُودِيَّةٍ يُقَالُ لَهَا سَحِيفَةُ بِنْتُ جُرَيْرِيَةَ - فَأَمَرَهَا فَتَمَثَّلَتْ فِي مِثَالِ أُمِّ كُلْثُومٍ - وَ حُجِبَتِ الْأَبْصَارُ عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ وَ بَعَثَ بِهَا إِلَى الرَّجُلِ فَلَمْ تَزَلْ عِنْدَهُ حَتَّى إِنَّهُ اِسْتَرَابَ بِهَا يَوْماً فَقَالَ مَا فِي الْأَرْضِ أَهْلُ بَيْتٍ أَسْحَرُ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ - ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُظْهِرَ ذٰلِكَ لِلنَّاسِ فَقُتِلَ وَ حَوَتِ الْمِيْرَاثَ وَ انْصَرَفَتْ إِلَىٰ نَجْرَانَ وَ أَظْهَرَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أُمَّ كُلْثُومٍ " اہلِ سنت کے یہاں مشہور ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہؑ کا نکاح خلیفہ دوّم کے ساتھ کیا لیکن شیعہ مصادر میں کئی روایات اس کی تردید کرتی ہیں اور یہ واضح کرتی ہیں کہ ایسا نکاح حقیقت میں نہیں ہوا۔

عمر بن اُذینہ کہتے ہیں: کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح فلاں (یعنی خلیفہ دوّم) سے کیا تھا۔ امام صادقؑ (جو اس وقت ٹیک لگائے بیٹھے تھے) سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: کیا لوگ یہ کہتے ہیں؟ جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں وہ سیدھی راہ پر نہیں ہیں۔ سبحان اللہ! کیا امیر المؤمنینؑ کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو بچا لیتے؟ وہ لوگ (یقیناً) جھوٹ بولتے ہیں، ایسا نہیں ہوا۔

ہوا یہ کہ فلاں شخص نے ام کلثومؑ کا ہاتھ مانگا تو امیر المؤمنینؑ نے انکار کر دیا۔ پھر وہ عباس (علیؑ کے چچا) کے پاس گیا اور کہا: اگر تم نے میری شادی نہ کرائی تو میں تم سے زمزم اور سقایہ (کعبہ میں پانی پلانے کی خدمت) چھین لوں گا۔

عباس نے علیؑ سے بات کی مگر آپؑ نے انکار فرمایا؛ انکار کے بعد اس شخص کا اصرار بہت بڑھ گیا اور عباس پر دباؤ ڈالا۔

جب امیر المؤمنینؑ نے یہ صورتحال دیکھی تو ایک جنّی عورت کو بلایا جو نجران کی یہودیہ تھی، اس کا نام "صحیفہ بنت جریریہ" تھا۔ آپؑ نے اسے حکم دیا، وہ ام کلثوم کی مانند صورت اختیار کر گئی۔

پھر لوگوں کی آنکھوں کو حقیقت سے محجوب کر دیا گیا اور اس جنّی عورت کو ام کلثوم سمجھ کر اس مرد کے حوالہ کر دیا گیا۔ وہ عورت مدت تک اس کے پاس رہی۔ ایک دن اس نے شک کیا اور کہا: زمین پر بنی ہاشم سے زیادہ جادوگر کوئی نہیں! پھر وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کو یہ بات بتائے، لیکن وہ مارا گیا۔ جب وہ مرا تو وہ عورت (جنّی) میراث لے کر نجران واپس چلی گئی۔ اس کے بعد امیر المؤمنینؑ نے اصل ام کلثوم کو ظاہر کر دیا۔[1]

اس روایت میں امام جعفر صادقؑ صاف انکار کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی ام کلثومؑ کو کسی غیر کے نکاح میں نہیں دیا۔ روایت کے مطابق: جو مشہور نکاح بتایا جاتا ہے وہ حقیقت نہیں بلکہ ایک الٰہی تدبیر تھی تاکہ اہلِ بیتؑ کی عزت محفوظ رہے اور باطل کا جھوٹ ظاہر ہو۔

ہم اپنے بچوں کا، اپنی بیٹیوں کا نکاح کس کے ساتھ کرنا مناسب سمجھیں گے؟ باصلاحیت ہو، بااخلاق ہو، نیک ہو، کمانے والا ہو، اس کے پاس کچھ رقم ہو، اپنی بیٹی کو فقیر کے ہاتھوں تھوڑی سونپ دیں گے! اپنی بیٹی کا نکاح جاہل کے ساتھ تھوڑی کر دیں گے!۔

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۸۸۔

لیکن ایک بات غور کرنے کے قابل ہے: کتنا بھی امیر ہو! کتنا بھی نیک ہو! اگر اس کا اخلاق یہ ہو کہ وہ شراب پیتا ہو، یا دھوکہ باز ہو، ایسی صورت میں بھی رشتہ نہیں دیں گے، جب ہم یہ سب چیزیں تلاش کرتے ہیں تو علی مرتضیٰ علیہ السلام اپنی بیٹی ایسے انسان کے حوالہ کیسے کر سکتے تھے جو بد اخلاق ہو، شرابی ہو، جواری ہو، دھوکہ باز ہو، آئیے ایک چیز واضح کرتے ہیں: علی علیہ السلام باپ ہیں اس امت کے، اکثر و بیشتر باپ یہ کام کرتا ہے کہ اگر اس کا بچہ کسی شیشہ کی چیز کو لینے کی ضد کرے اور باپ کو معلوم کہ وہ بچہ اس چیز کو نہیں سنبھال پائے گا تو اس کی مثل لکڑی وغیرہ کی چیز دے دیتا ہے اور کہتا کہ یہ تمہارے لئے مناسب ہے، ماں باپ جانتے ہیں کہ بچوں کو کیا دینا چاہئے، علی علیہ السلام بھی جانتے ہیں کہ معصوم گھرانہ کی خوبصورت بیٹی اس کے لائق نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اسی کے مثل ایک چیز دے دی، آپؑ نے یہ تو نہیں کہا کہ یہ ام کلثوم ہے! سمجھنے والا کچھ بھی سمجھتا رہے۔ لینے والا لیکر بھی چلا گیا؛ یہ کوئی خرید و فروخت کا معاملہ نہیں ہے کہ کہا جائے علی نے دھوکہ دے دیا۔

(مدح شہزادی ام کلثومؑ)

لو آج کا عنوان ہیں شہزادیِ کلثومؑ
ہم رتبہ قران ہیں شہزادیِ کلثومؑ

شاہد ہے نگہبانیِ عباس دلاورؑ
غیرت کی نگہبان ہیں شہزادیِ کلثومؑ

ہے مصحفِ احساس پہ تحریر عبارت
اللہ کا احسان ہے شہزادیِ کلثومؑ

کردار میں زہراؑ ہیں تو سیرت میں خدیجہؑ
اور ذات میں عمرانؑ ہیں شہزادیِ کلثومؑ

وہ واقفِ اسرارِ امامت ہیں جہاں میں
وہ دین کی پہچان ہیں شہزادی کلثومؑ

ہر ایک عمل آیہ قران کی تفسیر
اور مرکزِ ایقان ہیں شہزادی کلثومؑ

اعجازؔ ہر ایک صاحبِ غیرت کا ہے ایمان
پردہ کا بھی ایمان ہیں شہزادی کلثومؑ

خطبہ جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا: نہایت دردناک منظر پیش کرتے ہوئے شہزادیؑ خطبہ ارشاد فرماتی ہیں:" قَالَ: وَ خَطَبَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنْ وَرَاءِ كِلَّتِهَا رَافِعَةً صَوْتَهَا بِالْبُكَاءِ فَقَالَتْ يَاأَهْلَ الْكُوفَةِ سَوْأَةً لَكُمْ مَا لَكُمْ خَذَلْتُمْ حُسَيْناً وَ قَتَلْتُمُوهُ وَانْتَهَبْتُمْ أَمْوَالَهُ وَوَرِثْتُمُوهُ وَ سَبَيْتُمْ نِسَاءَهُ وَ نَكَبْتُمُوهُ فَتَبّاً لَكُمْ وَ سُحْقاً وَيْلَكُمْ أَ تَدْرُونَ أَيَّ دَوَاهٍ دَهَتْكُمْ وَ أَيَّ وِزْرٍ عَلَى ظُهُورِكُمْ حَمَلْتُمْ وَ أَيَّ دِمَاءٍ

سَفَكْتُمُوهَا وَ أَيَّ كَرِيمَةٍ أَصَبْتُمُوهَا وَ أَيَّ صِبْيَةٍ سَلَبْتُمُوهَا وَ أَيَّ أَمْوَالٍ انْتَهَبْتُمُوهَا قَتَلْتُمْ خَيْرَ رِجَالَاتٍ بَعْدَ النَّبِيِّ وَ نُزِعَتِ الرَّحْمَةُ مِنْ قُلُوبِكُمْ أَلَا حِزْبُ اللهِ هُمُ الْفَائِزُونَ وَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ثُمَّ قَالَتْ قَتَلْتُمْ أَخِي صَبْراً فَوَيْلٌ لِأُمِّكُمْ سَتُجْزَوْنَ نَاراً حَرُّهَا يَتَوَقَّدُ سَفَكْتُمْ دِمَاءً حَرَّمَ اللهُ سَفْكَهَا وَ حَرَّمَهَا الْقُرْآنُ ثُمَّ مُحَمَّدٌ أَلَا فَابْشِرُوا بِالنَّارِ إِنَّكُمْ غَداً لَفِي سَقَرٍ حَقّاً يَقِيناً تُخَلَّدُوا وَ إِنِّي لَأَبْكِي فِي حَيَاتِي عَلَى أَخِي عَلَى خَيْرِ مَنْ بَعْدَ النَّبِيِّ سَيُولَدُ بِدَمْعٍ غَزِيرٍ مُسْتَهَلٍّ مُكَفْكَفٍ عَلَى الْخَدِّ مِنِّي ذَائِباً لَيْسَ يَجْمُدُ قَالَ فَضَجَّ النَّاسُ بِالْبُكَاءِ وَ الْحَنِينِ وَ النَّوْحِ وَ نَشَرَ النِّسَاءُ شُعُورَهُنَّ وَ وَضَعْنَ التُّرَابَ عَلَى رُءُوسِهِنَّ وَ خَمَشْنَ وُجُوهَهُنَّ وَ ضَرَبْنَ خُدُودَهُنَّ وَ دَعَوْنَ بِالْوَيْلِ وَ الثُّبُورِ وَ بَكَى الرِّجَالُ فَلَمْ يُرَ بَاكِيَةٌ وَ بَاكٍ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمِ ثُمَّ إِنَّ زَيْنَ الْعَابِدِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ" راوی کہتا ہے: اس دن ام کلثوم بنت علیؑ نے پردہ کے پیچھے سے بلند آواز میں روتے ہوئے خطاب کیا اور فرمایا: "اے اہل کوفہ! تم پر افسوس اور ہلاکت ہو! تم نے حسینؑ کو کیوں تنہا چھوڑا؟ پھر انہیں قتل کیا، ان کا مال لوٹا، ان کی میراث پر قبضہ کیا، ان کی عورتوں کو قیدی بنایا اور ان پر مصیبتیں ڈھائیں۔ ہلاکت ہو تم پر اور دوری ہو تم سے! تمہیں معلوم ہے تم پر کیسی بھاری آفت نازل ہوئی ہے؟ تم نے اپنے کندھوں پر کیسا بڑا گناہ لاد لیا ہے؟ تم نے کون سا خون بہایا ہے؟ کون سی عزت اور بزرگی کو پامال کیا ہے؟ کس بچے کو لوٹا ہے؟ کون سا مال چھینا ہے؟

تم نے بہترین مردوں کو قتل کیا جو نبیؐ کے بعد سب سے افضل تھے اور تمہارے دلوں سے رحمت کو نکال دیا گیا۔ آگاہ ہو جاؤ! بے شک حزبُ اللہ ہی کامیاب ہیں اور حزبُ الشیطان ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

تم نے میرے بھائی کو صبر کی حالت میں قتل کیا۔ ہلاکت ہو تمہاری ماؤں پر! عنقریب تم دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو گے، جس کی تپش دہکتی ہوئی ہے۔ تم نے ایسے خون بہائے جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا تھا اور قرآن نے بھی حرام کہا تھا۔ اے محمدؐ کے ماننے والو! (یہ تمہارا عمل ہے)۔ جان لو! آگ تمہاری منتظر ہے، کل تم یقینی طور پر جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈال دیئے جاؤ گے۔

میں زندگی بھر اپنے بھائی پر روتی رہوں گی، جو نبیؐ کے بعد سب سے بہتر تھے، میری آنکھوں سے کثرت سے بہنے والے، رخسار پر بہتے اور کبھی نہ رکنے والے آنسو ان پر بہتے رہیں گے۔

راوی کہتا ہے: پھر لوگ زور زور سے رونے لگے اور بین کرنے لگے۔ عورتوں نے اپنے بال کھول دیئے، سر پر خاک ڈال لی، چہروں کو نوچا اور رخساروں پر طمانچے مارے۔ وہ سب آہ و بکا اور ہلاکت کے نوحے کرنے لگے۔ مرد بھی روئے۔ اس دن جیسا رونے والا منظر کبھی نہ دیکھا گیا۔

پھر امام زین العابدینؑ نے خطبہ کو آگے بڑھایا (یعنی اس کے بعد کا حصہ امام سجادؑ کے کلام کی طرف منتقل ہوتا ہے)۔[1]

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۱۲۔

(مدح جناب امِّ کلثومؑ)

جان پیغمبر کونین ہیں ام کلثوم
حیدر وفاطمہ کا چین ہیں ام کلثوم
عین زینب کے لیے عین ہیں ام کلثوم
خواہر حضرت حسنین ہیں ام کلثوم
کن فیکون کی قسم حرف جلی کہتے ہیں
بنی ہاشم انہیں عصمت کی کلی کہتے ہیں

نور ہی نور ہے نور ازلی کی بیٹی
حق کی پہچان بنی حق کے ولی کی بیٹی
غیظ میں ہے اسد لم یزلی کی بیٹی
کیوں نہ بے مثل ہو یکتا ہو علی کی بیٹی
آگ شعروں سے لگا دی سر دربارِ یزید
جس نے خطبوں سے فنا کر دیئے آثارِ یزید

جس کے ہر فعل میں ہے عزم و کمال زہرا
جس کے خطبوں سے جھلکتا تھا مقال زہرا
جس کے لہجہ سے نمایاں تھا جمال زہرا
جس کی آواز سے ظاہر تھا جلال زہرا
مثل زہرا سر دربار خطابت کی ہے
جس نے تاراج امیہ کی خلافت کی ہے

خواہر حضرت عباس کا اللہ رے حشم
بن گئے کوہ گراں رکھے جہاں پر بھی قدم
سر بازار دمشق موت کا چھایا عالم
ام کلثوم نے جس دن کہا باغی نہیں ہم
ہم ہیں محبوب خداوند کے پیارے ہم ہیں
باغی حاکم ہے محمد کے دلارے ہم ہیں

❀❀❀

ایک روایت اس انداز سے نقل ہوئی ہے: "اَلْحَسَنُ الْبَصْرِیُ : أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَهِرَ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ وَلَمْ يَخْرُجْ لِصَلَاةِ اللَّيْلِ عَلَىٰ عَادَتِهِ فَقَالَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ مَا هَذَا السَّهَرُ قَالَ إِنِّي مَقْتُولٌ لَوْ قَدْ أَصْبَحْتُ فَقَالَتْ مُرْ جَعْدَةَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَ نَعَمْ مُرُوا جَعْدَةَ لِيُصَلِّ ثُمَّ مَرَّ وَقَالَ لَا مَفَرَّ مِنَ الْأَجَلِ وَخَرَجَ قَائِلاً خَلُّوا سَبِيلَ الْجَاهِدِ الْمُجَاهِدِ فِي اللهِ ذِي الْكُتُبِ وَذِي الْمَشَاهِدِ فِي اللهِ لَا يَعْبُدُ غَيْرَ الْوَاحِدِ وَيُوقِظُ النَّاسَ إِلَى الْمَسَاجِدِ"

یہ روایت حضرت علی علیہ السلام کی آخری شب و سحر کا نہایت دردناک منظر پیش کرتی ہے، اس میں ان کی بیٹی ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا ذکر ہے۔ حسن بصری سے منقول ہے: امیر المؤمنین علیہ السلام نے اُس رات (شبِ ضربت) جاگ کر گزاری اور معمول کی طرح تہجّد (نمازِ شب) کے لئے باہر نہ نکلے۔

اُمّ کلثوم نے عرض کیا: باباجان! یہ کیسا جاگنا ہے (یعنی آج آپ کو نیند کیوں نہیں آرہی ہے)؟۔ آپؑ نے فرمایا: میں صبح قتل کر دیا جاؤں گا۔

اُم کلثوم نے کہا: آپ جعدہ (ابن ہبیرہ، فوج کا سردار) کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادے۔

امامؑ نے فرمایا: ہاں، جعدہ سے کہو کہ نماز پڑھائے۔ پھر تھوڑی دیر بعد آپؑ خود نکلے اور فرمایا: موت سے کوئی فرار نہیں اور آپؑ یہ اشعار پڑھتے ہوئے مسجد کی طرف روانہ ہوئے: راستہ دو اُس جہاد کرنے والے کو جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے، جو اہلِ کتاب کا پاسدار ہے، جو مشاہد (یعنی معرکوں) کا شہید ہے، جو ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا اور لوگوں کو مساجد کی طرف جگاتا ہے۔ یہ امام علیؑ کے قلبی اطمینان اور اپنی شہادت کے یقین کی دلیل ہے۔

اُم کلثوم کے ساتھ مکالمہ اس رات کی خاص کیفیت کو ظاہر کرتا ہے کہ امامؑ نے اپنی شہادت کی خبر گھر والوں کو دے دی تھی۔ آپؑ کا جملہ "لَا مَفَرَّ مِنَ الْأَجَلِ" آل عمران آیت ۱۸۵ "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" کی عملی تفسیر ہے۔

آخر میں آپؑ نے شعر پڑھ کر گویا اپنی پوری زندگی کا خلاصہ بیان کیا: اللہ کی راہ میں جہاد، توحید کی عبادت، اور لوگوں کو مسجد کی طرف بلانا۔[1]

❁ ❁ ❁

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۲۳۸۔

﴿جناب مسلمؑ کے فضائل اور مکہ سے روانگی﴾

ہم لوگ صرف جناب مسلم علیہ السلام کے مصائب ہی سنتے رہتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ ان کے فضائل موجود نہیں ہیں! جب ہم روایات کی جانب رجوع کرتے ہیں توان کے بہت سے فضائل نظر آتے ہیں، مثلاً حضرتؑ کی فضیلت میں یہ حدیث ملاحظہ کیجئے: "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ لَتُحِبُّ عَقِيلاً؟ قَالَ إِيْ وَ اللهِ! إِنِّي لَأُحِبُّهُ حُبَّيْنِ حُبّاً لَهُ وَ حُبّاً لِحُبِّ أَبِي طَالِبٍ لَهُ، وَ إِنَّ وَلَدَهُ لَمَقْتُولٌ فِي مَحَبَّةِ وَلَدِكَ فَتَدْمَعُ عَلَيْهِ عُيُونُ الْمُؤْمِنِينَ وَ تُصَلِّي عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ثُمَّ بَكَىٰ رَسُولُ اللهِ حَتَّىٰ جَرَتْ دُمُوعُهُ عَلَىٰ صَدْرِهِ ثُمَّ قَالَ إِلَى اللهِ أَشْكُو مَا تَلْقَى عِتْرَتِي مِنْ بَعْدِي "ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دن جناب امیر علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ عقیل کو دوست رکھتے ہیں؟ فرمایا: خدا کی قسم! میں عقیل کو دو جہت سے دوست رکھتا ہوں ایک تو خود اسی کی محبت ہے اور دوسری جہت یہ ہے کہ اس کو میرے چچا ابوطالبؑ سے بھی محبت ہے۔ پھر فرمایا: اے علی! بالتحقیق کہ مسلم ابن عقیل تمہارے فرزند کی محبت میں قتل کیا جائے گا اور سب سے پہلے جو اس غریب پر اپنی جان عزیز کو نثار کرے گا وہ مسلم بن عقیل ہوگا، مسلم اس مظلومی سے پردیس میں یک وتنہا قتل کیا جائے گا کہ قیامت تک مومنین کی آنکھیں اس کی مصیبت پہ گریہ کریں گی، یہ فرما کر آپؐ خود بھی شدت سے رونے لگے یہاں تک کہ آنسو آپؐ کی ریش مبارک سے سینہ اقدس پر ٹپکنے لگے، پھر

ارشاد فرمایا: میں خدا سے اس مصیبت کا شکوہ کرتا ہوں، خدا سے ان مصیبتوں کا شکوہ کرتا ہوں جو میرے بعد میری عترت پر امت کے ہاتھوں پڑیں گی۔[1]

ایک دن معاویہ نے جناب عقیل کی طرف اشارہ کرکے درباریوں سے کہا: تم لوگ اسے پہچانتے ہو! یہ ابوطالب کا بیٹا اور علی کا بھائی ہے لیکن میرے پاس رہتا ہے، اگر یہ مجھے اپنے بھائی "علی" سے بہتر نہ سمجھتا تو میرے پاس کیوں ٹھہرتا؟ جناب عقیل علیہ السلام نے فرمایا: معاویہ! ایسی بات نہیں ہے، یہ دو الگ الگ باتیں ہیں ایک تو دین ہے اور دوسری دنیا ہے، میرے بھائی نے دنیا کو طلاق دے رکھی ہے اور تونے دنیا کو گلے لگا رکھا ہے، میرے بھائی نے دین کو گلے لگا رکھا ہے اور تونے دین کو پس پشت ڈال رکھا ہے، اس مناسبت سے کہہ سکتا ہوں کہ دین میرے بھائی کے پاس ہے اور دنیا تیرے پاس ہے، جب دین کی ضرورت ہو تو بھائی سے لیتا ہوں اور جب دنیا کی ضرورت ہو تو تجھ سے لیتا ہوں اور اللہ سے حسن ختام کی دعا کرتا ہوں۔

جناب عقیل علیہ السلام کچھ دن کے لئے شام میں قیام پذیر تھے، اسی درمیان معاویہ نے جناب عقیل علیہ السلام سے کہا: اگر کوئی کام ہو تو بتاؤ، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لئے کچھ کردوں، جناب عقیل علیہ السلام نے فرمایا: یہاں (شام میں) ایک لڑکی ہے، میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کے والدین رضامند نہیں ہو رہے ہیں، معاویہ نے کہا: اس لڑکی سے شادی کرکے کیا کروگے؟ جناب عقیل علیہ السلام نے جواب دیا: معاویہ! میں اس قبیلہ کو جانتا ہوں، میری خواہش ہے کہ اس لڑکی سے میری شادی ہو جائے، مجھے امید ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اس لڑکی کے

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۷۔

شکم سے ایک ایسا بچہ دے گا کہ جب بھی تو اسے غصہ دلائے گا تو وہ زبانی جواب کے بجائے تلوار نکال لے گا، معاویہ نے کہا: میں تو ایسے ہی مذاق کر رہا تھا، آخر کار معاویہ نے جناب عقیلؑ کا ساتھ دیا اور جناب عقیل کی شادی اس لڑکی سے ہو گئی، اس لڑکی کا نام "عُلیہ" تھا، اسی لڑکی کے شکم سے جناب مسلم پیدا ہوئے ہیں، جب جناب مسلم ۱۸ برس کے ہوئے تو آپؑ نے مدینہ میں اپنا ایک مکان معاویہ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا، امام حسین علیہ السلام کو پتہ چلا تو آپؑ نے معاویہ کو لکھا کہ مسلم نے جو اراضی تجھے فروخت کی ہے اسے واپس کر دے، اپنی رقم واپس لے لے، معاویہ نے جناب مسلم کو بلایا اور کہا: مسلم! تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے؟ میرے پیسے واپس کرو، جیسے ہی معاویہ نے ترش لہجہ استعمال کیا، جناب مسلم نے فوراً تلوار نکال لی، معاویہ نے جونہی جناب مسلمؑ کی لہراتی تلوار کو دیکھا ہنستے ہنستے لوٹنے لگا، درباریوں نے وجہ پوچھی تو معاویہ نے کہا: مجھے آج سے ۱۸ برس پہلے کی عقیل کی بات یاد آگئی، جب مسلم کی والدہ کی عقیل سے شادی کی بات چلی تھی تو انہوں نے یہی کہا تھا (ذرا اس شخص کی بہادری کا اندازہ لگائیں جو حق کی حمایت میں بادشاہ کے دربار میں بھی تلوار نکال لے وہ عوام کے سامنے کیسے خاموش رہ سکتا ہے!)۔[1]

کوفہ کے لوگوں کے خط کا جواب اور مسلم علیہ السلام کی مکہ سے روانگی:

اہل کوفہ نے متعدّد خطوط امام حسین علیہ السلام کو لکھے جن کا مضمون کچھ اس طرح تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، حسین ابن علیؑ کی طرف اہل کوفہ کی طرف سے، اما

[1]۔ معالی السبطین، ج۱، ص ۳۲۰۔

بعد! جتنا جلد ممکن ہو سکے کوفہ میں تشریف لے آئیں، لوگ صرف و صرف آپ کے انتظار میں ہیں، آپ کے علاوہ کسی کو قبول نہیں کرتے، العجل العجل ثم العجل العجل۔

ان کے علاوہ بعد میں جو شبث ابن ربیع، بحار ابن بحر یزید ابن حارث، عروہ ابن قیس، عمر ابن حجاج زبیدی اور محمد ابن عمر تیمی نے جو خطوط لکھے ان کا مضمون کچھ اس طرح تھا: اما بعد! پودے سرسبز ہیں، پھل پک چکے ہیں، زمین ہموار ہے، باغ ثمر آور ہے، آپ جب چاہیں تشریف لے آئیں، آپ کو ہر وقت مسلح لشکر ملے گا، "وَ تَلاَقَتِ الرُّسُلُ كُلُّهَا عِنْدَهُ فَقَرَأَ الْكُتُبَ وَ سَأَلَ الرُّسُلَ عَنِ النَّاسِ ثُمَّ كَتَبَ مَعَ هَانِئِ بْنِ هَانِئٍ وَ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَ كَانَا آخِرَ الرُّسُلِ" تمام قاصد مکہ میں آپؑ سے ایک کے بعد ایک ملتے رہے لیکن آپ نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا؛ ایک ایک دن میں چھ سو چھ سو کی تعداد تک خطوط موصول ہوئے، یہی سلسلہ جاری رہا، بارہ ہزار خط جمع ہو گئے، آپؑ نے ان تمام خطوط کو سنبھال کر رکھنے کا حکم دیا شاید آپؑ کا مقصد یہ تھا کہ جب کبھی ضرورت پڑے تو یہ تمام خطوط انہیں دکھائے جائیں، وہ وقت بھی آیا کہ ان خطوط کو پڑھنے کے بعد امام حسینؑ اٹھے، رکن اور مقام کے درمیان دو رکعت نماز ادا کی اور استخارہ کیا، پھر مسلم ابن عقیل کو بلایا اور انہیں کوفہ جانے کا حکم دیا نیز اہل کوفہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔

امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے نام خط لکھا جس کا مضمون کچھ اس انداز سے تھا: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ إِلَى الْمَلَإِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَ الْمُؤْمِنِينَ - أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ هَانِئاً وَ سَعِيداً قَدِمَا عَلَيَّ بِكُتُبِكُمْ وَ كَانَا آخِرَ مَنْ قَدِمَ عَلَيَّ مِنْ رُسُلِكُمْ وَ قَدْ فَهِمْتُ كُلَّ الَّذِي

اِقْتَصَصْتُمْ وَذَكَرْتُمْ وَمَقَالَةُ جُلِّكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ عَلَيْنَا إِمَامٌ فَأَقْبِلْ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْهُدَىٰ وَ الْحَقِّ وَإِنِّي بَاعِثٌ إِلَيْكُمْ أَخِي وَ ابْنَ عَمِّي وَ ثِقَتِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَإِنْ كَتَبَ إِلَيَّ أَنَّهُ قَدِ اجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ وَ ذَوِي الْحِجَا وَ الْفَضْلِ مِنْكُمْ عَلَىٰ مِثْلِ مَا قَدِمَتْ بِهِ رُسُلُكُمْ وَ قَرَأْتُ فِي كُتُبِكُمْ أَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَشِيْكاً إِنْ شَاءَ اللهِ فَلَعَمْرِي مَا الْإِمَامُ إِلَّا الْحَاكِمُ بِالْكِتَابِ الْقَائِمُ بِالْقِسْطِ الدَّائِنُ بِدِيْنِ الْحَقِّ الْحَابِسُ نَفْسَهُ عَلَىٰ ذَاتِ اللهِ وَ السَّلَامُ "شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے، حسین ابن علی کی طرف سے کوفہ کے بزرگ مومنوں اور مسلمانوں کے نام، اما بعد! ہانی اور سعید نے آپ لوگوں کے خطوط مجھ تک پہنچائے یہ آپ لوگوں کی جانب سے بھیجے ہوئے آخری ایلچی تھے؛ جو کچھ آپ لوگوں نے نقل کیا اور جس کا تذکرہ کیا میں اس سے آگاہ ہوا ہوں، آپ لوگوں کی مشترک بات یہ ہے کہ ہمارا کوئی امام ور ہبر نہیں ہے لہٰذا ہماری طرف تشریف لے آئیں، ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم آپ کی برکت سے ہمیں حق اور ہدایت کے ارد گرد اکٹھا کرے۔

اب میں آپ لوگوں کی طرف اپنے چچازاد اور اہل بیت میں سے قابل وثوق شخص کو بھیج رہا ہوں، اگر وہ مجھے لکھے کہ تمہارے بزرگ اور اہل عقل و فضل کی نگاہیں اور نظریہ وہی ہے جو میں نے تمہاری طرف سے بھیجے ہوئے خطوط میں پڑھا ہے تو انشاءاللہ بہت جلد آپ لوگوں تک پہنچوں گا، مجھے میری جان کی قسم! امام ور ہبر وہی

ہو سکتا ہے جو لوگوں کے درمیان قرآن کی اساس پر فیصلہ کرے، عدل و انصاف کو قائم کرے، دین کا پابند ہو اور اپنے آپؑ کو خدا کے لئے وقف کر رکھا ہو، والسلام۔[1]

روایت میں اس طرح بھی آیا ہے: "وَ كَانَ خُرُوْجُ مُسْلِمٍ فِي الْكُوْفَةِ يَوْمَ الثَّلَاثَاءِ لِثَمَانٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ وَ هَذَا الْيَوْمُ كَانَ فِيْهِ خُرُوْجُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْعِرَاقِ" حضرت مسلم بن عقیل علیہا السلام نے آٹھ ۸ ذی الحجہ ۶۰ ہجری بروز منگل کو کوفہ میں قیام کیا جبکہ ان کی شہادت روز عرفہ ۹ ذی الحجہ بروز بدھ کو ہوئی، امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے عراق کی طرف روانگی اور جناب مسلم بن عقیلؑ کی شہادت ایک ہی دن میں واقع ہوئی ہے جو یوم ترویہ تھا، (امام حسین علیہ السلام تین شعبان سے آٹھ ذی الحجہ تک مکہ میں رہے اس کے بعد مکہ سے سفر کیا)۔[2]

جب جناب مسلم علیہ السلام کوفہ کی جانب جانے لگے تو امام حسین علیہ السلام نے آپؑ سے فرمایا: تقویٰ، رازداری اور خوش اخلاقی کو پیش نظر رکھنا؛ اگر اہل کوفہ پر اعتماد کر سکو تو مجھے لکھ دینا، اس کے بعد آپؑ نے قیس بن مسہر صیداوی اور ایک کوفی گروہ کے ہمراہ جناب مسلم کو کوفہ بھیجا۔

الوداع کرتے ہوئے جناب مسلمؑ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے، بھیگی آنکھوں سے امام حسینؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا، قدم چومے اور عرض کیا: میرے آقا! مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ آج کے بعد ہماری ملاقات قیامت میں ہوگی، جناب مسلمؑ کا فقرہ

---

[1] ۔ الارشاد، ج ۲، ص ۳۳۔

[2] ۔ مثیر الاحزان، ج ۱، ص ۳۸۔

سن کر امام حسین علیہ السلام بھی ضبط نہ فرما سکے، روتے ہوئے اٹھے، جناب مسلم کو گلے لگایا اور دعائے عافیت دے کر روانہ کیا۔

جناب مسلم راستہ میں کافی دور تک روتے ہوئے گئے، جب ساتھیوں نے کثرت گریہ کی وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: آج حادثات زمانہ نے میرے اور میرے آقا کے مابین ایسی دوری ڈال دی ہے جو قیامت سے پہلے کبھی ختم نہ ہوگی میرا دل جل رہا ہے، میں جانتا ہوں کہ میری آنکھوں کا یہ آخری دیدار تھا اور پھر میرے آقا سے میرے فاصلہ کو سفر کا ہر قدم بڑھاتا چلا جائے گا، میں اپنے آقا سے دور ہوتا چلا جاؤں گا، ۱۵ رمضان کو جناب مسلم مکہ سے روانہ ہوئے اور پانچ شوال کو کوفہ پہنچے، لوگ آپؑ کو دیکھ کر بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے، ۳۰ ہزار کوفیوں نے آپؑ کی بیعت کر لی، آپؑ نے ہر قسم کا اطمینان ہونے کے بعد امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ دیا: آقا! آپؑ کوفہ تشریف لے آئیں، لوگ آپؑ کے ساتھ ہیں، یہ خط جناب مسلم علیہ السلام نے اپنی شہادت سے ۲۷ دن پہلے لکھا تھا۔

جناب مسلم علیہ السلام پانچ شوال ۶۰ ہجری کوفہ پہنچے، جناب مختار ثقفی کے گھر قیام کیا، لوگ آکر بیعت کرنے لگے، کم و بیش ۱۸ ہزار افراد نے بیعت کی اور اسی خوشی میں جناب مسلم علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کو تمام حالات لکھے جس میں لکھا کہ حالات سازگار ہیں اور اہل کوفہ مائل بہ وفا ہیں، آپ تشریف لے آئیں، کچھ دنوں بعد عبداللہ ابن زیاد کوفہ پہنچ گیا، اس نے اہل کوفہ سے کہا: شام سے لشکر یزید روانہ ہو چکا ہے، تمہیں تمہارے کئے کی سزا ملے گی، ہمارے نزدیک ہر وہ شخص مجرم ہوگا جو یزید مخالف سرگرمیوں میں حصہ لے گا، اگر کسی گھر کا تندرست ہمیں نہ ملا تو

بیمار کو اٹھا لیں گے، اگر لوگ گھروں سے غائب ہو گئے تو جو مل جائیں گے انہیں گرفتار کیا جائے گا، گھر کے مرد نہ ملے تو خواتین کو زندان میں ڈال دیا جائے گا، وہ نہ ملیں تو گھر کا تمام سامان اٹھا لیا جائے گا، اگر سامان نہ ملا تو گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔

عوامی تقریر کے بعد ابن زیاد نے کوفہ کے سرداروں کو بلایا اور ہر سردار کی ذہنیت کے مطابق گفتگو کرتے ہوئے جناب مسلمؑ کے تعاون سے روکنے کی کوشش کی، کچھ سرداروں کو چمکتی ہوئی تلوار دکھائی، بعض کو زر و جواہر کا لالچ دیا، بعض کو گورنر بنانے کا لالچ دیا اور بعض پر تشدّد و شکنجہ کیا۔

دوسرے دن مغرب کی نماز میں جناب مسلم کے ساتھ صرف ۳۰ آدمی تھے، آپ نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو ۱۸ آدمی تھے، جب چند قدم چلے تو ۱۰ آدمی ساتھ رہ گئے، جب کچھ اور آگے بڑھے تو مسلم غریب تنہا رہ گئے، آخر گلیوں میں حیران و پریشان پھرتے ہوئے ایک دروازہ پر آکر رک گئے، اندر سے طوعہ نامی مومنہ خاتون باہر آئی جو اشعث ابن قیس کی آزاد کردہ کنیز تھیں، اشعث نے ان کی شادی سید خضرمی سے کر دی تھی، سید سے اس عورت کا ایک بیٹا تھا جس کا نام "بلال" تھا، اس وقت بلال ابن زیاد کے دربار میں تھا۔

طوعہ نے جناب مسلمؑ کو دیکھا تو ان سے پوچھا: بندہ خدا! کیا بات ہے؟ جناب مسلمؑ نے فرمایا: اگر ہو سکے تو ایک گھونٹ پانی پلا دو، طوعہ نے پانی پیش کیا، آپؑ نے پانی پیا، پھر اسی جگہ بیٹھ گئے، طوعہ نے کہا: اے بندہ خدا! اپنے گھر جاؤ، جناب مسلم خاموش ہو گئے، جب طوعہ نے اصرار کیا تو جناب مسلمؑ نے فرمایا: بی بی! میں آپ کے اس شہر میں مسافر ہوں، مجھے ان لوگوں نے بلایا تھا، اب تنہا چھوڑ دیا ہے، طوعہ نے پوچھا:

آپ کون ہیں ؟ آپؑ نے فرمایا: میں مسلم بن عقیل سفیر امام حسین ہوں، اس مومنہ نے کہا: واقعی تم مسلم ہو! آپؑ نے فرمایا: ہاں میں مسلم ہوں، مومنہ نے کہا: اندر تشریف لے آئیں، جناب طوعہ کے گھر میں داخل ہوئے، مومنہ نے بستر کا اہتمام کیا، ان کی خاطر تواضع کی اور جناب مسلم علیہ السلام مصروف عبادت ہو گئے؛ مومنہ کا بیٹا "بلال" گھر آیا اور بار بار ماں کے اس کمرہ کی جانب آنے جانے سے بیٹے نے سوال کر لیا کہ کیا ہوا کیوں اتنی زیادہ پریشان ہیں ؟ ماں نے قسم دے کر اسے سمجھایا کہ بیٹا! آج ہمارے گھر سفیر امام حسین مہمان ہیں، اس خبیث نے خاموشی اختیار کر لی اور رات ہی سیدھا ابن زیاد کے پاس پہنچا اور جا کر اطلاع دے دی کہ آج رات سفیر حسین ہمارے گھر ہیں، ادھر مومنہ نے جناب مسلم علیہ السلام کو وضو کے لئے پانی پیش کیا اور کہا: میرے آقا! میرے خیال سے آپ نے تمام رات جاگتے ہوئے عبادت کرتے گزار دی! آپؑ نے فرمایا: ہاں زیادہ تر رات جاگنے ہی میں گزر گئی لیکن چند لمحات کے لئے میری آنکھ لگ گئی تھی تو عالم خواب میں میں نے اپنے چچا حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا، انہوں نے فرمایا: مسلم بیٹا! جلدی آؤ دیر نہ کرو، ہم جنت میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں، چچا کے ان الفاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ آج کا دن میری زندگی کا آخری دن ہے، پھر آپؑ نے وضو کیا، نماز پڑھی، ابھی تعقیبات ہی میں مصروف تھے کہ باہر سے گھوڑوں کی ٹاپوں اور فوجیوں کی للکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں، آپؑ کو یقین ہو گیا کہ ابن زیاد کی فوج آگئی ہے چنانچہ آپ نے دعا مانگی، زرہ پہنی اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کے فرمایا: اے نفس! اس موت کے لئے آمادہ ہو کر باہر نکل جس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے، طوعہ نے کہا: میرے آقا! آپ باہر نہ جائیں، آپؑ نے

فرمایا: میرا باہر جانا ضروری ہے، اگر میں باہر نہ گیا تو وہ لوگ تمہارے گھر میں آجائیں گے اور میں اپنی میزبان کو کسی دکھ سے دو چار نہیں کرنا چاہتا، تم نے اپنا فریضہ ادا کر دیا، رسول کونین کی شفاعت کا وافر حصہ حاصل کر لیا ہے، یہ کہہ کر آپؑ دروازہ پہ تشریف لائے تو دیکھا تین سو مسلح سوار آمادہ جنگ تھے۔

فوج کو دیکھ کر آپؑ نے رجز پڑھا: اے نفس! دیکھ لے بس یہی موت ہے، اب جو کرنا ہے کر لے، تجھے موت کا جام یقیناً پینا ہی ہے، اللہ جل جلالہ کے امر پر صبر کر، اللہ کی قضا و قدر کا فیصلہ اس کی تمام مخلوق کے لئے مساوی ہے، نفس کو یہ نصیحت کرنے کے بعد مصروف جنگ ہو گئے، آپ نے ۱۸۰ آدمیوں کو واصل جہنم کیا، اس لشکر کا سپہ سالار خلیفہ اوّل ابوبکر کا حقیقی بھانجا "محمد ابن اشعث" تھا، جب اس نے یہ ماحول دیکھا کہ مسلم علیہ السلام اپنے مد مقابل کو بغل میں ہاتھ ڈال کر ہوا میں ایسے اچھالتے ہیں کہ وہ مکان کی چھت پر جا کر گرتا ہے اور ہڈیاں چور چور ہو جاتی ہیں تو اس نے ابن زیاد کو پیغام بھیجا کہ مجھے اور رصد بھیج، ابن زیاد نے کہلا بھیجا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے! تیری قوم تجھ پر آنسو بہائے! تو کیسا جوان ہے؟ مسلم تن تنہا ہے اور تیرے ساتھ ۳۰۰ مسلح افراد تھے! اس ایک شخص نے ۱۸۰ کو کاٹ ڈالا اور تم ابھی تک دیکھتے پھر رہے ہو! اچھا ہوا کہ میں نے تجھے اس کے مقابل نہیں بھیجا جو مسلم سے کہیں زیادہ شجاع اور مضبوط ہے، ابن اشعث نے جواب میں لکھ بھیجا: کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تو نے مجھے کوفہ کے کسی سبزی فروش کے مقابل بھیجا ہے؟ اگر تیرے ذہن میں کوئی اس قسم کا خیال ہے تو دل سے نکال دے، یہ کوئی سبزی فروش نہیں ہے یہ محمد عربی کی آل ہے، علی مرتضیٰ کی آل ہے؛ ابن زیاد نے اس خط کے جواب میں مزید

لشکر بھیجا اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ میں سمجھ چکا ہوں تم جنگ کے ذریعہ اس پر قابو نہیں پاسکتے، اس کے ساتھ فریب کرو، پہلے امان دو اور اس امان کے ذیل میں فریب دو، جب ابن زیاد کا پیغام پہنچا تو ابن اشعث نے عورتوں اور بچوں کو مکانوں کی چھتوں پر چڑھا دیا اور وہ لوگ چھتوں سے جناب مسلمؑ پر اینٹیں پتھر اور آگ برسانے لگے، سامنے تیر، نیزے اور تلواریں تو اوپر سے اینٹیں، پتھر اور آگ کی برسات!۔

جناب مسلم علیہ السلام کے سامنے بکر ابن حمران آگیا، بکر پر آپؑ نے کئی وار کئے، بکر نے ایک وار آپؑ کے چہرہ پر کردیا جس سے آپؑ کے ہونٹ کٹ گئے اور دو دانت اکھڑ گئے، خون بہنے لگا، جواب میں آپؑ نے بکر کے سر اور کندھے پر باری باری وار کئے جس سے وہ واصل جہنم ہوگیا؛ پھر آپؑ کے سامنے ابن اشعث آیا اور کہا: مسلم! اب کیا مقابلہ کروگے، اپنی تلوار پھینک دو اور جنگ سے باز آجاؤ، میں تمہیں امان دیتا ہوں، جناب مسلم علیہ السلام نے فرمایا: بھلا فاسق اور فاجر مکار کی امان بھی امان ہوتی ہے! پھر آپؑ نے یہ رجز پڑھا: میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ شرافت کی موت مروں گا، اگرچہ موت کا جام انتہائی تلخ ہوتا ہے، ہر شخص ایک دن موت سے ملاقات کرے گا، مجھے ڈر ہے کہیں مجھ سے دھوکہ اور مکر نہ کیا جائے، آخر کار زخموں سے چور ہوکر آپؑ ایک دیوار کا سہارا لیکر کھڑے ہوئے، اسی گفتگو میں مشغول تھے کہ ظالموں نے ایک کوچہ میں گڑھا کھدوا دیا، اوپر سے خس و خاشاک ڈال دیئے اور جناب مسلم کو گھیر کر اسی کوچہ میں لے آئے، جناب مسلم جنگ لڑتے ہوئے جب وہاں پہنچے تو گڑھے میں گر گئے اور لوگوں نے آپؑ کو گھیر لیا، ابن اشعث نے آپ کے چہرہ پہ تلوار کا وار کیا، پھر رسیوں میں جکڑ لیا، گھوڑے پر سوار کر لیا، ہاتھ سے تلوار چھین لی، اس وقت

آپؑ نے ایک رجز پڑھا اور دہاڑیں مار کر رونے لگے، کسی نے پوچھا: آپ کس لئے رو رہے ہیں؟ آپ جیسے بہادر تو اپنی موت پر نہیں روتے! جناب مسلم نے فرمایا: میں ہرگز اپنے لئے نہیں رو رہا ہوں، مجھے موت کا کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ میں جی بھر کے لڑ چکا ہوں، اپنے ارمان پورے کر لئے ہیں، مجھے تو فرزند رسولؐ کی یاد رلا رہی ہے، میں نے آقا کو کوفہ آنے کی دعوت دے دی ہے اور میرے اندازہ کے مطابق وہ مکہ سے کوچ کر چکے ہوں گے، اس کے بعد ابن اشعث سے خطاب کیا: اگر ہو سکے تو میری طرف سے ایک آدمی امام حسینؑ کے پاس بھیج دے جو جا کر انہیں میری طرف سے پیغام دے دے کہ میں قید ہو چکا ہوں، آپ تشریف نہ لائیں۔

جب آپؑ کو دارالامارہ پر لایا گیا تو آپؑ نے پانی سے لبریز گھڑا دیکھا، آپؑ نے پانی مانگا، مسلم بن عمرو باہلی نے کہا: ذرا دیکھئے کتنا ٹھنڈا پانی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ اس میں سے ایک قطرہ بھی آپ کو نہیں ملے گا، جناب مسلمؑ نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میرا نام مسلم ابن عمرو باہلی ہے، آپؑ نے کہا: مسلم تو میرا نام بھی ہے، لیکن تو کتنا قسی القلب، سنگدل اور بداخلاق ہے، اتنے میں عمر ابن حدیث نے اپنے غلام کو بلایا اور اس سے کہا: جا مسلم کو پانی دے دے، وہ پانی کا جام لے کر آیا، جناب مسلمؑ نے جام لیا، پینے کے ارادہ سے منہ کے قریب لائے، بہتا ہوا خون پانی میں گر گیا، آپ پانی نہ پی سکے، تین جام تبدیل کئے گئے لیکن ہر مرتبہ یہی ہوتا رہا، جب ہر جام خون سے بھر گیا تو آپؑ نے فرمایا: لگتا ہے اب اس دنیا میں میرا دانہ پانی ختم ہو گیا ہے۔

پھر آپؑ کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا، آپؑ نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا، ایک درباری نے جناب مسلمؑ سے کہا: امیر کو سلام کرو، آپؑ نے فرمایا: تجھ پر اللہ کی لعنت

ہو، خاموش ہوجا، یہ میرا امیر نہیں ہے، ابن زیاد نے کہا: مسلم! تم سلام کرو یا نہ کرو تمہاری زندگی ختم ہو چکی ہے، جناب مسلمؑ نے عرض کیا: میں اس کے لئے تیار ہوں کیونکہ مجھ سے پہلے تجھ سے بدتر شخص نے مجھ سے برتر ہستی کو شہید کر دیا تھا، اگر میں تیرے ہاتھ سے شہید ہو گیا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور نہ ہی مجھے افسوس ہو گا؛ ابن زیاد نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یزید سے بغاوت کی ہے؟ جناب مسلم علیہ السلام نے فرمایا: یزید سے بغاوت میں نے نہیں، تمام امت مسلمہ نے کی ہے؛ ابن زیاد نے کہا: تم اس شہر میں کیوں آئے ہو؟ جناب مسلمؑ نے کہا: یزید کے گورنر نے جو بدعات اور خلاف اسلام اعمال شروع کر دیئے تھے ان کے خلاف اس شہر والوں نے ہمیں بلایا تھا تو ہم آئے ہیں، اپنی طرف سے نہیں آئے ہیں، تم لوگوں نے کتاب خدا کو چھوڑ دیا، سنت رسول کو پامال کر دیا، ہم لوگ یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے آئے ہیں؛ ابن زیاد نے حضرت علی، امام حسن اور امام حسین پر سب و شتم کرنا شروع کر دیا یعنی گالیاں بکنا شروع کر دیں، جناب مسلمؑ نے فرمایا: تجھ جیسے شخص کے منھ سے یہی نکل سکتا ہے، ابن زیاد نے کہا: اب مرنے کو ہو جاؤ، جناب مسلمؑ نے کہا: میں تو مکہ سے تیار ہو کر آیا ہوں بس مجھے وصیت کرنے کی اجازت دے دے، ابن زیاد نے کہا: جو وصیت کرنا چاہتے ہو کر لو، آپؑ نے دربار میں دیکھا تو عمر ابن سعد بیٹھا ہوا نظر آیا، آپؑ نے ابن سعد سے کہا: کیا تو میری وصیت پر عمل کرے گا؟ میں علیحدگی میں بتانا چاہتا ہوں، عمر سعد نے انکار کر دیا، ابن زیاد نے عمر سے کہا: بھلا وصیت میں کیا حرج ہے؟ جناب مسلمؑ نے عمر سعد سے یہ وصیتیں کیں: میں نے کوفہ میں سات درہم قرض لیا تھا وہ میری مدینہ میں موجود جائیداد سے وصول کر کے چکا

دینا، امام حسینؑ کو میری طرف سے خط بھجوا دینا کہ وہ کوفہ نہ آئیں، میرے قتل کے بعد میری لاش لے کر دفن کر دینا، عمر سعد نے ابن زیاد سے تینوں باتیں سنائیں، ابن زیاد نے کہا: جہاں تک قرض کی ادائی کا تعلق ہے وہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے، جہاں تک حسین کو خط لکھنے کا تعلق ہے وہ لکھ دیا جائے گا اور جہاں تک لاش دفنانے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں کوئی بات قبول نہیں کی جائے گی۔

اس کے بعد بکیر ازدی سے ابن زیاد نے کہا: مسلم کو دارالامارہ کی چھت پہ لے جا اور قتل کر دے، آپؑ کو پکڑ کر بکیر ازدی دار الامارہ کی چھت پر لے گیا، آپؑ سیڑھیوں پر حمد خدا کرتے اور صلوات پڑھتے ہوئے جا رہے تھے، اوپر پہنچ کر ظالم نے آپؑ پر تلوار سے دو وار کئے، سر کو تن سے جدا کر کے سر اور جسم کو چھت سے زمین پر پھینک دیا، جسم کی تشہیر تمام گلیوں میں کی گئی، مسلم وہانی کے پیروں کو رسیوں میں باندھ کر گلی کوچوں میں کھینچا جانے لگا۔ واہ حسینا۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ"۔

❁ ❁ ❁

﴿عظمت جناب فضہ سلام اللہ علیہا﴾

جناب فضہ سلام اللہ علیہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز تھیں جو حبشہ کی رہنے والی تھیں، حضور اکرمؐ نے انہیں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی کفالت میں دے دیا تھا، فضہ جیسی کنیز کے اتنے فضائل ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے:
فضہ نے گھر کے ظاہری حالات کو دیکھا تو سونا بنا کر پیش کیا، فضہ نے رسالت مآب کی دعوت کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جناب فضہ کو جنت سے طعام بھیجا، فضہ نے ایک عرصہ تک قران مجید کے ذریعے کلام کیا۔

ایک روایت میں کچھ اس انداز سے مرقوم ہے: "وَرُوِیَ: لَمَّا جَاءَتْ فِضَّةُ إِلَى بَيْتِ الزَّهْرَاءِ عَلَيْهَا السَّلَامُ لَمْ تَجِدْ هُنَاكَ إِلاَّ السَّيْفَ وَ الدِّرْعَ وَ الرَّحَى وَ كَانَتْ عِنْدَهَا ذَخِيرَةٌ مِنَ الْإِكْسِيرِ فَأَخَذَتْ قِطْعَةً مِنَ النُّحَاسِ وَ أَلَانَتْهَا وَ جَعَلَتْهَا عَلَى هَيْئَةِ سَبِيكَةٍ وَ أَلْقَتْ عَلَيْهَا الدَّوَاءَ وَ صَنَعَتْهَا ذَهَباً فَلَمَّا جَاءَ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَضَعَتْهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمَّا رَآهَا قَالَ أَحْسَنْتِ يَا فِضَّةُ! لَكِنْ لَوْ أَذَبْتِ الْجَسَدَ لَكَانَ الصَّبْغُ أَعْلَى وَ الْقِيمَةُ أَغْلَى فَقَالَتْ يَا سَيِّدِي تَعْرِفُ هَذَا الْعِلْمَ قَالَ نَعَمْ وَ هَذَا الطِّفْلُ يَعْرِفُهُ وَ أَشَارَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَجَاءَ وَ قَالَ كَمَا قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَحْنُ نَعْرِفُ أَعْظَمَ مِنْ هَذَا ثُمَّ أَوْمَأَ بِيَدِهِ فَإِذَا عُنُقٌ مِنْ ذَهَبٍ وَ كُنُوزِ الْأَرْضِ سَائِرَةٌ ثُمَّ قَالَ ضَعِيهَا مَعَ أَخَوَاتِهَا فَوَضَعَتْهَا فَسَارَتْ" جب حضرت فضہ

سلام اللہ علیہا جناب فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کے بیت الشرف میں تشریف لائیں اور ان کی ظاہری غربت و افلاس کو دیکھا، جہاں ایک تلوار، ایک ڈھال اور ایک چکّی تھی؛ آپ کے پاس اکسیر کا ذخیرہ تھا، آپ نے اسے نکالا اور تانبے کے ٹکڑوں پر اس اکسیر کو استعمال کیا جس سے تانبہ بہترین سونا بن گیا اور جناب فضہ اس کو لے کر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپؑ نے اسے دیکھ کر فرمایا: تم نے بہترین سونا بنایا ہے لیکن اگر تم تانبے کو بھی پگھلا دیتیں تو اس سے زیادہ بہتر سونا بن جاتا فضہ نے از روئے تعجب کہا: مولا! آپ اس فن سے بھی واقف ہیں! آپؑ نے امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ علم تو ہمارا بچہ بھی جانتا ہے؛ پھر فرمایا کہ ہم تمام علوم سے واقف ہیں، اس کے بعد آپؑ نے اشارہ فرمایا اور زمین کا ٹکڑا بہترین سونے اور قیمتی جواہر میں تبدیل ہو گیا؛ پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا: اس کو بھی اسی پہلے والے سونے میں ہی ملا دو۔[1]

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ جناب فضہ سلام اللہ علیہا پہلے ہی دن سے اس گھر سے کتنی زیادہ محبت کرتی تھیں کہ اس گھر کے فاقے اور غربت پسند نہیں تھی!۔

مورخین کا بیان ہے کہ جناب فضہ بظاہر کنیز تھیں لیکن محمد و آل محمد علیہم السلام کی نگاہ میں بڑی ممتاز شخصیت کی مالک تھیں اور ان کی نگاہ کرم کی وجہ سے نگاہِ قدرت میں بھی باعزت تھیں، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ماہ رمضان کی ایک شب جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی یا رسول اللہ! جس قدم سے آپؐ نے عرش معلیٰ کو شب معراج مشرف

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۲۷۳۔

فرمایا آج اس قدم کے ذریعہ ہمارے گھر کو شرف بخشیں؛ آنحضرتؐ نے دعوت قبول کی، دوسرے دن آپؐ نے دعوت میں حاضری دی، افطار فرمایا، اگلے روز کے لئے شہزادی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے دعوت افطار دی اور آپؐ نے قبول فرمایا، آپؐ نے روزہ افطار فرمایا؛ اسی طرح امام حسن علیہ السلام کی دعوت قبول کی، اسی طرح امام حسین علیہ السلام کی دعوت قبول کی، اس کے بعد جناب فضہ نے بھی دعوت طعام دی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ نماز مغربین کے بعد اپنے گھر ہو کر جناب فضہ کے یہاں جائیں تو جبرئیل نے آکر کہا: پروردگار کی خواہش یہ ہے کہ آپ سیدھے فضہ کے گھر تشریف لے جائیں کیونکہ فضہ دروازہ زہرا پر منتظر کھڑی ہیں؛ چنانچہ حضور اکرمؐ سیدھے جناب سیدہ کے مکان پر تشریف لے گئے، تمام اہلبیت نے تعظیم کی، حضرتؐ نے فرمایا: آج میں فضہ کا مہمان ہوں، یہ سن کر امیر المومنین علیہ السلام نے فضہ سے فرمایا: تم نے ہمیں نہیں بتایا کہ حضور کو مدعو کیا ہے! ہمیں بتا دیا ہوتا تو ہم تمہاری مدد کرتے! فضہ نے عرض کیا: مولا! میں آپ ہی کی کنیز ہوں، سب انتظام ہو جائے گا، اس کے بعد وہ اندر گئیں اور مصلیٰ بچھا کر دو رکعت نماز ادا کی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی: مالک! اپنے حبیب کی دعوت کا بندوبست فرما دے، دعا قبول ہوئی، طعام آسمانی نازل ہوا اور وہ اسے لے کر باہر آئیں، سب نے طعام جنت تناول فرمایا، حضرتؐ نے کھانے کے بعد ارشاد فرمایا: الحمدللہ کہ خدا نے مریم بنت عمران کی طرح میری بیٹی کی کنیز کو بھی جنت سے طعام منگوانے کا شرف بخشا ہے۔[1]

---

[1] ۔ چودہ ستارے، ص۱۰۸۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: "أَبُو الْقَاسِمِ الْقُشَيْرِيُّ فِي كِتَابِهِ قَالَ بَعْضُهُمْ: اِنْقَطَعْتُ فِي الْبَادِيَةِ عَنِ الْقَافِلَةِ فَوَجَدْتُ اِمْرَأَةً فَقُلْتُ لَهَا: مَنْ أَنْتِ؟ فَقَالَتْ وَ قُلْ سَلاَمٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ: مَا تَصْنَعِينَ هَاهُنَا؟ قَالَتْ مَنْ يَهْدِ اللهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ، فَقُلْتُ: أَمِنَ الْجِنِّ أَنْتِ أَمْ مِنَ الْإِنْسِ؟ قَالَتْ: يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ، فَقُلْتُ: مِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتِ؟ قَالَتْ: يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ، فَقُلْتُ: أَيْنَ تَقْصِدِينَ؟ قَالَتْ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ، فَقُلْتُ: مَتَى انْقَطَعْتِ؟ قَالَتْ: وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ، فَقُلْتُ: أَتَشْتَهِينَ طَعَاماً؟ فَقَالَتْ: وَ مَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ فَأَطْعَمْتُهَا، ثُمَّ قُلْتُ: هَرْوِلِي وَ لاَ تَعَجَّلِي، قَالَتْ: لاَ يُكَلِّفُ اللهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا، فَقُلْتُ: أُرْدِفُكِ، فَقَالَتْ: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا، فَنَزَلْتُ فَأَرْكَبْتُهَا، فَقَالَتْ: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا، فَلَمَّا أَدْرَكْنَا الْقَافِلَةَ قُلْتُ: أَلَكِ أَحَدٌ فِيهَا؟ قَالَتْ: يَا دَاوُدُ! إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ وَ مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ يَا مُوسَى إِنِّي أَنَا اللهُ، فَصِحْتُ بِهٰذِهِ الْأَسْمَاءِ فَإِذَا أَنَا بِأَرْبَعَةِ شَبَابٍ مُتَوَجِّهِينَ نَحْوَهَا، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلاَءِ مِنْكِ؟ قَالَتْ: اَلْمَالُ وَ الْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، فَلَمَّا أَتَوْهَا، قَالَتْ: يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ، فَكَافُونِي بِأَشْيَاءَ، فَقَالَتْ: وَ اللهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ، فَزَادُوا عَلَيَّ، فَسَأَلْتُهُمْ عَنْهَا، فَقَالُوا: هٰذِهِ أُمُّنَا فِضَّةُ جَارِيَةُ الزَّهْرَاءِ عَلَيْهَا السَّلاَمُ مَا تَكَلَّمَتْ مُنْذُ عِشْرِينَ سَنَةً إِلاَّ بِالْقُرْآنِ" علامہ حافظ محمد بن علی شہر آشوب ابو القاسم قشیری کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ ایک شخص عبداللہ بن

مبارک نے بیان کیا: میں سفر میں تھا اتفاق سے اپنے قافلے سے بچھڑ گیا اور جنگل کی طرف نکل گیا، میں نے اس جنگل میں ایک عورت کو پریشان حال دیکھا تو میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: تم سلام کہو عنقریب جان جاؤ گے؛ میں نے سلام کیا اس کے بعد پوچھا: آپ اس جنگل میں کیسے؟ اس خاتون نے جواب دیا: جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا؛ میں سمجھا کہ یہ راہ بھٹکی ہوئی ہے؛ میں نے پوچھا: تم جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے؟ اس خاتون نے جواباً کہا: اے بنی آدم! اپنی زینت کو سنبھالو، میں اس کی اس بات سے سمجھ گیا کہ اس کا تعلق انسانوں سے ہے۔

میں نے اس سے پوچھا: تم کہاں سے آئی ہو؟ اس خاتون نے جواب دیا: وہ دور سے پکارے جاتے ہیں؛ میں اس کے جواب سے سمجھ گیا کہ وہ خاتون بہت دور سے آرہی ہے۔

میں نے اس سے سوال کیا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس محترمہ نے جواب دیا: اللہ کے لئے لوگوں پر حج واجب ہے، میں اس کی بات سے سمجھ گیا کہ یہ حج کرنے کو جا رہی ہے۔

میں نے پوچھا: تم قافلہ سے کب جدا ہوئیں؟ اس خاتون نے کہا: ہم نے آسمان اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کیا ہے، مطلب یہ تھا کہ وہ خاتون چھ روز سے راستہ بھٹکی ہوئی تھی۔

میں نے اس سے سوال کیا: تم کچھ کھانا چاہتی ہو؟ میرے سوال کے جواب میں اس نے کہا: ہم نے ان کے لئے جسم قرار دیا جس کے لئے وہ کھانا کھاتے ہیں، میں سمجھ گیا کہ اس خاتون کو کھانا مطلوب ہے۔

کھانا کھلانے کے بعد میں نے کہا: جلدی سوار ہو جاؤ! اس خاتون نے جواب دیا: اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا؛ میں اس کے جواب سے سمجھ گیا کہ وہ ایک جانور پر زیادہ بوجھ ڈالنا پسند نہیں کر رہی ہے۔

میں نے اس خاتون سے کہا: تم میرے ساتھ ایک ہی اونٹ پر بیٹھ جاؤ! اس خاتون نے جواب دیا: اگر زمین و آسمان میں ایک اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو دونوں عالم تباہ ہو جاتے، میں اس کے جواب سے سمجھ گیا کہ وہ میرے ساتھ ایک سواری پر بیٹھنا نہیں چاہتی۔

میں اپنی سواری سے اترا اور اس سے کہا: اس سواری پر تم سوار ہو جاؤ؛ چنانچہ وہ سوار ہوئی اور کہا: پاک ہے وہ خدا جس نے ہمیں اس پر سوار ہونے کا موقع دیا اور اسے ہمارے قابو میں کیا۔

جب ہمیں اس خاتون کا بچھڑا ہوا قافلہ مل گیا تو میں نے پوچھا: اس قافلہ میں تمہارا کوئی اپنا بھی ہے؟ اس خاتون نے جواب دیا: اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ قرار دیا، محمد کچھ نہیں ہیں مگر یہ کہ رسول ہیں، اے یحییٰ کتاب لو، اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں۔ اس خاتون کی گفتگو سے میں سمجھ گیا کہ اس کے چار بیٹے ہیں جن کے نام داؤد، محمد، یحییٰ اور موسیٰ ہیں؛ چنانچہ میں نے زور سے چاروں کے نام لیکر پکارا، سب ہنستے ہوئے آ گئے۔

میں نے اس خاتون سے پوچھا: ان چار لوگوں سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ اس خاتون نے جواب دیا: مال اور اولاد زندگانی دنیا کی زینت ہیں، میں سمجھ گیا کہ چاروں اس خاتون کے بیٹے ہیں۔

وہاں پہنچنے کے بعد اس خاتون نے ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہوتا ہے "اے اباجان! اسے مزدوری پر رکھ لیجئے، بے شک بہترین شخص جسے آپ مزدور بنائیں وہی ہے جو طاقتور اور امانتدار ہو"۔ اس خاتون کا مقصد تھا کہ میں نے اسے قافلہ سے ملایا ہے اس کے عوض مجھے اجرت دی جائے لہٰذا اس کے بیٹوں نے مجھے مال سے نوازا۔

مجھے وہ مال کم محسوس ہوا اور میں نے اس کی کمی کا اظہار کیا تو خاتون نے کہا: اللہ جسے چاہتا ہے دوگنا دیتا ہے؛ یہ سن کر انہوں نے مزید مجھے مزید اجرت دی۔

میں نے ان لوگوں سے پوچھا: یہ خاتون کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ ہماری ماں فضہ ہیں جو حضرت فاطمہ بنت رسول اللہؐ کی آزاد کردہ کنیز ہیں، ہماری والدہ تقریباً بیس سال سے قرآنی آیات کے ذریعہ گفتگو کرتی ہیں۔[1]

ایک روایت اس طرح بیان ہوئی ہے: "قَالَتْ: يَا أَبَتَاهُ! يَا رَسُولَ اللهِ! هَكَذَا كَانَ يُفْعَلُ بِحَبِيْبَتِكَ وَ ابْنَتِكَ، آهِ يَا فِضَّةُ! إِلَيْكِ فَخُذِينِي فَقَدْ وَ اللهِ قُتِلَ مَا فِي أَحْشَائِي مِنْ حَمْلٍ، وَ سَمِعْتُهَا تَمْخَضُ وَ هِيَ مُسْتَنِدَةٌ إِلَى الْجِدَارِ، فَدَفَعْتُ الْبَابَ وَ دَخَلْتُ فَأَقْبَلَتْ إِلَيَّ بِوَجْهٍ أَغْشَى بَصَرِي، فَصَفَقْتُ صَفْقَةً عَلَى خَدَّيْهَا مِنْ ظَاهِرِ الْخِمَارِ فَانْقَطَعَ قُرْطُهَا وَ تَنَاثَرَتْ إِلَى الْأَرْضِ، وَ خَرَجَ عَلِيٌّ" سیدہؑ نے کہا: "اے بابا! اے اللہ کے رسول! کیا آپ کی

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج۴۳، ص۸۶۔

محبوب بیٹی کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا جاتا ہے؟ ہائے فضہ! مجھے سنبھال لو، قسم بخدا! میرے شکم میں جو بچہ تھا وہ شہید ہو گیا ہے"۔

راوی کہتا ہے: میں نے سنا کہ سیدہؑ دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھیں اور زچگی کی حالت میں تھیں۔ میں نے دروازہ کو دھکیلا اور اندر داخل ہوا۔ وہ میری طرف ایسے چہرہ کے ساتھ متوجہ ہوئیں کہ میری آنکھیں چُندھیا گئیں۔ میں نے ان کے چہرہ پر چادر کے اوپر سے ایک تھپڑ مارا، جس سے ان کی بالیاں ٹوٹ کر زمین پر گر پڑیں اور اس کے بعد علیؑ باہر آ گئے۔[1]

❁ ❁ ❁

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۳۰، ص ۲۸۷۔

﴿قاتلانِ امام حسینؑ کا انجام﴾

(حصہ اوّل)

شیخ طوسیؒ اپنی کتاب آمالی، ج۱، ص ۲۴۰، مجلس ۱۱ میں ایک روایت اس طرح نقل کرتے ہیں: "قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمَدَائِنِيُّ، عَنْ رِجَالِهِ: أَنَّ الْمُخْتَارَ بْنَ أَبِي عُبَيْدٍ الثَّقَفِيَّ (رَحِمَهُ اللهُ) ظَهَرَ بِالْكُوفَةِ لَيْلَةَ الْأَرْبِعَاءِ لِأَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً بَقِيَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْآخِرِ سَنَةَ سِتٍّ وَ سِتِّينَ، فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَ سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) وَ الطَّلَبِ بِدَمِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) وَ دِمَاءِ أَهْلِ بَيْتِهِ (رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ) وَ الدَّفْعِ عَنِ الضُّعَفَاءِ، فَقَالَ الشَّاعِرُ فِي ذَلِكَ: وَ لَمَّا دَعَا الْمُخْتَارُ جِئْنَا لِنَصْرِهِ عَلَى الْخَيْلِ تَرْدِي مِنْ كُمَيْتٍ وَ أَشْقَرَا دَعَا يَا لَثَارَاتِ الْحُسَيْنِ فَأَقْبَلَتْ تُعَادِي بِفُرْسَانِ الصَّبَاحِ لِتَثْأَرَا وَ نَهَضَ الْمُخْتَارُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مُطِيعٍ، وَ كَانَ عَلَى الْكُوفَةِ مِنْ قِبَلِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَأَخْرَجَهُ وَ أَصْحَابَهُ مِنْهَا مُنْهَزِمِينَ، وَ أَقَامَ بِالْكُوفَةِ إِلَى الْمُحَرَّمِ سَنَةَ سَبْعٍ وَ سِتِّينَ" محمد بن ابراہیم نے مجھ سے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں حارث بن ابی اسامہ نے حدیث سنائی، کہا: ہمیں مدائنی نے اپنے رجال کے واسطہ سے خبر دی کہ: مختار بن ابی عبید ثقفی (رحمۃ اللہ علیہ) کوفہ میں سنہ ۶۶ ہجری، ماہِ ربیع الآخر کی ۱۴ تاریخ، بروز بدھ، ظاہر ہوا۔ پس لوگوں نے اس کی بیعت کی کتاب اللہ پر، رسولِ خداؐ کی سنت پر، حسین بن علی (علیہما السلام) اور ان

کے اہلِ بیت کے خون کا بدلہ لینے پر اور کمزوروں کا دفاع کرنے پر۔ اس موقع پر ایک شاعر نے کہا: جب مختار نے پکارا تو ہم اس کی نصرت کے لئے آئے گھوڑوں پر سوار ہوکر، کچھ سیاہ اور کچھ سرخ گھوڑوں پر۔ اس نے نعرہ لگایا: "یالثارات الحسین" (اے حسین کے خون کا بدلہ لینے والو!) تو صبح کے گھڑسوار دوڑتے ہوئے آئے تاکہ انتقام لیں۔ پھر مختار، عبداللہ بن مطیع کی طرف بڑھا جو کوفہ میں ابن زبیر کی طرف سے حاکم تھا۔ مختار نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو شکست دی اور شہر سے نکال دیا۔ اس کے بعد مختار سنہ ۶۷ ہجری کے محرم تک کوفہ میں قائم رہا۔

"ثُمَّ عَمَدَ عَلَىٰ إِنْفَاذِ الْجُيُوْشِ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ وَ كَانَ بِأَرْضِ الْجَزِيْرَةِ، فَصَيَّرَ عَلَىٰ شُرَطِهِ أَبَا عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيَّ وَ أَبَا عَمْرَةَ كَيْسَانَ مَوْلَىٰ عُرَيْنَةَ، وَ أَمَرَ إِبْرَاهِيْمَ بْنَ الْأَشْتَرِ (رَحِمَهُ اللهُ) بِالتَّأَهُّبِ لِلْمَسِيْرِ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ (لَعَنَهُ اللهُ)، وَ أَمَّرَهُ عَلَى الْأَجْنَادِ. فَخَرَجَ إِبْرَاهِيْمُ يَوْمَ السَّبْتِ لِسَبْعٍ خَلَوْنَ مِنَ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ سَبْعٍ وَ سِتِّيْنَ فِيْ أَلْفَيْنِ مِنْ مَذْحِجٍ وَ أَسَدٍ، وَ أَلْفَيْنِ مِنْ تَمِيْمٍ وَ هَمْدَانَ، وَ أَلْفٍ وَ خَمْسِمِائَةٍ مِنْ قَبَائِلِ الْمَدِيْنَةِ وَ أَلْفٍ وَ خَمْسِمِائَةٍ مِنْ كِنْدَةَ وَ رَبِيْعَةَ، وَ أَلْفَيْنِ مِنَ الْحَمْرَاءِ؛ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ: كَانَ ابْنُ الْأَشْتَرِ فِيْ أَرْبَعَةِ آلَافٍ مِنَ الْقَبَائِلِ، وَ ثَمَانِيَةِ آلَافٍ مِنَ الْحَمْرَاءِ" اس کے بعد مختار نے ابن زیاد (لعنہ اللہ) کی طرف لشکر روانہ کرنے کا ارادہ کیا جو اس وقت "ارضِ جزیرہ" میں تھا۔ پس اس نے اپنے شرطہ (خصوصی دستہ) پر ابو عبداللہ الجدلی اور ابو عمرۃ کیسان مولی عرینہ کو مقرر کیا۔

ابراہیم بن اشتر (رحمۃ اللہ علیہ) کو حکم دیا کہ ابن زیاد (لعنہ اللہ) کی طرف روانگی کے لئے تیاری کرے اور اسے تمام لشکروں کا سردار بنایا۔ چنانچہ ابراہیم (بن اشتر) محرم سنہ ۶۷ ہجری کے ساتویں دن، بروز ہفتہ لشکر لے کر نکلا۔

اس کے ساتھ: دو ہزار سپاہی قبیلہ مذحج اور اسد سے، دو ہزار قبیلہ تمیم اور ہمدان سے، ڈیڑھ ہزار مدینہ کے قبائل سے، ڈیڑھ ہزار قبیلہ کندہ اور ربیعہ سے نیز دو ہزار قبیلہ حمراء سے تھے۔

اور بعض نے کہا ہے: ابن اشتر کے ساتھ چار ہزار افراد دیگر قبائل سے اور آٹھ ہزار قبیلہ حمراء کے لوگ تھے۔

"وَشَيَّعَ الْمُخْتَارُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ الْأَشْتَرِ (رَحِمَهُمَا اللهُ) مَاشِياً، فَقَالَ لَهُ إِبْرَاهِيمُ: اِرْكَبْ رَحِمَكَ اللهُ، فَقَالَ: إِنِّي لَأَحْتَسِبُ الْأَجْرَ فِي خُطَايَ مَعَكَ، وَ أُحِبُّ أَنْ تَغْبَرَّ قَدَمَايَ فِي نَصْرِ آلِ مُحَمَّدٍ (عَلَيْهِمُ السَّلَامُ)، ثُمَّ وَدَّعَهُ وَ انْصَرَفَ، فَسَارَ ابْنُ الْأَشْتَرِ حَتَّى أَتَى الْمَدَائِنَ، ثُمَّ سَارَ يُرِيدُ ابْنَ زِيَادٍ، فَشَخَصَ الْمُخْتَارُ عَنِ الْكُوفَةِ لِمَا أَتَاهُ أَنَّ ابْنَ الْأَشْتَرِ قَدِ ارْتَحَلَ مِنَ الْمَدَائِنِ، وَ أَقْبَلَ حَتَّى نَزَلَ الْمَدَائِنَ، فَلَمَّا نَزَلَ ابْنُ الْأَشْتَرِ نَهَرَ الْخَازِرِ بِالْمَوْصِلِ أَقْبَلَ ابْنُ زِيَادٍ فِي الْجُمُوعِ، وَ نَزَلَ عَلَى أَرْبَعَةِ فَرَاسِخَ مِنْ عَسْكَرِ ابْنِ الْأَشْتَرِ، ثُمَّ الْتَقَوْا فَحَضَّ ابْنُ الْأَشْتَرِ أَصْحَابَهُ وَ قَالَ: يَا أَهْلَ الْحَقِّ وَ أَنْصَارَ الدِّينِ، هَذَا ابْنُ زِيَادٍ قَاتِلُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ (عَلَيْهِمُ السَّلَامُ) قَدْ أَتَاكُمُ اللهُ بِهِ وَ بِحِزْبِهِ حِزْبِ الشَّيْطَانِ، فَقَاتِلُوهُمْ بِنِيَّةٍ وَ صَبْرٍ، لَعَلَّ اللهَ يَقْتُلُهُ بِأَيْدِيكُمْ، وَ يَشْفِي صُدُورَكُمْ، وَ تَزَاحَفُوا وَ نَادَى أَهْلَ الْعِرَاقِ يَا لَثَارَاتِ الْحُسَيْنِ، فَجَالَ أَصْحَابُ ابْنِ الْأَشْتَرِ جَوْلَةً، فَنَادَاهُمْ: يَا

شُرْطَةَ اللّٰهِ اَلصَّبْرَ اَلصَّبْرَ، فَتَرَاجَعُوْا" مختار نے ابراہیم بن اشتر (رحمہا اللہ) کو لشکر کے ساتھ رخصت کیا اور خود پیدل چلتے ہوئے اس کے ساتھ گئے۔ ابراہیم نے کہا: "اللہ آپ پر رحم کرے، آپ سوار ہو جائیے۔" مختار نے جواب دیا: میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ چلنے کے ہر قدم پر اللہ سے اجر حاصل کروں، اور مجھے یہ پسند ہے کہ میرے پاؤں آلِ محمد (علیہم السلام) کی نصرت میں غبار آلود ہوں۔

پھر مختار نے اسے رخصت کیا اور واپس پلٹ آیا۔ ابراہیم بن اشتر روانہ ہوا یہاں تک کہ وہ مدائن پہنچا، پھر وہاں سے آگے ابن زیاد کی طرف بڑھا۔ جب مختار کو خبر ملی کہ ابراہیم مدائن سے کوچ کر چکا ہے تو وہ بھی کوفہ سے نکل آئے اور مدائن میں آکر ٹھہرے۔

جب ابراہیم بن اشتر "نہرِ خازر" (موصل کے قریب) پر پہنچا تو ابن زیاد اپنی فوجوں کے ساتھ آیا اور ابراہیم کے لشکر سے چار فرسخ کے فاصلے پر قیام کیا۔ پھر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ ابراہیم بن اشتر نے اپنے ساتھیوں کو جوش دلاتے ہوئے کہا: اے اہلِ حق اور دین کے مددگارو! یہ ابن زیاد ہے، وہی جس نے حسین بن علی اور ان کے اہلِ بیت (علیہم السلام) کو قتل کیا تھا۔ دیکھو! اللہ نے اسے اور اس کے گروہ (یعنی شیطان کے لشکر) کو تمہارے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ پس ان سے نیت اور صبر کے ساتھ لڑو، شاید اللہ اسے تمہارے ہاتھوں قتل کرے اور تمہارے دلوں کو سکون دے۔

پھر دونوں لشکر آہستہ آہستہ آمنے سامنے بڑھے۔ اہلِ عراق نے نعرہ لگایا: "یا لثارات الحسین!" (اے حسین کے خون کا بدلہ لینے والو!)۔ ابراہیم کے ساتھیوں

نے زبردست حملہ کیا، پھر وہ ذرا پیچھے ہٹے تو ابراہیم نے آواز دی: "اے اللہ کے شرطہ (چُنندہ فوج)! صبر کرو، صبر کرو!" چنانچہ وہ دوبارہ پلٹ کر صف جما گئے۔

"فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَسَارِ بْنِ أَبِي عَقِبٍ الدُّؤَلِيُّ: حَدَّثَنِي خَلِيلِي أَنَّا نَلْقَى أَهْلَ الشَّامِ عَلَى نَهَرٍ يُقَالُ لَهُ الْخَازِرُ، فَيَكْشِفُونَّا حَتَّى نَقُولَ: هِيَ هِيَ، ثُمَّ نَكِرُّ عَلَيْهِمْ فَنَقْتُلُ أَمِيرَهُمْ، فَأَبْشِرُوا وَ اصْبِرُوا فَإِنَّكُمْ لَهُمْ قَاهِرُونَ، ثُمَّ حَمَلَ ابْنُ الْأَشْتَرِ (رَحِمَهُ اللهُ) عَشِيّاً فَخَالَطَ الْقَلْبَ، وَ كَسَرَهُمْ أَهْلُ الْعِرَاقِ فَرَكِبُوهُمْ يَقْتُلُونَهُمْ، فَانْجَلَتِ الْغُمَّةُ وَ قَدْ قُتِلَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ وَ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ وَ شُرَحْبِيلُ بْنُ ذِي الْكَلَاعِ وَ ابْنُ حَوْشَبٍ وَ غَالِبٌ الْبَاهِلِيُّ وَ عَبْدُ اللهِ بْنُ إِيَاسٍ السُّلَمِيُّ وَ أَبُو الْأَشْرَسِ الَّذِي كَانَ عَلَى خُرَاسَانَ وَ أَعْيَانُ أَصْحَابِهِ (لَعَنَهُمُ اللهُ). فَقَالَ ابْنُ الْأَشْتَرِ: إِنِّي رَأَيْتُ بَعْدَ مَا انْكَشَفَتِ النَّاسُ طَائِفَةً مِنْهُمْ قَدْ صَبَرَتْ تُقَاتِلُ، فَأَقْدَمْتُ عَلَيْهِمْ، وَ أَقْبَلَ رَجُلٌ آخَرُ فِي كَبْكَبَةٍ كَأَنَّهُ بَغْلٌ أَقْمَرُ، يَفْرِي النَّاسَ، لَا يَدْنُو مِنْهُ أَحَدٌ إِلَّا صَرَعَهُ، فَدَنَا مِنِّي فَضَرَبْتُ يَدَهُ فَأَبَنْتُهَا، وَ سَقَطَ عَلَى شَاطِئِ النَّهَرِ، فَشَرَقَتْ يَدَاهُ وَ غَرَبَتْ رِجْلَاهُ، فَقَتَلْتُهُ وَ وَجَدْتُ مِنْهُ رِيحَ الْمِسْكِ، وَ أَظُنُّهُ ابْنَ زِيَادٍ فَاطْلُبُوهُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَنَزَعَ خُفَّيْهِ وَ تَأَمَّلَهُ، فَإِذَا هُوَ ابْنُ زِيَادٍ (لَعَنَهُ اللهُ) عَلَى مَا وَصَفَ ابْنُ الْأَشْتَرِ، فَاحْتَزَّ رَأْسَهُ، وَ اسْتَوْقَدُوا عَامَّةَ اللَّيْلِ بِجَسَدِهِ" عبداللہ بن یسار بن ابی عقب الدولی نے کہا: میرے دوست نے مجھے خبر دی تھی کہ ہم اہلِ شام سے ایک دریا پر لڑائی کریں گے جسے نہرِ خازر کہا جاتا ہے۔ وہ ہمیں پیچھے ڈھکیل دیں گے یہاں تک کہ ہم کہیں گے: بس یہی ہے (یہی وقت ہے)، پھر ہم پلٹ کر ان پر حملہ کریں گے اور ان

کے امیر کو قتل کریں گے۔ پس خوش ہو جاؤ اور صبر کرو، بے شک تم ان پر غالب آؤ گے۔ پھر عصر کے وقت ابراہیم بن اشتر (رحمہ اللہ) نے حملہ کیا، اور دشمن کے قلب میں گھس گیا۔

اہلِ عراق نے ان (شامیوں) کو توڑ دیا اور ان پر سوار ہو گئے، انہیں قتل کرنے لگے۔ آخر کار جنگ کی دھند چھٹ گئی اور قتل ہوئے: عبید اللہ بن زیاد، حصین بن نمیر، شرجیل بن ذی الکلع، ابن حوشب، غالب باہلی، عبداللہ بن ایاس سلمی، ابو الاشرس (جو خراسان کا حاکم تھا)، اور ان کے دیگر بڑے سردار (لعنہم اللہ)۔

ابراہیم بن اشتر نے کہا: جب لوگ بھاگ گئے تو میں نے ان میں سے ایک گروہ کو دیکھا جو اب بھی ڈٹا ہوا تھا اور وہ مسلسل جنگ کر رہا تھا۔

میں ان کی طرف بڑھا۔ اسی وقت ایک اور شخص آیا جو گھڑ سواروں کے درمیان اس طرح نمودار ہوا گویا وہ سفید رنگ کا خچر ہے، وہ لوگوں کو کاٹ رہا تھا، کوئی اس کے قریب نہیں آتا سوائے اس کے وہ اسے گرا دیتا تھا۔ پھر وہ میرے قریب آیا تو میں نے اس کے ہاتھ پر ضرب لگائی اور اسے کاٹ ڈالا۔ وہ دریا کے کنارے گر پڑا، اس کے دونوں ہاتھ ایک طرف اور پاؤں دوسری طرف ہو گئے۔ میں نے اسے قتل کیا اور اس سے مشک کی خوشبو محسوس کی۔ میں نے گمان کیا کہ یہ ابن زیاد ہے۔

میں نے کہا: اسے تلاش کرو۔ چنانچہ ایک شخص آیا اور اس کے جوتے اتارے اور غور سے دیکھا تو وہ واقعی ابن زیاد (لعنہ اللہ) ہی تھا، جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ پھر اس کا سر کاٹ دیا گیا، اور لوگوں نے اس کی لاش سے ساری رات آگ جلائی"۔

"فَنَظَرَ إِلَيْهِ مِهْرَانُ مَوْلَى زِيَادٍ وَ كَانَ يُحِبُّهُ حُبّاً شَدِيْداً، فَحَلَفَ أَ لَّا يَأْكُلَ شَحْماً أَبَداً، وَ أَصْبَحَ النَّاسُ فَحَوَوْا مَا فِي الْعَسْكَرِ وَ هَرَبَ غُلَامٌ لِعُبَيْدِ اللهِ إِلَى الشَّامِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ: مَتَى عَهْدُكَ بِابْنِ زِيَادٍ فَقَالَ: جَالَ النَّاسُ وَ تَقَدَّمَ فَقَاتَلَ، وَ قَالَ: اِئْتِنِيْ بِجَرَّةٍ فِيْهَا مَاءٌ، فَأَتَيْتُهُ فَاحْتَمَلَهَا فَشَرِبَ مِنْهَا وَ صَبَّ الْمَاءَ بَيْنَ دِرْعِهِ وَ جَسَدِهِ، وَ صَبَّ عَلَى نَاصِيَةِ فَرَسِهِ فَصَهَلَ ثُمَّ أَقْحَمَهُ، فَهَذَا آخِرُ عَهْدِيْ بِهِ" جب ابن زیاد کا سر کاٹا گیا تو مہران (جو زیاد کا غلام تھا اور اس سے شدید محبت کرتا تھا) نے اسے دیکھا۔

اس نے قسم کھائی کہ وہ کبھی چربی (گوشت کی چکنائی) نہیں کھائے گا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے دشمن کے لشکر کا تمام سامان لوٹ لیا۔ عبید اللہ بن زیاد کا ایک غلام بھاگ کر شام چلا گیا۔ جب وہ عبد الملک بن مروان کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا: "تیری ابن زیاد سے آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟" غلام نے کہا: جب لوگ بھاگ گئے تو وہ آگے بڑھا اور لڑنے لگا۔

پھر اس نے کہا: میرے لئے ایک گھڑے میں پانی لے آؤ۔ میں اس کے لئے گھڑا لایا تو اس نے اسے اٹھایا اور اس میں سے پیا، پھر پانی کو اپنے جسم اور زرہ کے درمیان انڈیل دیا اور اپنے گھوڑے کی پیشانی پر بھی ڈالا تو گھوڑا ہنہنانے لگا۔ پھر اس پر سوار ہو کر دشمن میں گھس گیا۔ یہی میری اس سے آخری ملاقات تھی۔

❁ ❁ ❁

﴿قاتلانِ امام حسینؑ کا انجام﴾

(حصہ دوّم)

شیخ طوسیؒ اپنی کتاب آمالی، ج ۱، ص ۲۴۰، مجلس ۱۱، میں ایک روایت اس طرح نقل کرتے ہیں: "قَالَ: وَ بَعَثَ اِبْنُ الْأَشْتَرِ بِرَأْسِ اِبْنِ زِيَادٍ إِلَى الْمُخْتَارِ وَ أَعْيَانِ مَنْ كَانَ مَعَهُ، فَقَدِمَ بِالرُّءُوسِ وَ الْمُخْتَارُ يَتَغَدَّى، فَأُلْقِيَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وُضِعَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) بَيْنَ يَدَيِ اِبْنِ زِيَادٍ (لَعَنَهُ اللّٰهُ) وَ هُوَ يَتَغَدَّى، وَ أُتِيْتُ بِرَأْسِ اِبْنِ زِيَادٍ وَ أَنَا أَتَغَدَّى، قَالَ: رَأَيْنَا حَيَّةً بَيْضَاءَ تَخَلَّلُ الرُّءُوسَ حَتَّى دَخَلَتْ فِي أَنْفِ اِبْنِ زِيَادٍ وَ خَرَجَتْ مِنْ أُذُنِهِ، وَ دَخَلَتْ فِي أُذُنِهِ وَ خَرَجَتْ مِنْ أَنْفِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ الْمُخْتَارُ مِنَ الْغِذَاءِ قَامَ فَوَطِئَ وَجْهَ اِبْنِ زِيَادٍ بِنَعْلِهِ ثُمَّ رَمَى بِهَا إِلَى مَوْلًى لَهُ وَ قَالَ: اِغْسِلْهَا فَإِنِّي وَضَعْتُهَا عَلَى وَجْهِ نَجِسٍ كَافِرٍ" ابراہیم بن مالک اشتر نے ابن زیاد کا سر اور اس کے دیگر سرداروں کے سروں کو مختار اور اس کے ساتھیوں کی طرف بھیجا۔ جب یہ سر لائے گئے تو مختار دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا وہ سر اس کے سامنے ڈالے گئے۔ مختار نے کہا: سب تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ کل وہ وقت تھا کہ ابن زیاد (لعنہ اللہ) کے سامنے حسین بن علی (علیہ السلام) کا سر کھانے کے وقت رکھا گیا تھا اور آج اللہ نے مجھے اس حال میں ابن زیاد کا سر دیا کہ میں کھانا کھا رہا ہوں۔

اس وقت ہم نے دیکھا کہ ایک سفید سانپ ان سروں کے درمیان چل رہا تھا۔ وہ ابن زیاد کی ناک میں داخل ہوا اور اس کے کان سے باہر نکلا، پھر اس کے کان میں گھسا اور ناک سے باہر نکلا۔ جب مختار کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کھڑے ہو کر اپنے جوتے کے ساتھ ابن زیاد کے چہرے کو روند ڈالا، پھر اپنے جوتے کو اپنے غلام کی طرف پھینک کر کہا: "اسے دھو ڈال، کیونکہ میں نے اسے ایک ناپاک کافر کے چہرے پر رکھا ہے۔

"وَ خَرَجَ الْمُخْتَارُ إِلَى الْكُوفَةِ، وَ بَعَثَ بِرَأْسِ ابْنِ زِيَادٍ وَ رَأْسِ حُصَيْنِ بْنِ نُمَيْرٍ وَ رَأْسِ شُرَحْبِيْلَ بْنِ ذِي الْكَلَاعِ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرٍ الثَّقَفِيِّ وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ الْجُشَمِيِّ وَ السَّائِبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ بِمَكَّةَ" مختار ثقفی کوفہ کی طرف نکلا اور ابن زیاد، حصین بن نمیر اور شرجیل بن ذی الکلاع کے سر عبدالرحمٰن بن ابی عمیر ثقفی، عبداللہ بن شداد جشمی اور سائب بن مالک اشعری کے ساتھ مکہ بھیجے تاکہ محمد بن حنفیہ کے پاس پہنچائیں۔

"وَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ، وَ كَتَبَ إِلَيْهِ مَعَهُمْ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي بَعَثْتُ أَنْصَارَكَ وَ شِيْعَتَكَ إِلَى عَدُوِّكَ يَطْلُبُوْنَهُ بِدَمِ أَخِيْكَ الْمَظْلُوْمِ الشَّهِيْدِ، فَخَرَجُوْا مُحْتَسِبِيْنَ مُحْنِقِيْنَ آسِفِيْنَ، فَلَقُوْهُمْ دُوْنَ نَصِيبِيْنَ فَقَتَلَهُمْ رَبُّ الْعِبَادِ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الَّذِيْ طَلَبَ لَكُمُ الثَّأْرَ، وَ أَدْرَكَ لَكُمْ رُؤَسَاءَ أَعْدَائِكُمْ، فَقَتَلَهُمْ فِيْ كُلِّ فَجٍّ وَ غَرَّقَهُمْ فِيْ كُلِّ بَحْرٍ، فَشَفَى بِذَلِكَ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَ أَذْهَبَ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَ قَدِمُوْا بِالْكِتَابِ وَ الرُّءُوْسِ عَلَيْهِ" اس وقت امام زین العابدینؑ بھی

مکہ میں تھے۔ اور ان کے ساتھ ایک خط بھی بھیجا جس میں لکھا تھا: اما بعد! میں نے تمہارے انصار اور شیعوں کو تمہارے دشمن کی طرف بھیجا جو تمہارے مظلوم شہید بھائی کے خون کا مطالبہ کر رہے تھے۔ وہ ایمان واحتساب کے ساتھ، سخت غصے اور رنج کے ساتھ نکلے۔ پس انہوں نے دشمن کو نصیبین کے قریب جا لیا اور اللہ نے اپنے بندوں کو ان پر مسلط کر دیا اور وہ قتل ہوئے۔ تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے، جس نے تمہارا انتقام لیا، تمہارے دشمنوں کے سرداروں کو تمہارے لئے پکڑا اور ان کو ہر وادی میں قتل کیا، ہر دریا میں غرق کیا، اس سے اہل ایمان کے سینوں کو ٹھنڈک دی اور ان کے دلوں کا غصہ دور کیا۔ پھر وہ لوگ خط اور سر لے کر حاضر ہوئے۔

"فَبَعَثَ بِرَأْسِ اِبْنِ زِيَادٍ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) فَأُدْخَلَ عَلَيْهِ وَ هُوَ يَتَغَدَّى، فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ): أُدْخِلْتُ عَلَى اِبْنِ زِيَادٍ وَ هُوَ يَتَغَدَّى وَ رَأْسُ أَبِي بَيْنَ يَدَيْهِ. فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ لاَ تُمِتْنِي حَتَّى تُرِيَنِي رَأْسَ اِبْنِ زِيَادٍ وَ أَنَا أَتَغَدَّى، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَجَابَ دَعْوَتِي" ابن زیاد کا سر امام زین العابدینؑ کی خدمت میں لے گئے، اس وقت آپ دسترخوان پر کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تھے۔ امامؑ نے فرمایا: مجھے ابن زیاد کے سامنے داخل کیا گیا تھا جب وہ کھانا کھا رہا تھا اور میرے والد کا سر اس کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس وقت میں نے دعا کی تھی: اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ میں ابن زیاد کا سر نہ دیکھ لوں جبکہ میں کھانے پر بیٹھا ہوں۔ پس اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری دعا قبول کی۔

"ثُمَّ أَمَرَ فَرُمِيَ بِهِ. فَحُمِلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَوَضَعَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ عَلَى قَصَبَةٍ، فَحَرَّكَتْهَا الرِّيحُ فَسَقَطَ، فَخَرَجَتْ حَيَّةٌ مِنْ تَحْتِ السِّتَارِ فَأَخَذَتْ بِأَنْفِهِ، فَأَعَادُوا الْقَصَبَةَ فَحَرَّكَتْهَا الرِّيحُ فَسَقَطَ، فَخَرَجَتِ الْحَيَّةُ فَأَزَمَتْ بِأَنْفِهِ، فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَأَمَرَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَأُلْقِيَ فِي بَعْضِ شِعَابِ مَكَّةَ" پھر آپؑ نے حکم دیا کہ سر پھینک دیا جائے۔ وہ سر ابن زبیر کے پاس لے جایا گیا۔ اس نے اسے ایک نیزہ پر نصب کرایا۔ لیکن ہوا نے نیزہ کو ہلایا تو سر گر گیا۔ اچانک ایک سانپ نکلا اور اس کی ناک پر کاٹ لیا۔ پھر اسے دوبارہ نیزہ پر نصب کیا گیا، لیکن پھر گر گیا اور سانپ آیا جس نے اس کی ناک پر کاٹ لیا۔ یہ عمل تین بار ہوا۔ آخر کار ابن زبیر نے حکم دیا کہ اسے مکہ کی ایک وادی میں پھینک دیا جائے۔

"قَالَ: وَكَانَ الْمُخْتَارُ (رَحِمَهُ اللهُ) قَدْ سُئِلَ فِي أَمَانِ عُمَرَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، فَآمَنَهُ عَلَى أَنْ لَا يَخْرُجَ مِنَ الْكُوفَةِ فَإِنْ خَرَجَ مِنْهَا فَدَمُهُ هَدَرٌ، قَالَ: فَأَتَى عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ الْمُخْتَارَ يَحْلِفُ لَيَقْتُلَنَّ رَجُلاً، وَاللهِ مَا أَحْسَبُهُ غَيْرَكَ. قَالَ: فَخَرَجَ عُمَرُ حَتَّى أَتَى الْحَمَّامَ فَقِيلَ لَهُ: أَتَرَى هَذَا يَخْفَى عَلَى الْمُخْتَارِ فَرَجَعَ لَيْلاً فَدَخَلَ دَارَهُ" مختار رحمہ اللہ سے عمر بن سعد بن ابی وقاص کی امان کے بارے میں پوچھا گیا تھا تو اس نے امان دے دی، اس شرط پر کہ وہ کوفہ سے باہر نہ نکلے۔ اگر باہر نکلا تو اس کا خون حلال ہے۔ ایک شخص عمر بن سعد کے پاس آیا اور کہا: "میں نے مختار کو قسم کھاتے سنا ہے کہ وہ ضرور ایک شخص کو قتل کرے گا اور اللہ کی قسم! مجھے گمان ہے کہ وہ شخص تم ہی

ہو"۔ یہ سن کر عمر بن سعد حمام کی طرف نکل گیا۔ کسی نے اس سے کہا: "کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ بات مختار پر پوشیدہ رہے گی؟" تو وہ رات کے وقت واپس اپنے گھر لوٹا۔

"فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ غَدَوْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى الْمُخْتَارِ ، وَ جَاءَ الْهَيْثَمُ بْنُ الْأَسْوَدِ فَقَعَدَ، فَجَاءَ حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ، فَقَالَ لِلْمُخْتَارِ : يَقُولُ لَكَ أَبُو حَفْصٍ: أَنْزِلْنَا بِالَّذِي كَانَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ؛ قَالَ: اِجْلِسْ، فَدَعَا الْمُخْتَارُ أَبَا عَمْرَةَ ، فَجَاءَ رَجُلٌ قَصِيرٌ يَتَخَشْخَشُ فِي الْحَدِيْدِ فَسَارَّهُ، وَ دَعَا بِرَجُلَيْنِ فَقَالَ: اِذْهَبَا مَعَهُ، فَذَهَبَ فَوَ اللهِ مَا أَحْسَبُهُ بَلَغَ دَارَ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ حَتَّى جَاءَ بِرَأْسِهِ، فَقَالَ الْمُخْتَارُ لِحَفْصٍ : أَتَعْرِفُ هَذَا فَقَالَ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، نَعَمْ. قَالَ: يَا أَبَا عَمْرَةَ أَلْحِقْهُ بِهِ، فَقَتَلَهُ. فَقَالَ الْمُخْتَارُ (رَحِمَهُ اللهُ) : عُمَرُ بِالْحُسَيْنِ، وَ حَفْصٌ بِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، وَلَا سَوَاءٌ" پس جب اگلا دن ہوا تو میں صبح سویرے مختار کے پاس گیا۔ ہیثم بن اسود بھی آیا اور بیٹھ گیا۔ پھر حفص بن عمر بن سعد (یعنی عمر بن سعد کا بیٹا) آیا اور مختار سے کہا: "ابو حفص (یعنی اس کے والد عمر بن سعد) تم سے کہتے ہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو معاملہ تھا، اس کے مطابق ہمیں پناہ دو"۔

مختار نے کہا: "بیٹھ جاؤ"۔ پھر مختار نے ابو عمرہ کو بلایا۔ ایک چھوٹا سا آدمی جو لوہے (زرہ اور ہتھیار) میں تھا، آیا تو مختار نے اس کے کان میں کچھ کہا۔ پھر اس کے ساتھ دو آدمیوں کو بھیجا۔ خدا کی قسم! مجھے نہیں لگتا کہ وہ عمر بن سعد کے گھر تک پہنچا ہوگا کہ وہ اس کا سر لے کر واپس آ گئے۔ مختار نے حفص سے کہا: "کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟" حفص نے کہا: "إِنا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، " ہاں۔ مختار نے ابو عمرہ سے کہا: "اسے

بھی اس کے باپ سے ملا دو"۔ یہ سن کر اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ پھر مختار (رحمہ اللہ) نے کہا: "عمر (بن سعد) نے حسینؑ کو قتل کیا، اور حفص نے علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدینؑ) کو مارنے کا ارادہ کیا تھا، اور یہ دونوں برابر نہیں۔

"قَالَ: وَ اِشْتَدَّ أَمْرُ الْمُخْتَارِ بَعْدَ قَتْلِ اِبْنِ زِيَادٍ وَ أَخَافَ الْوُجُوْهَ وَ قَالَ: لَا يَسُوغُ لِيْ طَعَامٌ وَ لَا شَرَابٌ حَتّٰى أَقْتُلَ قَتَلَةَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَ مَا مِنْ دِينِي أَتْرُكُ أَحَداً مِنْهُمْ حَيّاً، وَ قَالَ: أَعْلِمُوْنِيْ مَنْ شَرِكَ فِي دَمِ الْحُسَيْنِ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ، فَلَمْ يَكُنْ يُؤْتُوْنَهُ بِرَجُلٍ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ قَتَلَةِ الْحُسَيْنِ أَوْ مِمَّنْ أَعَانَ عَلَيْهِ إِلَّا قَتَلَهُ" ابن زیاد کے قتل کے بعد مختار کا معاملہ سخت اور غالب ہوگیا، اس نے بڑے بڑے لوگوں کو خوف زدہ کر دیا۔ وہ کہا کرتا تھا: "میرے لئے کھانا اور پینا اس وقت تک حلال نہیں کہ میں حسین بن علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے قاتلوں کو قتل نہ کر دوں۔ میرے دین میں یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کو زندہ چھوڑوں۔ وہ کہتا: مجھے خبر دو کہ کون کون حسینؑ اور ان کے اہل بیت کے خون میں شریک تھا!۔ پھر جب بھی کوئی شخص اس کے پاس لایا جاتا اور کہا جاتا کہ یہ حسینؑ کے قاتلوں میں سے ہے یا ان پر حملہ میں شریک تھا، تو وہ اسے قتل کر دیتا۔

"وَ بَلَغَهُ أَنَّ شِمْرَ بْنَ ذِي الْجَوْشَنِ (لَعَنَهُ اللّٰهُ) أَصَابَ مَعَ الْحُسَيْنِ إِبِلًا فَأَخَذَهَا، فَلَمَّا قَدِمَ الْكُوفَةَ نَحَرَهَا وَ قَسَمَ لُحُوْمَهَا. فَقَالَ الْمُخْتَارُ: أَحْصُوْا لِيْ كُلَّ دَارٍ دَخَلَ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ اللَّحْمِ، فَأَحْصَوْهَا فَأَرْسَلَ إِلٰى مَنْ كَانَ أَخَذَ مِنْهَا شَيْئاً فَقَتَلَهُمْ وَ هَدَمَ دُوْراً بِالْكُوفَةِ" جب اسے خبر ملی

کہ شمر بن ذی الجوشن (لعنہ اللہ) نے واقعۂ کربلا کے وقت امام حسینؑ کے اونٹ حاصل کر لئے تھے اور ان کا گوشت کوفہ میں تقسیم کیا تھا، تو مختار نے کہا: "میرے لئے ہر اس گھر کو شمار کرو جس میں اس گوشت کا کچھ حصہ داخل ہوا"۔ جب ان گھروں کو گن لیا گیا تو جن لوگوں نے وہ گوشت کھایا تھا، ان سب کو قتل کیا اور کوفہ میں بعض گھروں کو گرا دیا۔

"وَ أُتِيَ الْمُخْتَارُ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَيْدٍ الْجُهَنِيِّ وَ مَالِكِ بْنِ الْهَيْثَمِ الْبَدَائِيِّ مِنْ كِنْدَةَ وَ حَمَلِ بْنِ مَالِكٍ الْمُحَارِبِيِّ. فَقَالَ: يَا أَعْدَاءَ اللهِ، أَيْنَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالُوْا: أُكْرِهْنَا عَلَى الْخُرُوْجِ إِلَيْهِ، قَالَ: أَ فَلَا مَنَنْتُمْ عَلَيْهِ وَ سَقَيْتُمُوْهُ مِنَ الْمَاءِ، وَ قَالَ لِلْبَدَائِيِّ: أَنْتَ صَاحِبُ بُرْنُسِهِ لَعَنَكَ اللهُ. قَالَ: لَا، قَالَ: بَلَى، ثُمَّ قَالَ: اِقْطَعُوْا يَدَيْهِ وَ رِجْلَيْهِ، وَ دَعُوْهُ يَضْطَرِبُ حَتّٰى يَمُوْتَ، فَقَطَعُوْهُ، وَ أَمَرَ بِالْآخَرَيْنِ فَضُرِبَتْ أَعْنَاقُهُمَا" پھر عبد اللہ بن اُسید جہنی، مالک بن ہیثم بدائی کندی اور حمل بن مالک محاربی کو لایا گیا۔ مختار نے ان سے کہا: "اے خدا کے دشمنو! حسین بن علی کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہمیں مجبور کر کے اُن کے خلاف نکالا گیا تھا۔ مختار نے کہا: کیا تم نے ان پر رحم نہ کیا؟ اور انہیں پانی نہ پلایا؟ پھر بدائی سے کہا: تو نے ہی ان کی چادر چھینی تھی!، خدا تجھ پر لعنت کرے۔ اس نے کہا: نہیں۔ مختار نے کہا: ہاں، تو ہی ہے۔ پھر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اسے تڑپتا چھوڑ دیا جائے، ایسا ہی کیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ باقی دونوں کی گردنیں اڑا دی گئیں۔

"وَ أُتِيَ بِقُرَادِ بْنِ مَالِكٍ وَ عَمْرِو بْنِ خَالِدٍ وَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْبَجَلِيِّ وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْخَوْلَانِيِّ فَقَالَ لَهُمْ: يَا قَتَلَةَ الصَّالِحِيْنَ، أَلَا تَرَوْنَ اللّٰهَ بَرِيْئاً مِنْكُمْ، لَقَدْ جَاءَكُمُ الْوَرْسُ بِيَوْمٍ نَحْسٍ، فَأَخْرَجَهُمْ إِلَى السُّوْقِ فَقَتَلَهُمْ "

اسی طرح قُراد بن مالک، عمرو بن خالد، عبد الرحمٰن بجلی اور عبد اللہ بن قیس خولانی کو لایا گیا۔ مختار نے کہا: "اے صالحین کے قاتلو! کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا تم سے بیزار ہے؟ آج تم پر نحوست کا دن آیا ہے۔ پھر انہیں بازار میں لے جاکر قتل کر دیا۔

"وَ بَعَثَ الْمُخْتَارُ مُعَاذَ بْنَ هَانِئٍ الْكِنْدِيِّ وَ أَبَا عَمْرَةَ كَيْسَانَ إِلَى دَارِ خَوَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ الْأَصْبَحِيِّ -وَ هُوَ الَّذِي حَمَلَ رَأْسَ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلَى ابْنِ زِيَادٍ- فَأَتَوْا دَارَهُ فَاسْتَخْفَى فِي الْمَخْرَجِ، فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَوَجَدُوْهُ قَدْ أَكَبَّ عَلَى نَفْسِهِ قَوْصَرَّةً، فَأَخَذُوْهُ وَ خَرَجُوا يُرِيْدُوْنَ الْمُخْتَارَ، فَتَلَقَّاهُمْ فِي رَكْبٍ، فَرَدُّوْهُ إِلَى دَارِهِ، وَ قَتَلَهُ عِنْدَهَا وَ أَحْرَقَهُ" پھر مختار نے معاذ بن ہانی کندی اور ابو عمرہ کیسان کو خولی بن یزید اصبحی (وہی جو حسینؑ کا سر ابن زیاد کے پاس لے گیا تھا) کے گھر بھیجا۔ وہ بیت الخلاء میں چھپ گیا تھا۔ جب وہ اندر گئے تو دیکھا کہ وہ اپنے اوپر ٹوکری ڈالے ہوئے ہے۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور مختار کے پاس لانا چاہا۔ راستے میں ہی مختار آ گیا۔ اسے اس کے گھر واپس لے گئے اور وہیں اس کو قتل کر کے جلایا گیا۔

"وَ طَلَبَ الْمُخْتَارُ شِمْرَ بْنَ ذِي الْجَوْشَنِ فَهَرَبَ إِلَى الْبَادِيَةِ، فَسُعِيَ بِهِ إِلَى أَبِي عَمْرَةَ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَاتَلَهُمْ قِتَالًا شَدِيْداً فَأَثْخَنَتْهُ الْجِرَاحَةُ، فَأَخَذَهُ أَبُو عَمْرَةَ أَسِيْراً، وَ بَعَثَ بِهِ إِلَى الْمُخْتَارِ فَضَرَبَ

عُنُقَهُ، وَ أَغْلَىٰ لَهُ دُهْناً فِي قِدْرٍ وَ قَذَفَهُ فِيهَا فَتَفَسَّخَ، وَ وَطِئَ مَوْلًى لِآلِ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ وَجْهَهُ وَ رَأْسَهُ، وَلَمْ يَزَلِ الْمُخْتَارُ يَتَتَبَّعُ قَتَلَةَ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَ أَهْلِهِ حَتَّى قَتَلَ مِنْهُمْ خَلْقاً كَثِيراً، وَ هَرَبَ الْبَاقُونَ فَهَدَمَ دُوْرَهُمْ، وَ قَتَلَتِ الْعَبِيْدُ مَوَالِيَهُمْ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْا الْحُسَيْنَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) فَأَتَوْا الْمُخْتَارَ فَأَعْتَقَهُمْ " پھر مختار نے شمر بن ذی الجوشن کو تلاش کیا۔ وہ بیابان میں بھاگ گیا۔ ابو عمرہ اور اس کے چند ساتھی اس کے پیچھے گئے، شمر نے سخت جنگ کی، لیکن زخموں سے نڈھال ہو گیا اور گرفتار کر لیا گیا۔ اسے مختار کے پاس لایا گیا، اس کی گردن ماردی گئی۔ پھر اس کے لئے تیل گرم کیا اور اس میں ڈال دیا، جس سے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ایک غلام نے اس کے چہرے اور سر کو روند ڈالا۔

مختار مسلسل حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے قاتلوں کو ڈھونڈتے رہے اور قتل کرتے رہے، یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے ہلاک ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ جو بھاگ گئے ان کے گھر ڈھا دیئے گئے۔ ان کے غلاموں نے بھی اپنے ان سرداروں کو قتل کیا، جنہوں نے امام حسینؑ کے خلاف جنگ کی تھی۔ وہ غلام مختار کے پاس آئے تو مختار نے سب کو آزاد کر دیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی دعا اور بد دعا:

امام زین العابدین علیہ السلام نے ہمیں دعاؤں کا ایسا انمول ذخیرہ عنایت فرمایا ہے کہ اگر ہم اس پر غور کر لیں تو ہمیں زندگی میں کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوگی لیکن شرط یہ ہے کہ پورے اخلاص کے ساتھ دعائیں پڑھی جائیں؛ اس کے علاوہ

روایات میں بلکہ خود صحیفہ سجادیہ میں بھی دشمنوں کے لئے بددعائیں کی ہیں، امامؑ کی دعاؤں اور بددعاؤں کے متعلق متعدّد روایات ہیں جن میں سے کچھ کی جانب اشارہ کر رہے ہیں: "عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: حَجَجْتُ فَدَخَلْتُ عَلَىٰ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ لِي: يَا مِنْهَالُ! مَا فَعَلَ حَرْمَلَةُ بْنُ كَاهِلٍ الْأَسَدِيُّ قُلْتُ تَرَكْتُهُ حَيّاً بِالْكُوفَةِ ،قَالَ: فَرَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ أَذِقْهُ حَرَّ الْحَدِيدِ اَللّٰهُمَّ أَذِقْهُ حَرَّ النَّارِ قَالَ: فَانْصَرَفْتُ إِلَى الْكُوفَةِ وَ قَدْ خَرَجَ بِهَا الْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ وَ كَانَ لِي صَدِيقاً فَرَكِبْتُ لِأُسَلِّمَ عَلَيْهِ فَوَجَدْتُهُ قَدْ دَعَا بِدَابَّتِهِ فَرَكِبَ وَ رَكِبْتُ مَعَهُ حَتَّى أَتَى الْكُنَاسَةَ فَوَقَفَ وُقُوفَ مُنْتَظِرٍ لِشَيْءٍ وَ قَدْ كَانَ وَجَّهَ فِي طَلَبِ حَرْمَلَةَ بْنِ كَاهِلٍ فَأُحْضِرَ فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي مَكَّنَنِي مِنْكَ ثُمَّ دَعَا بِالْجَزَّارِ فَقَالَ: اِقْطَعُوا يَدَيْهِ فَقُطِعَتَا ثُمَّ قَالَ: اِقْطَعُوا رِجْلَيْهِ فَقُطِعَتَا ثُمَّ قَالَ: اَلنَّارَ اَلنَّارَ فَأُتِيَ بِطُنٍّ قَصَبٍ ثُمَّ جُعِلَ فِيهَا ثُمَّ أُلْهِبَتْ فِيهِ النَّارُ حَتَّى احْتَرَقَ فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ الْمُخْتَارُ فَقَالَ: مِمَّ سَبَّحْتَ؟ فَقُلْتُ لَهُ: دَخَلْتُ عَلَىٰ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَسَأَلَنِي عَنْ حَرْمَلَةَ فَأَخْبَرْتُ أَنِّي تَرَكْتُهُ بِالْكُوفَةِ حَيّاً فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَذِقْهُ حَرَّ الْحَدِيدِ اَللّٰهُمَّ أَذِقْهُ حَرَّ النَّارِ فَقَالَ الْمُخْتَارُ: اللّٰهَ اللّٰهَ أَ سَمِعْتَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ هٰذَا؟ فَقُلْتُ: اللّٰهَ اللّٰهَ لَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ هٰذَا، فَنَزَلَ الْمُخْتَارُ وَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَطَالَ ثُمَّ سَجَدَ وَ أَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَ ذَهَبَ وَ مَضَيْتُ مَعَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَىٰ بَابِ دَارِي، فَقُلْتُ لَهُ: إِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُكْرِمَنِي بِأَنْ تَنْزِلَ وَ تَتَغَدَّىٰ عِنْدِي فَقَالَ: يَا مِنْهَالُ! تُخْبِرُنِي أَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ دَعَا اللّٰهَ بِثَلَاثِ دَعَوَاتٍ فَأَجَابَهُ اللّٰهُ

فِيۡهَا عَلَى يَدِي ثُمَّ تَسْأَلُنِي الْأَكْلَ عِنْدَكَ هٰذَا يَوْمُ صَوْمٍ شُكْرًا لِلّٰهِ عَلَى مَا وَفَّقَنِي لَهُ "امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے: منہال بن عمرو کہتا ہے کہ میں حج پر گیا تو امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امامؑ نے مجھ سے پوچھا: اے منہال! حرملہ بن کاہل اسدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں نے اسے کوفہ میں زندہ دیکھا ہے۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور فرمایا: اے اللہ! اسے لوہے کی تپش چکھا دے! اے اللہ! اسے آگ کی گرمی چکھا دے!۔ منہال کہتا ہے: میں کوفہ واپس آیا تو دیکھا کہ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کا قیام وقوع پذیر ہو چکا ہے، (مختار پہلے سے میرا دوست بھی تھا) میں اس سے ملنے گیا تو دیکھا وہ اپنی سواری پر سوار ہو رہا ہے، میں بھی اس کے ساتھ سوار ہو گیا۔

ہم دونوں نکلے یہاں تک کہ کناسۃ (کوفہ کا ایک میدان) میں پہنچے، وہاں وہ رک گیا جیسے کسی چیز کا انتظار کر رہا ہو۔

اس نے حرملہ بن کاہل کی تلاش میں آدمی بھیج رکھے تھے، حرملہ کو پکڑ کر لایا گیا۔ مختار نے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے تجھ پر قابو دیا! پھر مختار نے ایک قصاب کو بلایا اور حکم دیا: اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دو، ہاتھ کاٹ دیئے گئے، اس کی دونوں ٹانگیں کاٹ دو، ٹانگیں بھی کاٹ دی گئیں، پھر کہا: "آگ! آگ! لکڑیاں لائی گئیں، حرملہ کو ان میں رکھا گیا پھر ان میں آگ لگا دی گئی یہاں تک کہ وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ منہال کہتا ہے: میں نے بے ساختہ کہا: سبحان اللہ! سبحان اللہ!" مختار نے میری طرف مڑ کر کہا: تم نے سبحان اللہ کیوں کہا؟" میں نے کہا: میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی تھی، انہوں نے مجھ سے حرملہ کے بارے میں پوچھا، میں

نے کہا: وہ زندہ ہے کوفہ میں، تو مولاؑ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! اسے لوہے کی گرمی چکھا! اے اللہ! اسے آگ کی گرمی چکھا! یہ سن کر مختار نے کہا: اللہ اللہ! کیا تم نے علی بن الحسین علیہما السلام کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے یہ سنا ہے! یہ سن کر مختار فوراً سواری سے اترا، دو رکعت نماز ادا کی، طویل سجدہ کیا، طویل قیام کیا، پھر نماز سے فارغ ہو کر اٹھا اور چل دیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا، یہاں تک کہ ہم میرے گھر کے دروازہ تک پہنچے۔ میں نے کہا: اگر مناسب سمجھو تو میرے مہمان بنو، میرے ساتھ کھانا کھالو۔ مختار نے کہا: اے منہال! تم مجھے بتا رہے ہو کہ علی بن الحسینؑ نے اللہ سے تین دعائیں کیں اور اللہ نے وہ تینوں دعائیں میرے ہاتھوں پوری کیں اور اب تم مجھے کھانے کی دعوت دے رہے ہو؟ یہ دن میرے لئے شکر کا روزہ ہے، اس توفیق پر جو اللہ نے مجھے دی!"۔[1]

امام نے بد دعا کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام تک کی راہ میں کیوں نہ کی؟ جواب یہ ہے کہ آپؑ کا سفر امتحان کا سفر تھا، امتحان ختم ہوا تو امامؑ نے اپنی دعا کی قدرت بتائی؛ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی دعاؤں کے ذریعہ سے دین کی بڑی تبلیغ کی ہے؛ امام علی علیہ السلام نے خطبوں کے ذریعے سے اور امام سجاد علیہ السلام نے دعاؤں کے ذریعہ سے؛ حالات اتنے پر آشوب تھے کہ امامؑ براہ راست تبلیغ نہیں کر سکتے تھے لہٰذا آپ نے دعاؤں کے ذریعہ بالکل ایسے ہی تبلیغ کی جیسے پرانے دور کے طبیب اور حکیم جب وہ دیکھتے تھے کہ ان کی دی ہوئی دوا لوگوں کو کافی کڑوی لگتی ہے تو بعد والے حکیموں نے اس کو کیپسل میں ڈال دیا، اس لئے کہ کیپسول کو آدمی آسانی سے

[1]۔ بحار الانوار، ج۴۶، ص ۵۳۔

نگل جاتا ہے؛ اندر جانے کے بعد دوا اپنا اثر کرتی ہے، کھاتے ہوئے کچھ محسوس نہیں ہوتا؛ دعا کے اندر امامؑ نے جہاں اللہ سے بہت ساری چیزیں طلب کی ہیں، اسی میں امام نے بہت سے نصیحتیں بھی کر ڈالی ہیں۔

صحیفہ سجادیہ میں ایک دعا والدین کے حق میں ہے جس میں امام نے یوں دعا کی: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ اَهَابُهُمَا هَيْبَةَ السُّلْطَانِ الْعَسُوْفِ، وَ اَبَرُّهُمَا بِرَّ الْاُمِّ الرَّءُوْفِ"، اے اللہ! مجھے ایسا بنا دے کہ میں ان دونوں سے اس طرح ڈروں جس طرح کسی جابر بادشاہ سے ڈرا جاتا ہے، اور اس طرح ان کے حال پر شفیق و مہربان رہوں جس طرح شفیق ماں (اپنی اولاد پر) شفقت کرتی ہے۔ "اَللّٰهُمَّ خَفِّضْ لَهُمَا صَوْتِىْ، وَ اَطِبْ لَهُمَا كَلَامِىْ"، اے اللہ! میری آواز کو ان کے سامنے آہستہ اور میرے کلام کو ان کیلئے خوشگوار بنا دے۔

گزارش ہے کہ اس عظیم ذخیرہ کو ایک مرتبہ ضرور پڑھیں، اس سے بھی ضروری یہ ہے کہ فہرست کا مطالعہ ضرور کریں اس کا بہت بڑا فائدہ ہے ایک مثال سے سمجھانا چاہتا ہوں، ہم کسی بھی بڑی دعوت میں جاتے ہیں تو اس دعوت پہ فوراً نہیں بیٹھتے، ایک لمحہ کے لئے رک کر اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور پھر اگر کوئی ہماری پسندیدہ چیز کسی کنارہ ہو تو ہم اس طرف جائیں گے، کوشش کریں گے کہ اس جگہ بیٹھنا نصیب ہو؛ اگر ہم یہ نہ دیکھتے تو ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ کون سی چیز کہاں رکھی ہوئی ہے! قارئین کرام! ہم اس پورے بڑے دسترخوان کی تمام چیزیں نہیں کھاتے مگر یہ ہے کہ جب پوچھا جائے کہ کیا کیا تھا تو سب گنوا دیتے ہیں، جب ہمیں جسمانی دسترخوان کی تمام

چیزوں کا علم ہوتا ہے تو روحانی دسترخوان جو امام نے صحیفہ سجادیہ کی شکل میں بچھایا ہے کم از کم اس کی فہرست کا ہی علم حاصل کرلیں!۔

"وَ كَانَ زَيْنُ الْعَابِدِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَدْعُو فِي كُلِّ يَوْمٍ أَنْ يُرِيَهُ اللهُ قَاتِلَ أَبِيهِ مَقْتُولاً فَلَمَّا قَتَلَ الْمُخْتَارُ قَتَلَةَ الْحُسَيْنِ صَلَوَاتُ اللهِ وَ سَلاَمُهُ عَلَيْهِ بَعَثَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ وَ رَأْسِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ مَعَ رَسُولٍ مِنْ قِبَلِهِ إِلَى زَيْنِ الْعَابِدِينَ وَ قَالَ لِرَسُولِهِ إِنَّهُ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَ إِذَا أَصْبَحَ وَ صَلَّى صَلاَةَ الْغَدَاةِ هَجَعَ ثُمَّ يَقُومُ فَيَسْتَاكُ وَ يُؤْتَى بِغَدَائِهِ فَإِذَا أَتَيْتَ بَابَهُ فَاسْأَلْ عَنْهُ فَإِذَا قِيلَ لَكَ إِنَّ الْمَائِدَةَ وُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَأْذِنْ عَلَيْهِ وَ ضَعِ الرَّأْسَيْنِ عَلَى مَائِدَتِهِ وَ قُلْ لَهُ الْمُخْتَارُ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلاَمَ وَ يَقُولُ لَكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ! قَدْ بَلَّغَكَ اللهُ ثَارَكَ فَفَعَلَ الرَّسُولُ ذَلِكَ فَلَمَّا رَأَى زَيْنُ الْعَابِدِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ الرَّأْسَيْنِ عَلَى مَائِدَتِهِ خَرَّ سَاجِداً وَ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَجَابَ دَعْوَتِي وَ بَلَّغَنِي ثَارِي مِنْ قَتَلَةِ أَبِي وَ دَعَا لِلْمُخْتَارِ وَ جَزَّاهُ خَيْراً" امام زین العابدین علیہ السلام روزانہ خدا سے دعا فرماتے تھے کہ ان کے پدر بزرگوار کے قاتلوں کے قتل کی خبر سنائے، چنانچہ جناب مختار علیہ السلام نے قاتلان امام حسین علیہ السلام میں سے عبید اللہ ابن زیاد اور عمر ابن سعد کے سروں کو اپنے قاصد کے ذریعے سے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا اور قاصد کو بتایا کہ امام علیہ السلام رات بھر نماز میں مشغول رہتے ہیں اور نماز صبح پڑھ کر سوجاتے ہیں اور جب سو کر اٹھتے ہیں تو مسواک کرتے ہیں اور اس کے بعد آپ کے لئے ناشتہ لایا جاتا ہے تو جب بیت الشرف پر پہنچنا تو امام علیہ السلام کے بارے میں دریافت کرنا، اگر تجھے بتایا جائے کہ آپؑ کے سامنے

دسترخوان بچھا دیا گیا ہے تو اندر جانے کے لئے اجازت لے کر ان دونوں سروں کو امام علیہ السلام کے دسترخوان کے قریب رکھنا اور یہ کہنا کہ مختار نے سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ اے فرزند رسول! خدا نے آپ کو آپ کے پدر بزرگوار کے خون کا بدلہ دے دیا؛ چنانچہ قاصد نے حکم کی تعمیل کی، جب امام علیہ السلام نے دسترخوان کے سامنے قاتلان امام حسین کے سروں کو دیکھا تو سجدہ خالق میں گر کر فرمایا: الحمدللہ کہ اس مالک نے میری دعا قبول فرمائی اور پھر امیر مختار کے حق میں دعا فرمائی۔[1]

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: "عُمَرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا أُتِيَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ وَ رَأْسِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ خَرَّ سَاجِداً وَ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَدْرَكَ لِي ثَأْرِي مِنْ أَعْدَائِي وَ جَزَى الْمُخْتَارَ خَيْراً" عمر بن علی بن الحسین سے روایت ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس عبید اللہ بن زیاد اور عمر بن سعد کے سر لائے گئے تو آپ سجدہ میں گر گئے اور فرمایا: سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے میرے دشمنوں سے میرا بدلہ لے لیا؛ اللہ مختار کو جزائے خیر دے۔[2]

❁ ❁ ❁

---

[1] ۔ بحار الانوار، عربی، ج۴۶، ص ۵۳۔ بحار الانوار، اردو، ج۶، ص۶۶۔

[2] ۔ بحار الانوار، ج۳۱، ص ۱۲۰۔

﴿جشن عیدِ زہرا سلام اللہ علیہا﴾

جناب مختار ثقفی علیہ الرحمہ اجمالی خاکہ: جناب مختارؒ کے والد گرامی کا اسمِ گرامی "ابو عبیدہ ثقفی" تھا، آپ خواتین کے معاملہ میں بڑے حساس تھے اور نیک کردار خاتون سے شادی کرنا چاہتے تھے، اس سلسلہ میں انہیں کافی انتظار کرنا پڑا، کافی خانوادے آپ کو داماد بنانا چاہتے تھے لیکن آپ انکار کر دیتے تھے۔

آخر کار ایک رات عالم خواب میں ابو عبیدہ ثقفی نے دیکھا کہ ان سے کہا جا رہا ہے: دومہ سے شادی کر لو، اس کے بارے میں تمہیں کوئی غلط بات سننے کو نہ ملے گی، ابو عبیدہ نے اہل قبیلہ کو اپنے خواب سے مطلع کیا، اہل قبیلہ نے بتایا کہ دومہ بنت وہب ابن عمر ابن معتب ہی ایسی خاتون نظر آتی ہے جو آپ کے خواب کی تعبیر ہو سکتی ہے، چنانچہ ابو عبیدہ نے دومہ سے شادی کر لی۔

جناب مختار ثقفیؒ کی ولادت اسی سال ہوئی جس سال رسول کریم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی۔

جناب مختار کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ جب مختار میرے شکم میں آیا تو ایک رات خواب میں کسی نے مجھ سے کہا: بہادر، قادر الکلام، صاحب عزم و ارادہ بیٹا مبارک ہو جب مختار کی ولادت ہوئی تو اسی شخص نے عالم خواب میں کہا: تم نے ابو عبیدہ کو ایسا بیٹا دیا ہے جو آل حکم اور آل امیہ کا قاتل ہو گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مسجد نے میں بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ نے اپنے بعد اپنی ذریت پر ہونے والے مظالم کا تذکرہ کیا اور فرمایا: میری ذریت کا

انتقام بنی ثقیف کا ایک شخص لے گا، اس جملہ سے جناب مختار علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ تھا۔

روایت میں منقول ہے: "رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: حُرِّمَتِ الْجَنَّةُ عَلَىٰ مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ بَيْتِي، وَ عَلَىٰ مَنْ قَاتَلَهُمْ، وَ عَلَى الْمُعِينِ عَلَيْهِمْ، وَ عَلَىٰ مَنْ سَبَّهُمْ؛ أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ، وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ، وَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ لَا يُزَكِّيهِمْ، وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ"

رسولِ خداؐ نے فرمایا: جنت اُس شخص پر حرام ہے جس نے میرے اہلِ بیت پر ظلم کیا، اُس پر بھی جنت حرام ہے جس نے اُن سے جنگ کی، اُس پر بھی جنت حرام ہے جو اُن کے دشمنوں کا مددگار بنا اور اُس پر بھی جنت حرام ہے جس نے انہیں گالی دی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اللہ قیامت کے دن نہ اُن سے بات کرے گا، نہ اُن پر نظرِ رحمت ڈالے گا، نہ انہیں پاکیزہ بنائے گا، اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔[1]

نو ربیع الاوّل میں عید زہرا سلام اللہ علیہا منائی جاتی ہے، دو عیدیں ایسی ہیں جنہیں صرف پاک افراد ہی مناتے ہیں، ایک تو عید غدیر ہے اور دوسری عید زہرا سلام اللہ علیہا ہے، غدیر تاج پوشی امام اوّل ہے اور نو ربیع الاوّل تاج پوشی امام آخر ہے، عیدِ غدیر عیدِ ولایت ہے اور عیدِ زہرا عیدِ برائت ہے۔

عید زہرا ہمیں یہ درس دے رہی ہے کہ دو مہینے شہزادی فاطمہ زہراؐ اپنے خانوادہ کے ساتھ فرش عزا پر تھیں، ہمیں کسی بات کا غم نہیں تھا، آج شب غم کا خاتمہ ضرور

---

[1]۔ عیون اخبار الرضا علیہ السلام ج ۲، ص ۳۔ آمالی، شیخ صدوق، ج ۲، ص ۵۳۔

ہے لیکن خوشی کئی باتوں کی ہے۔ ان میں سے ایک یہ کہ بی بی نے جاتے جاتے ہمیں یتیم و لاوارث نہیں چھوڑا، ہمارے سر پہ ایک عظیم سایبان کو چھوڑا ہے۔ دنیا کے چھوٹے چھوٹے لوگ بھی اپنی چیز لاوارثوں کی طرح سے نہیں چھوڑتے، کوئی بھی اپنی قیمتی چیز لاوارث نہیں چھوڑتا، قیمتی چیز کی حفاظت اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ اس کو چرانے والے لوگ زیادہ ہوتے ہیں۔ چور جب چوری کرتا ہے تو ظلم و زبردستی کے ساتھ چوری کرتا ہے۔

بی بی جانتی تھیں کہ میرے چاہنے والوں کے دشمن بہت زیادہ ہیں، اسی لئے انہوں نے ہمیں اکیلا نہیں چھوڑا، ہمارے لئے ایک ایسا امام چھوڑ گئی ہیں جو موجود ہے مگر دکھائی نہیں دیتا، بالکل ایسے جیسے خوشبو ہوتی ہے مگر نظر نہیں آتی۔

وہ اور ہوں گے یتیمانِ مذہب و ملت
ہمارے سر پہ ہمارا امام زندہ ہے

غدیر یوم ولایت ہے اور ۹ ربیع الاول یوم براءت ہے:

آمالی شیخ طوسیؒ میں روایت آئی ہے: "رواه خلف السیّد النبیل علیّ بن طاوس رحمة الله علیهما فی کتاب زوائد الفوائد، و الشیخ حسن بن سلیمان فی کتاب المحتضر، و اللفظ هنا للأخیر، و سیأتی بلفظ السیّد قدّس سرّه فی کتاب الدعاء قَالَ الشَّیْخُ حَسَنٌ: نَقَلْتُهُ مِنْ خَطِّ الشَّیْخِ الْفَقِیهِ عَلِیِّ بْنِ مُظَاهِرٍ الْوَاسِطِیِّ، بِإِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِیِّ الْوَاسِطِیِّ وَ یَحْیَى بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِیحٍ الْبَغْدَادِیِّ، قَالَا: تَنَازَعْنَا فِی ابْنِ الْخَطَّابِ فَاشْتَبَهَ عَلَیْنَا أَمْرُهُ، فَقَصَدْنَا جَمِیعًا أَحْمَدَ بْنَ إِسْحَاقَ الْقُمِّیَّ

صَاحِبَ أَبِي الْحَسَنِ الْعَسْكَرِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَدِينَةِ قُمَّ، وَ قَرَعْنَا عَلَيْهِ الْبَابَ، فَخَرَجَتْ إِلَيْنَا صَبِيَّةٌ عِرَاقِيَّةٌ مِنْ دَارِهِ، فَسَأَلْنَاهَا عَنْهُ، فَقَالَتْ: هُوَ مَشْغُولٌ بِعِيدِهِ فَإِنَّهُ يَوْمُ عِيدٍ. فَقُلْنَا: سُبْحَانَ اللهِ! اَلْأَعْيَادُ أَعْيَادُ الشِّيْعَةِ أَرْبَعَةٌ: اَلْأَضْحَى، وَ الْفِطْرُ، وَ يَوْمُ الْغَدِيرِ، وَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ. قَالَتْ: فَإِنَّ أَحْمَدَ بْنَ إِسْحَاقَ يَرْوِي عَنْ سَيِّدِهِ أَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيِّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَنَّ هَذَا الْيَوْمَ هُوَ يَوْمُ عِيدٍ، وَ هُوَ أَفْضَلُ الْأَعْيَادِ عِنْدَ أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ عِنْدَ مَوَالِيهِمْ. قُلْنَا: فَاسْتَأْذِنِي لَنَا بِالدُّخُولِ عَلَيْهِ، وَ عَرِّفِيهِ بِمَكَانِنَا، فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ وَ أَخْبَرَتْهُ بِمَكَانِنَا، فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَ هُوَ مُتَّزِرٌ بِمِئْزَرٍ لَهُ مُحْتَبٍ بِكِسَائِهِ يَمْسَحُ وَجْهَهُ، فَأَنْكَرْنَا ذَلِكَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: لَا عَلَيْكُمَا، فَإِنِّي كُنْتُ اغْتَسَلْتُ لِلْعِيدِ. قُلْنَا: أَوَ هَذَا يَوْمُ عِيدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَ كَانَ يَوْمُ التَّاسِعِ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ" شیخ حسن (بن سلیمان) نے فرمایا: میں نے یہ روایت شیخ فقیہ علی بن مظاہر واسطی کے خط سے نقل کی ہے، اور اس کی سند متّصل ہے محمد بن علاء ہمدانی واسطی اور یحییٰ بن محمد بن جریح بغدادی سے۔ وہ دونوں کہتے ہیں: ہم ابن الخطاب (یعنی عمر) کے بارے میں گفتگو اور نزاع کر رہے تھے اور اس کا معاملہ ہمارے لئے مشتبہ ہو گیا۔ پس ہم دونوں نے ارادہ کیا کہ احمد بن اسحاق قمی کے پاس جائیں جو امام ابوالحسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے، لہٰذا ہم شہر قم میں ان کے دروازہ پر پہنچے اور دستک دی۔

ان کے گھر سے ایک عراقی بچی باہر آئی۔ ہم نے اس سے احمد بن اسحاق کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: وہ اپنی عید میں مشغول ہیں، کیونکہ آج عید کا دن ہے۔ ہم

نے کہا: سبحان اللہ! عیدیں تو شیعوں کی صرف چار ہیں: عید الاضحیٰ، عید الفطر، عید غدیر اور جمعہ کا دن۔

اس لڑکی نے کہا: احمد بن اسحاق اپنے آقا امام ابو الحسن علی بن محمد العسکری علیہما السلام سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دن (یعنی آج کا دن) عید کا دن ہے، اور یہ اہل بیت علیہم السلام اور ان کے شیعوں کے نزدیک سب سے افضل عید ہے۔ ہم نے کہا: ہمارے لئے اجازت طلب کرو تاکہ ہم ان سے ملاقات کریں اور ہمارے آنے کی خبر انہیں دے دو۔ وہ بچی اندر گئی اور ان کو ہمارے آنے کی اطلاع دی۔ پھر احمد بن اسحاق ہمارے پاس آئے جبکہ وہ اپنے تہبند میں لپٹے ہوئے اور اپنی چادر پر سہارا لئے ہوئے تھے اور اپنے چہرے کو پونچھ رہے تھے۔

ہم نے ان کے اس حال کو دیکھا تو تعجب کیا۔ انہوں نے فرمایا: تم دونوں پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ میں نے عید کے دن کے لئے غسل کیا تھا۔ ہم نے پوچھا: کیا واقعی آج عید کا دن ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! اور وہ دن نویں ربیع الاول کا دن تھا۔

نکتہ: یہ روایت ربیع الاوّل کی نو تاریخ کی فضیلت اور اہل بیت علیہم السلام کے نزدیک اس دن کے "عید" ہونے پر دلیل ہے۔

روایت کا پہلا حصّہ: "قَالَا جَمِيعاً: فَأَدْخَلَنَا دَارَهُ وَ أَجْلَسَنَا عَلَىٰ سَرِيرٍ لَهُ، وَ قَالَ: إِنِّي قَصَدْتُ مَوْلَانَا أَبَا الْحَسَنِ الْعَسْكَرِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ جَمَاعَةِ إِخْوَتِي كَمَا قَصَدْتُمَانِي بِسُرَّ مَنْ رَأَىٰ، فَاسْتَأْذَنَّا بِالدُّخُولِ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لَنَا، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ فِي مِثْلِ هٰذَا الْيَوْمِ وَ هُوَ يَوْمُ التَّاسِعِ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ وَ سَيِّدُنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ أَوْعَزَ إِلَىٰ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ

خَدَمِهِ أَنْ يَلْبَسَ مَا يُمْكِنُهُ مِنَ الثِّيَابِ الْجُدُدِ، وَ كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِجْمَرَةٌ يُحْرِقُ الْعُوْدَ بِنَفْسِهِ. قُلْنَا: بِآبَائِنَا أَنْتَ وَ أُمَّهَاتِنَا يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ! هَلْ تَجَدَّدَ لِأَهْلِ الْبَيْتِ فِي هَذَا الْيَوْمِ فَرَحٌ؟!. فَقَالَ: وَ أَيُّ يَوْمٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ أَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ؟!. وَ لَقَدْ حَدَّثَنِي أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ دَخَلَ فِيْ مِثْلِ هَذَا الْيَوْمِ وَ هُوَ التَّاسِعُ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ عَلَىٰ جَدِّي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، قَالَ حُذَيْفَةُ: رَأَيْتُ سَيِّدِيْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَ وَلَدَيْهِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَأْكُلُوْنَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ هُوَ يَتَبَسَّمُ فِيْ وُجُوهِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ يَقُوْلُ لِوَلَدَيْهِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: كُلَا هَنِيْئاً لَكُمَا بِبَرَكَةِ هَذَا الْيَوْمِ. فَإِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِيْ يُهْلِكُ اللهُ فِيْهِ عَدُوَّهُ وَ عَدُوَّ جَدِّكُمَا، وَ يَسْتَجِيْبُ فِيْهِ دُعَاءَ أُمِّكُمَا. كُلَا! فَإِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِيْ يَقْبَلُ اللهُ فِيْهِ أَعْمَالَ شِيْعَتِكُمَا وَ مُحِبِّيْكُمَا، كُلَا! فَإِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِيْ يُصَدَّقُ فِيْهِ قَوْلُ اللهِ: (فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا) كُلَا! فَإِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِيْ يَتَكَسَّرُ فِيْهِ شَوْكَةُ مُبْغِضِ جَدِّكُمَا، كُلَا! فَإِنَّهُ يَوْمٌ يُفْقَدُ فِيْهِ فِرْعَوْنُ أَهْلِ بَيْتِيْ وَ ظَالِمُهُمْ وَ غَاصِبُ حَقِّهِمْ. كُلَا! فَإِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِي يَقْدَمُ اللهُ فِيْهِ إِلَىٰ مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَيَجْعَلُهُ هَبَاءً مَنْثُوْراً قَالَ حُذَيْفَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَ فِيْ أُمَّتِكَ وَ أَصْحَابِكَ مَنْ يَنْتَهِكُ هَذِهِ الْحُرْمَةَ؟. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): نَعَمْ يَا حُذَيْفَةُ! جِبْتٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ يَتَرَأَّسُ عَلَيْهِمْ وَ يَسْتَعْمِلُ فِيْ أُمَّتِيْ الرِّيَاءَ، وَ يَدْعُوْهُمْ إِلَىٰ نَفْسِهِ، وَ يَحْمِلُ عَلَىٰ عَاتِقِهِ دِرَّةَ الْخِزْيِ، وَ يَصُدُّ النَّاسَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ، وَ

يُحَرِّفُ كِتَابَهُ، وَ يُغَيِّرُ سُنَّتِيْ، وَ يَشْتَمِلُ عَلَىٰ إِرْثِ وَلَدِيْ "وہ دونوں (محمد بن علاء اور یحییٰ بن محمد) کہتے ہیں: پھر احمد بن اسحاق نے ہمیں اپنے گھر میں داخل کیا اور ایک تخت پر بٹھایا۔ اس کے بعد کہا: میں بھی اپنے کچھ بھائیوں کے ساتھ سامرّاء میں اپنے آقا امام عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، جیسے تم دونوں میرے پاس آئے ہو۔ ہم نے اجازت طلب کی تو امامؑ نے ہمیں اجازت دی اور ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ اسی دن کی طرح کا دن تھا یعنی ربیع الاوّل کی نویں تاریخ۔

امام علیہ السلام نے اپنے ہر خادم کو حکم دیا تھا کہ جو بھی نئے کپڑے میسر ہوں وہ پہنیں، ان کے سامنے عود کی آگ جل رہی تھی جسے وہ خود اپنے مبارک ہاتھوں سے جلا رہے تھے۔

ہم نے عرض کیا: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان یابن رسول اللہ! کیا اس دن اہلِ بیتؑ کے لیے خوشی اور فرحت کی کوئی خاص وجہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس دن سے زیادہ کون سا دن اہلِ بیتؑ کے لئے محترم اور باعظمت ہے!؟۔

میرے والد ماجد (امام ہادی علیہ السلام) نے مجھے خبر دی کہ حذیفہ یمانی نے اسی دن یعنی ربیع الاوّل کی نویں تاریخ کو میرے جد رسول اللہؐ کی خدمت میں شرفیاب ہو کر کہا: میں نے اپنے مولا امیر المؤمنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں فرزند حسن و حسین علیہما السلام کے ساتھ رسول اللہؐ کے ساتھ کھانے میں شریک ہیں اور رسول اللہؐ ان کے چہروں کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں نیز اپنے دونوں فرزندوں حسن وحسین علیہما

السلام سے فرما رہے ہیں: کھاؤ، تمہیں اس دن کی برکت مبارک ہو! بے شک یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن اور تمہارے جد کے دشمن کو ہلاک کرے گا، اس دن تمہاری والدہ (حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا) کی دعا قبول ہو گی۔

کھاؤ! بے شک آج وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ تمہارے شیعوں اور محبوں کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

کھاؤ! یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے قول سورہ نمل کی آیت ۵۲ کی تصدیق ہو گی: "فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا" یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم کی وجہ سے ویران پڑے ہیں۔

کھاؤ! یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے جد کے دشمنوں کی شوکت اور طاقت ٹوٹ جائے گی۔ کھاؤ! یہ وہ دن ہے جس میں میرے اہل بیتؑ کا فرعون، ان پر ظلم کرنے والا اور ان کا حق غصب کرنے والا ہلاک ہو گا۔ کھاؤ! یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو غبار کی مانند اڑا دے گا۔

حذیفہ یمانی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت اور آپ کے اصحاب میں سے بھی کوئی ہے جو اس حرمت کو پامال کرے گا؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: ہاں اے حذیفہ! میری امت میں ایک منافق ہو گا جو ان پر سرداری کرے گا اور ریاکاری کے ذریعہ حکومت چلائے گا، اپنی طرف دعوت دے گا، اپنے کندھے پر رسوائی کی چھڑی اٹھائے ہوئے ہو گا، لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکنے والا ہو گا،

اللہ کی کتاب میں تحریف کرے گا، میری سنت کو بدل ڈالے گا اور میرے بیٹوں کی میراث پر قبضہ کرے گا۔[1]

روایت کا دوسرا حصہ: "اَلْيَوْمَ عِيدٌ لَكَ وَ لِأَهْلِ بَيْتِكَ وَ لِمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ شِيعَتِهِمْ وَ يَنْصِبُ نَفْسَهُ عَلَماً، وَ يَتَطَاوَلُ عَلَىٰ إِمَامَةِ مَنْ بَعْدِي، وَ يَسْتَحِلُّ أَمْوَالَ اللهِ مِنْ غَيْرِ حِلِّهَا، وَ يُنْفِقُهَا فِي غَيْرِ طَاعَتِهِ، وَ يُكَذِّبُنِي وَ يُكَذِّبُ أَخِي وَ وَزِيرِي، وَ يُنَحِّي ابْنَتِي عَنْ حَقِّهَا، وَ تَدْعُو اللهَ عَلَيْهِ وَ يَسْتَجِيبُ اللهُ دُعَاءَهَا فِي مِثْلِ هَذَا الْيَوْمِ؛ قَالَ حُذَيْفَةُ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! لِمَ لَا تَدْعُو رَبَّكَ عَلَيْهِ لِيُهْلِكَهُ فِي حَيَاتِكَ؟!. قَالَ: يَا حُذَيْفَةُ ! لَا أُحِبُّ أَنْ أَجْتَرِءَ عَلَىٰ قَضَاءِ اللهِ لِمَا قَدْ سَبَقَ فِي عِلْمِهِ، لَكِنِّي سَأَلْتُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَ الْيَوْمَ الَّذِي يَقْبِضُهُ فِيهِ فَضِيلَةً عَلَىٰ سَائِرِ الْأَيَّامِ لِيَكُونَ ذَلِكَ سُنَّةً يَسْتَنُّ بِهَا أَحِبَّائِي وَ شِيعَةُ أَهْلِ بَيْتِي وَ مُحِبُّوهُمْ. فَأَوْحَىٰ إِلَيَّ جَلَّ ذِكْرُهُ، فَقَالَ لِي: يَا مُحَمَّدُ! كَانَ فِي سَابِقِ عِلْمِي أَنْ تَمَسَّكَ وَ أَهْلَ بَيْتِكَ مِحَنُ الدُّنْيَا وَ بَلَاؤُهَا، وَ ظُلْمُ الْمُنَافِقِينَ وَ الْغَاصِبِينَ مِنْ عِبَادِي مَنْ نَصَحْتَهُمْ وَ خَانُوكَ، وَ مَحَضْتَهُمْ وَ غَشُّوكَ، وَ صَافَيْتَهُمْ وَ كَاشَحُوكَ، وَ أَرْضَيْتَهُمْ وَ كَذَّبُوكَ، وَ انْتَجَيْتَهُمْ وَ أَسْلَمُوكَ، فَإِنِّي بِحَوْلِي وَ قُوَّتِي وَ سُلْطَانِي لَأَفْتَحَنَّ عَلَىٰ رُوحِ مَنْ يَغْصِبُ بَعْدَكَ عَلِيّاً حَقَّهُ أَلْفَ بَابٍ مِنَ النِّيرَانِ مِنْ سَفَالِ الْفَيْلُوقِ، وَ لَأُصْلِيَنَّهُ وَ أَصْحَابَهُ قَعْراً يُشْرِفُ عَلَيْهِ إِبْلِيسُ فَيَلْعَنُهُ، وَ لَأَجْعَلَنَّ ذَلِكَ الْمُنَافِقَ عِبْرَةً فِي الْقِيَامَةِ لِفَرَاعِنَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَ أَعْدَاءِ الدِّينِ فِي الْمَحْشَرِ، وَ لَأَحْشُرَنَّهُمْ وَ أَوْلِيَاءَهُمْ وَ جَمِيعَ

[1]۔ بحار الانوار، ج۳۱، ص ۱۲۔

الظَّلَمَةِ وَ الْمُنَافِقِيْنَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ زُرْقاً كَالِحِيْنَ أَذِلَّةً خَزَايَا نَادِمِيْنَ، وَ لَأُخَلِّدَنَّهُمْ فِيْهَا أَبَدَ الْآبِدِيْنَ، يَا مُحَمَّدُ! لَنْ يُوَافِقَكَ وَصِيُّكَ فِيْ مَنْزِلَتِكَ إِلَّا بِمَا يَمَسُّهُ مِنَ الْبَلْوىٰ مِنْ فِرْعَوْنِهِ وَ غَاصِبِهِ الَّذِيْ يَجْتَرِءُ عَلَيَّ وَ يُبَدِّلُ كَلَامِيْ، وَ يُشْرِكُ بِيْ وَ يَصُدُّ النَّاسَ عَنْ سَبِيْلِيْ، وَ يَنْصِبُ مِنْ نَفْسِهِ عِجْلًا لِأُمَّتِكَ، وَ يَكْفُرُ بِيْ فِيْ عَرْشِيْ، إِنِّي قَدْ أَمَرْتُ مَلَائِكَتِيْ فِي سَبْعِ سَمَاوَاتِيْ لِشِيْعَتِكُمْ وَ مُحِبِّيْكُمْ أَنْ يَتَعَيَّدُوْا فِيْ هَذَا الْيَوْمِ الَّذِيْ أَقْبِضُهُ إِلَيَّ، وَ أَمَرْتُهُمْ أَنْ يَنْصِبُوا كُرْسِيَّ كَرَامَتِيْ حِذَاءَ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَ يُثْنُوْا عَلَيَّ وَ يَسْتَغْفِرُوْا لِشِيْعَتِكُمْ وَ مُحِبِّيْكُمْ مِنْ وُلْدِ آدَمَ وَ أَمَرْتُ الْكِرَامَ الْكَاتِبِيْنَ أَنْ يَرْفَعُوْا الْقَلَمَ عَنِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَا أَكْتُبُ عَلَيْهِمْ شَيْئاً مِنْ خَطَايَاهُمْ كَرَامَةً لَكَ وَلِوَصِيِّكَ، يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي قَدْ جَعَلْتُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيداً لَكَ وَ لِأَهْلِ بَيْتِكَ وَ لِمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ شِيْعَتِهِمْ، وَ آلَيْتُ عَلَىٰ نَفْسِيْ بِعِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ وَ عُلُوِّيْ فِيْ مَكَانِيْ لَأَحْبُوَنَّ مَنْ تَعَيَّدَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مُحْتَسِباً ثَوَابَ الْخَافِقَيْنِ، وَ لَأُشَفِّعَنَّهُ فِيْ أَقْرِبَائِهِ وَ ذَوِيْ رَحِمِهِ، وَ لَأَزِيْدَنَّ فِيْ مَالِهِ إِنْ وَسَّعَ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَ عِيَالِهِ فِيْهِ، وَ لَأُعْتِقَنَّ مِنَ النَّارِ فِيْ كُلِّ حَوْلٍ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ أَلْفاً مِنْ مَوَالِيْكُمْ وَ شِيْعَتِكُمْ، وَ لَأَجْعَلَنَّ سَعْيَهُمْ مَشْكُوْراً، وَ ذَنْبَهُمْ مَغْفُوْراً، وَ أَعْمَالَهُمْ مَقْبُوْلَةً، قَالَ حُذَيْفَةُ: ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَدَخَلَ إِلَىٰ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، وَ رَجَعْتُ عَنْهُ وَ أَنَا غَيْرُ شَاكٍّ فِيْ أَمْرِ الشَّيْخِ، حَتَّىٰ تَرَأَّسَ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أُتِيْحَ الشَّرُّ وَ عَادَ الْكُفْرُ، وَ ارْتَدَّ عَنِ الدِّيْنِ، وَ تَشَمَّرَ لِلْمُلْكِ، وَ حَرَّفَ الْقُرْآنَ، وَ أَحْرَقَ بَيْتَ الْوَحْيِ، وَ أَبْدَعَ السُّنَنَ، وَ غَيَّرَ

الْمِلَّةَ، وَبَدَّلَ السُّنَّةَ، وَرَدَّ شَهَادَةَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَ كَذَّبَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ)، وَاغْتَصَبَ فَدَكاً، وَأَرْضَى الْمَجُوسَ وَ الْيَهُودَ وَ النَّصَارَىٰ، وَ أَسْخَنَ قُرَّةَ عَيْنِ الْمُصْطَفَىٰ وَلَمْ يُرْضِهَا، وَ غَيَّرَ السُّنَنَ كُلَّهَا، وَ دَبَّرَ عَلَىٰ قَتْلِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ "رسولِ خداؐ نے فرمایا: وہ (منافق) اپنے آپ کو پرچم (قائد) بنائے گا اور میرے بعد امامت پر بلند ہو گا، اللہ کے اموال کو ناحق حلال سمجھ کر انہیں اللہ کی اطاعت کے بجائے دیگر راستوں میں خرچ کرے گا۔ وہ مجھے جھٹلائے گا، میرے بھائی اور وزیر (علیؑ) کو جھٹلائے گا، میری بیٹی کو اس کے حق سے محروم کرے گا۔ پس وہ (بیٹی) اس کے حق میں بد دعا کرے گی اور اللہ اس دن (یعنی نو ربیع الاوّل کے دن) اس کی بد دعا کو قبول کرے گا۔

حذیفہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنے رب سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اسے آپ کی زندگی ہی میں ہلاک کر دے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: اے حذیفہ! میں اللہ کے قضا و قدر کے سامنے جری ہونا پسند نہیں کرتا، کیونکہ اس کا علم ازل سے ہے۔ لیکن میں نے اللہ سے سوال کیا ہے کہ وہ اس دن کو جس میں وہ (منافق) موت کے گھاٹ اتارا جائے گا، دوسرے دنوں پر فضیلت دے تاکہ وہ دن میرے محبوں اور اہلِ بیت کے شیعوں کے لئے سنت اور عید کا دن بن جائے۔

پس اللہ جلّ ذکرہ نے میری طرف وحی کی اور فرمایا: اے محمد! میری ازلی مشیت میں یہ تھا کہ تم اور تمہارے اہلِ بیت دنیا کی مصیبتوں، آزمائشوں اور منافقین و غاصبین کے ظلم کا سامنا کرو گے۔ وہ بندے جن کے ساتھ تم نے خیر خواہی کی، وہ تم سے

خیانت کریں گے؛ تم انہیں اخلاص کے ساتھ چاہو گے لیکن وہ تمہیں دھوکہ دیں گے؛ تم ان کے ساتھ خلوص سے پیش آؤ گے لیکن وہ تمہارے دشمن بنیں گے؛ تم انہیں راضی کرو گے لیکن وہ تمہیں جھٹلائیں گے؛ تم ان پر اعتماد کرو گے لیکن وہ تمہیں چھوڑ دیں گے۔ لہٰذا میں اپنی قوت اور سلطنت کے ساتھ اس پر (جو تمہارے بعد علیؑ کا حق غصب کرے گا) ہزار دروازے دوزخ کے کھولوں گا جو نچلے طبقے سے اس کی روح پر برسیں گے۔ میں اسے اور اس کے ساتھیوں کو جہنم کے اس گڑھے میں ڈالوں گا جس پر ابلیس کھڑا ہو کر اس پر لعنت کرے گا۔ میں اس منافق کو قیامت کے دن انبیاء کے فرعونوں اور دین کے دشمنوں کے لئے عبرت بنا دوں گا۔

میں اس کو، اس کے دوستوں کو، تمام ظالموں اور منافقوں کو جہنم میں داخل کروں گا، ذلیل و خوار، پچھتاتے ہوئے اور ہمیشگی کے عذاب میں مبتلا کروں گا۔

اے محمد! تمہارا وصی (علیؑ) تمہارے درجہ کے قریب نہیں پہنچ سکتا مگر اس آزمائش کے بعد جو اس کے فرعون اور غاصب کی طرف سے اسے پہنچے گی، جو میری نافرمانی کرے گا، میرے کلام کو بدلے گا، شرک کرے گا، لوگوں کو میری راہ سے روکے گا، اپنی طرف سے بچھڑا (بت) نصب کرے گا، اور میرے عرش پر کفر کرے گا۔

میں نے اپنے ساتوں آسمانوں میں اپنے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے شیعوں اور محبوں کے لئے اس دن خوشی منائیں جس دن میں اس (منافق) کو اپنی طرف بلاؤں گا۔ میں نے ملائکہ کو حکم دیا کہ بیت المعمور کے مقابل میری کرامت کا تخت بچھائیں، میری حمد کریں، اور تمہارے شیعوں اور محبوں کے لئے استغفار کریں۔

میں نے کرام الکاتبین کو حکم دیا کہ تین دن کے لئے قلم روک لیں اور شیعوں کے گناہ نہ لکھیں، یہ تمہارے اور تمہارے وصی کے احترام میں ہو گا۔

اے محمد! میں نے اس دن کو تمہارے لئے، تمہارے اہل بیت کے لئے اور ان کے پیرو کار مؤمنین اور شیعوں کے لئے عید کا دن قرار دیا ہے۔ میں نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی ہے کہ جو بھی اس دن کو عید کے طور پر منائے گا اور ثواب کی نیت رکھے گا، میں اسے مشرق و مغرب کے ثواب عطا کروں گا، اس کے قریبیوں اور رشتہ داروں کے حق میں اسے شفاعت عطا کروں گا، اگر وہ اپنے اہل و عیال پر وسعت کرے گا تو میں اس کے مال میں اضافہ کروں گا۔

میں ہر سال اس دن تمہارے ہزاروں شیعوں اور محبوں کو جہنم سے آزاد کروں گا، ان کے اعمال قبول کروں گا، ان کے گناہ معاف کروں گا اور ان کی کوشش کو مشکور قرار دوں گا۔

حذیفہ کہتے ہیں: پھر رسول اللہؐ اٹھے اور ام سلمہ کے گھر تشریف لے گئے، میں واپس آیا تو مجھے اس منافق کے بارے میں کوئی شک باقی نہ رہا۔ پھر جب نبیؐ کے بعد وہ (منافق) سردار بنا، تو شر پھیل گیا، کفر لوٹ آیا، لوگ دین سے مرتد ہو گئے، حکومت کے لئے کمر کس لی، قرآن میں تحریف کی، وحی کے گھر کو جلایا، بدعتیں ایجاد کیں، ملت و سنت کو بدل ڈالا، امیر المؤمنینؑ کی شہادت کو رد کیا، رسول اللہؐ کی بیٹی فاطمہؑ کو جھٹلایا، فدک کو غصب کیا، مجوسیوں، یہودیوں اور عیسائیوں کو خوش کیا، مصطفیٰؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی (بیٹی) کو رنجیدہ کیا اور اسے خوش نہ کیا، تمام سنتوں کو بدل ڈالا اور امیر المؤمنینؑ کے قتل کی سازش کی۔

"وَ أَظْهَرَ الْجَوْرَ، وَ حَرَّمَ مَا أَحَلَّ اللهُ، وَ أَحَلَّ مَا حَرَّمَ اللهُ، وَ أَلْقَىٰ إِلَى النَّاسِ أَنْ يَتَّخِذُوا مِنْ جُلُوْدِ الْإِبِلِ دَنَانِيْرَ، وَ لَطَمَ وَجْهَ الزَّكِيَّةِ، وَ صَعِدَ مِنْبَرَ رَسُوْلِ اللهِ غَصْباً وَ ظُلْماً، وَ افْتَرَىٰ عَلَىٰ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَ عَانَدَهُ وَ سَفَّهَ رَأْيَهُ، قَالَ حُذَيْفَةُ: فَاسْتَجَابَ اللهُ دُعَاءَ مَوْلَاتِي عَلَيْهَا السَّلَامُ عَلَىٰ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِ، وَ أَجْرَىٰ قَتْلَهُ عَلَىٰ يَدِ قَاتِلِهِ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ، فَدَخَلْتُ عَلَىٰ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأُهَنِّئَهُ بِقَتْلِ الْمُنَافِقِ وَ رُجُوْعِهِ إِلَىٰ دَارِ الْإِنْتِقَامِ، قَالَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا حُذَيْفَةُ! أَتَذْكُرُ الْيَوْمَ الَّذِيْ دَخَلْتَ فِيْهِ عَلَىٰ سَيِّدِيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَنَا وَ سِبْطَاهُ نَأْكُلُ مَعَهُ، فَدَلَّكَ عَلَىٰ فَضْلِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ الَّذِيْ دَخَلْتَ عَلَيْهِ فِيْهِ؟، قُلْتُ: بَلَىٰ يَا أَخَا رَسُوْلِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ)، قَالَ: هُوَ وَ اللهِ هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ أَقَرَّ اللهُ بِهِ عَيْنَ آلِ الرَّسُوْلِ، وَ إِنِّيْ لَأَعْرِفُ لِهٰذَا الْيَوْمِ اِثْنَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ اِسْماً، قَالَ حُذَيْفَةُ : قُلْتُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أُحِبُّ أَنْ تُسْمِعَنِيْ أَسْمَاءَ هٰذَا الْيَوْمِ، وَ كَانَ يَوْمَ التَّاسِعِ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعٍ الْأَوَّلِ فَقَالَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: هٰذَا يَوْمُ الْإِسْتِرَاحَةِ، وَ يَوْمُ تَنْفِيْسِ الْكُرْبَةِ، وَ يَوْمُ الْغَدِيْرِ الثَّانِيْ، وَ يَوْمُ تَحْطِيْطِ الْأَوْزَارِ، وَ يَوْمُ الْخِيَرَةِ، وَ يَوْمُ رَفْعِ الْقَلَمِ، وَ يَوْمُ الْهُدُوِّ، وَ يَوْمُ الْعَافِيَةِ، وَ يَوْمُ الْبَرَكَةِ، وَ يَوْمُ الثَّارَاتِ، وَ يَوْمُ عِيْدِ اللهِ الْأَكْبَرِ، وَ يَوْمُ يُسْتَجَابُ فِيْهِ الدُّعَاءُ، وَ يَوْمُ الْمَوْقِفِ الْأَعْظَمِ، وَ يَوْمُ التَّوَافِيْ، وَ يَوْمُ الشَّرْطِ، وَ يَوْمُ نَزْعِ السَّوَادِ، وَ يَوْمُ نَدَامَةِ الظَّالِمِ، وَ يَوْمُ اِنْكِسَارِ الشَّوْكَةِ، وَ يَوْمُ نَفْيِ الْهُمُوْمِ، وَ يَوْمُ الْقُنُوْعِ، وَ يَوْمُ عَرْضِ الْقُدْرَةِ، وَ يَوْمُ التَّصَفُّحِ، وَ يَوْمُ فَرَحِ الشِّيْعَةِ، وَ

يَوْمُ التَّوْبَةِ، وَ يَوْمُ الْإِنَابَةِ، وَ يَوْمُ الزَّكَاةِ الْعُظْمَىٰ، وَ يَوْمُ الْفِطْرِ الثَّانِيْ، وَ يَوْمُ سَيْلِ النَّغَابِ، وَ يَوْمُ تَجَرُّعِ الرِّيْقِ، وَ يَوْمُ الرِّضَا، وَ يَوْمُ عِيْدِ أَهْلِ الْبَيْتِ، وَ يَوْمٌ ظَفِرَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيْلَ، وَ يَوْمٌ يَقْبَلُ اللهُ أَعْمَالَ الشِّيْعَةِ، وَ يَوْمُ تَقْدِيْمِ الصَّدَقَةِ، وَ يَوْمُ الزِّيَارَةِ، وَ يَوْمُ قَتْلِ الْمُنَافِقِ، وَ يَوْمُ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ، وَ يَوْمُ سُرُوْرِ أَهْلِ الْبَيْتِ، وَ يَوْمُ الشَّاهِدِ وَ يَوْمُ الْمَشْهُودِ، وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلىٰ يَدَيْهِ، وَ يَوْمُ الْقَهْرِ عَلَى الْعَدُوِّ، وَ يَوْمُ هَدْمِ الضَّلَالَةِ، وَ يَوْمُ التَّنْبِيْهِ، وَ يَوْمُ التَّصْرِيْدِ، وَ يَوْمُ الشَّهَادَةِ، وَ يَوْمُ التَّجَاوُزِ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ يَوْمُ الزَّهْرَةِ، وَ يَوْمُ الْعُذُوْبَةِ، وَ يَوْمُ الْمُسْتَطَابِ بِهِ، وَ يَوْمُ ذَهَابِ سُلْطَانِ الْمُنَافِقِ، وَ يَوْمُ التَّسْدِيْدِ، وَ يَوْمٌ يَسْتَرِيْحُ فِيْهِ الْمُؤْمِنُ، وَ يَوْمُ الْمُبَاهَلَةِ، وَ يَوْمُ الْمُفَاخَرَةِ، وَ يَوْمُ قَبُوْلِ الْأَعْمَالِ، وَ يَوْمُ التَّبْجِيْلِ، وَ يَوْمُ إِذَاعَةِ السِّرِّ، وَ يَوْمُ نَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَ يَوْمُ الزِّيَارَةِ، وَ يَوْمُ التَّوَدُّدِ، وَ يَوْمُ التَّحَبُّبِ، وَ يَوْمُ الْوُصُوْلِ، وَ يَوْمُ التَّزْكِيَةِ وَ يَوْمُ كَشْفِ الْبِدَعِ، وَ يَوْمُ الزُّهْدِ فِي الْكَبَائِرِ، وَ يَوْمُ التَّزَاوُرِ، وَ يَوْمُ الْمَوْعِظَةِ، وَ يَوْمُ الْعِبَادَةِ، وَ يَوْمُ الْاِسْتِسْلَامِ قَالَ حُذَيْفَةُ: فَقُمْتُ مِنْ عِنْدِهِ يَعْنِي أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ قُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ: لَوْ لَمْ أُدْرِكْ مِنْ أَفْعَالِ الْخَيْرِ وَ مَا أَرْجُو بِهِ الثَّوَابَ إِلَّا فَضْلَ هٰذَا الْيَوْمِ لَكَانَ مُنَايَ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ، وَ يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيْحٍ: فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا وَ قَبَّلَ رَأْسَ أَحْمَدَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ سَعِيْدٍ الْقُمِّيِّ، وَ قُلْنَا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَيَّضَكَ لَنَا حَتّٰى شَرَّفْتَنَا بِفَضْلِ هٰذَا الْيَوْمِ، وَ رَجَعْنَا عَنْهُ، وَ تَعَيَّدْنَا فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ "اور (اس منافق نے) ظلم کو ظاہر کیا، اللہ کی حلال

کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال کر دیا، اور لوگوں کو یہ حکم دیا کہ اونٹوں کی کھال سے دینار بنائیں، اس نے خاتون زکیہ (جنابِ صدیقہ طاہرہؑ) کے چہرہ پر طمانچہ مارا، رسولِ خداؐ کے منبر پر زبردستی اور ظلم کے ساتھ چڑھ گیا، امیر المؤمنینؑ پر بہتان باندھا، ان کی مخالفت کی اور ان کی رائے کو ناقص قرار دیا۔

حذیفہ کہتے ہیں: اللہ نے میری شہزادی (جنابِ فاطمہؑ) کی دعا کو اس منافق کے بارے میں قبول کیا اور اس کا قتل اس کے قاتل کے ہاتھوں جاری فرمایا، اللہ اس (قاتل) پر رحمت نازل کرے۔ پھر میں امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ اس منافق کے قتل اور اس کے جہنم میں پلٹنے پر آپ کو مبارکباد پیش کروں۔

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: اے حذیفہ! کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جس دن تم میرے آقا رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جبکہ میں اور ان کے دونوں نواسے ان کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تو آنحضرتؐ نے تمہیں اس دن کے فضائل سے آگاہ کیا تھا جس دن تم داخل ہوئے تھے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں، رسول اللہؐ کے بھائی!۔ امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: قسم بخدا! یہی وہ دن ہے جس دن اللہ نے آلِ رسولؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی۔ اور میں اس دن کے بہتر (۷۲) نام جانتا ہوں۔

حذیفہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنینؑ! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس دن کے نام بتائیں!۔ امیر المؤمنینؑ نے حذیفہ کو نوربیع الاوّل کے اسماء بتائے جو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "بحارالانوار، ج۳۱، ص۱۲۰" پر اس انداز سے نقل کئے ہیں:

نوربیع الاوّل کے اسماء: "یَوْمُ سُرُوْرِ أَھْلِ الْبَیْتِ" یعنی اہلِ بیت کے لئے خوشی کا دن۔ "یَوْمُ عِیْدِ اللهِ الأَکْبَرِ" یعنی اللہ کی سب سے بڑی عید کا دن۔ "یَوْمُ الغَدِیْرِ الثَّانِي" یعنی غدیرِ دوّم۔ "یومُ المُباھَلَةِ" یعنی مباہلہ کا دن۔ "یَوْمُ الْخِیَرَةِ" یعنی بھلائی کا دن۔ "یَوْمُ البَرَکَةِ" یعنی برکت کا دن۔ "یَوْمُ العَافِیَةِ" یعنی عافیت کا دن۔ "یَوْمٌ یُسْتَجابُ فِیْهِ الدُّعَاءُ" یعنی دعا قبول ہونے کا دن۔ "یَوْمُ التَّوْبَةِ" یعنی توبہ کا دن۔

"یَوْمُ الإِنَابَةِ" یعنی رجوع کا دن۔ "یَوْمُ الزَّکَاةِ العُظْمَیٰ" یعنی بڑی زکوٰۃ کا دن۔ "یَوْمُ الفِطْرِ الثَّانِي" یعنی عید فطر دوّم۔ "یَوْمُ الرِّضَا" یعنی خوشنودی کا دن۔ "یَوْمُ عِیْدِ أَھْلِ البَیْتِ" یعنی اہلِ بیت کی عید کا دن۔ "یَوْمُ الشّاھِدِ" یعنی گواہ کا دن۔ " یَوْمُ المَشْھُوْدِ" یعنی گواہی دیا ہوا دن۔ " یَوْمُ الزَّھْرَةِ" یعنی روشنی و خوشی کا دن۔ "یَوْمُ العُذُوْبَةِ" یعنی شیرینی ولذت کا دن۔ "یَوْمُ قَبُوْلِ الأَعْمَالِ" یعنی اعمال کی قبولیت کا دن۔ "یَوْمُ الزِّیَارَةِ" یعنی زیارت کا دن۔

"یَوْمُ المَوْعِظَةِ" یعنی نصیحت کا دن۔ "یَوْمُ العِبَادَةِ" یعنی عبادت کا دن۔ "یَوْمُ الشَّھَادَةِ" یعنی گواہی کا دن۔ "یَوْمُ التَّزْکِیَةِ" یعنی پاکیزگی کا دن۔ "یَوْمُ نَدامَةِ الظّالِمِ" یعنی ظالم کی پشیمانی کا دن۔ "یَوْمُ القُنُوْعِ" یعنی قناعت کا دن۔

"یَوْمُ تَقْدِیْمِ الصَّدَقَةِ" یعنی صدقہ دینے کا دن۔ "یَوْمُ الزِّیَادَةِ" یعنی رزق میں اضافہ کا دن۔ "یَوْمُ نَفْيِ الھُمُوْمِ" یعنی غم دور ہونے کا دن۔ "یَوْمُ قَتْلِ المُنَافِقِ" یعنی منافق کے مارے جانے کا دن۔ "یَوْمٌ یَعُضُّ الظَّالِمُ عَلیٰ

یَدَیۡہِ" یعنی وہ دن جب ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ "یَوۡمُ فَرَجِ الشِّیۡعَۃِ" یعنی شیعوں کی خوشی کا دن۔ "یَوۡمٌ یَقۡبَلُ اللہُ أَعۡمَالَ الشِّیۡعَۃِ" یعنی شیعوں کے اعمال قبول ہونے کا دن۔ "یَوۡمُ الوَقۡتِ المَعۡلُوۡمِ" یعنی معین وقت کا دن۔

"یَومُ الۡاِسۡتِرَاحَۃِ" یعنی آرام کا دن۔ "یَوۡمُ تَنۡفِیۡسِ الۡکُرۡبَۃِ" یعنی غم دور ہونے کا دن۔ "یَوۡمُ تَحۡطِیۡۃِ الۡأَوۡزَارِ" یعنی گناہوں کا بوجھ اترنے کا دن۔ "یَوۡمُ رَفۡعِ القَلَمِ" یعنی قلم اٹھائے جانے کا دن۔ "یَومُ الۡھُدُوۡءِ" یعنی سکون کا دن۔

"یَومُ الثَّارَاتِ" یعنی خونخواہی کا دن۔ "یَوۡمُ المَوۡقِفِ الأَعۡظَمِ" یعنی بڑے اجتماع کا دن۔ "یَوۡمُ التَّوَافِیۡ" یعنی ملاقات کا دن۔ "یَوۡمُ الشَّرۡطِ" یعنی وعدہ پورا ہونے کا دن۔ "یَوۡمُ نَزۡعِ السَّوَادِ" یعنی سیاہی (سوگ) کے ہٹنے کا دن۔ "یَوۡمُ اِنۡکِسَارِ الشَّوۡکَۃِ" یعنی ظلم کی طاقت ٹوٹنے کا دن۔ "یَوۡمُ عَرۡضِ القُدۡرَۃِ" یعنی قدرت کے ظاہر ہونے کا دن۔ "یَوۡمُ التَّصَفُّحِ" یعنی بخشش و معافی کا دن۔ "یَوۡمُ سَیۡلِ النَّغَابِ" یعنی رکاوٹوں کے بہہ جانے کا دن۔ "یَوۡمُ تَجَرُّعِ الرِّیۡقِ" یعنی سکون و صبر کا دن۔ "یَوۡمُ ظَفَرَتۡ فِیۡہِ بَنُو إِسۡرَائِیۡلَ" یعنی وہ دن جس میں بنی اسرائیل کامیاب ہوئے۔ "یَوۡمُ القَھۡرِ عَلَی العَدُوِّ" یعنی دشمن پر غلبہ کا دن۔ "یَوۡمُ ھَدۡمِ الضَّلَالَۃِ" یعنی گمراہی کے ٹوٹنے کا دن۔

"یَوۡمُ التَّنۡبِیۡہِ" یعنی بیداری کا دن۔ "یَوۡمُ التَّصۡرِیۡدِ" یعنی دشمن کی رسوائی کا دن۔ "یَوۡمُ التَّجَاوُزِ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ" یعنی مؤمنوں سے درگزر کرنے کا دن۔ "یَوۡمُ المُسۡتَطَابِ بِہِ" یعنی خوشگوار دن۔ "یَوۡمُ ذَھَابِ سُلۡطَانِ المُنَافِقِ"

یعنی منافق کی حکومت کے ختم ہونے کا دن۔ "یَوْمُ التَّسْدِیْدِ"یعنی راہِ راست پر ثابت قدمی کا دن۔ "یَوْمٌ یَسْتَرِیحُ فِیْهِ الْمُؤمِنُ"یعنی وہ دن جس میں مؤمن کو سکون ملتا ہے۔

"یَومُ التَّبْجِیْلِ" یعنی تعظیم واحترام کا دن۔ "یَوْمُ إِذَاعَةِ السِّرِّ "یعنی راز کے ظاہر ہونے کا دن۔ "یَوْمُ نَصْرِ الْمَظْلُوْمِ "یعنی مظلوم کی نصرت کا دن۔ "یَوْمُ التَّوَدُّدِ"یعنی محبت کا دن۔ "یَوْمُ التَّحَبُّبِ"یعنی دوستی بڑھانے کا دن۔ " یَوْمُ الْوُصُوْلِ"یعنی وصال کا دن۔

"یَوْمُ کَشْفِ البِدَعِ"یعنی بدعت کے ظاہر ہونے کا دن۔ "یَوْمُ الزُّهْدِ فِی الْکَبَائِرِ "یعنی گناہانِ کبیرہ سے بچنے کا دن۔ "یَوْمُ التَّزَاوُرِ "یعنی ایک دوسرے کی زیارت کا دن۔ "یَوْمُ المُفَاخَرَةِ"یعنی فخر وعزت کا دن۔ "یَومُ الاِسْتِسْلامِ " یعنی تسلیم ورضا کا دن۔

حذیفہ کہتے ہیں: میں وہاں سے اٹھا اور دل میں سوچنے لگا کہ اگر میں اس دن کی فضیلت پانے کے علاوہ کوئی اور نیک عمل انجام نہ دے سکا جس پر ثواب کی امید رکھتا ہوں تو یہی میری سب سے بڑی آرزو ہے۔

محمد بن علاء ہمدانی اور یحییٰ بن محمد بن جریج کہتے ہیں: ہم سب کھڑے ہوئے اور احمد بن اسحاق قمی کے سر کو بوسہ دیتے ہوئے کہا: "اس اللہ کی حمد وثنا ہے جس نے تمہیں ہمارے لئے مقرر کیا کہ تم نے ہمیں اس دن کے فضائل سے مشرف کیا؛ پھر ہم وہاں سے واپس ہوئے اور اس دن کو عید کے طور پر منایا۔

❁ ❁ ❁